خلافت راشدہ	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	حق چار یار
شمارہ نمبر ۳۱	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ○	دسمبر ۲۰۲۴ء

مجلہ پشاور

راہ ہدایت

• فروعی اختلافات میں منہجِ سلف صالحین	• مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث
• غیر مقلدین کا قیاسی دین	• کیا امام صاحب نے اپنی تقلید کا حکم دیا تھا؟
• حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل چالیس احادیث کا مجموعہ	

مدیر اعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

جناب طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد	یااللہ مدد	عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلہ راہ ھدایت پشاور

فہرست مضامین	صفحہ

نوٹ: مجلہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مولانا محمد نعمان خلیل متخصص فی علوم الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

فروعی اختلافات اور سلفِ صالحین کا منہجِ اختلاف

اس حقیقت کا ادراک ہر ذی شعور طالب علم، عالم اور موجودہ سوشل میڈیائی دور میں ہر عقلمند انسان کو ہونا چاہیے کہ فروعی مسائل میں اختلاف اور مسالکِ فقہیہ میں تنوّع یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور دین اسلام کے زندہ اور تابندہ ہونے کی کھلی دلیل ہے، یہ ہر دور کی عقلی لگاموں کو نصوص کے ساتھ جوڑے رکھنے کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ یہ امت مسلمہ کو سمندروں جیسی وسعت عطاء کرتا ہے۔

مسائلِ فقہیہ اور دیگر فروعی مسائل میں اختلاف کی بنیاد، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے ہی میں پڑ چکی تھی، تابعین اور تبع تابعین بھی بعض مسائل میں باہم اختلاف کرتے رہے ہیں، انہوں نے اس اختلاف کو دین کی رحمت، وسعت اور امت کے لیے آسانی کے طور پر سمجھا، مختلف زمانوں میں کئی اہل علم نے ان مسائل میں اختلاف ختم کرکے، امت کو ایک مسئلہ پر جمع کرنے کی کوشش کی، مگر جمہور علماءِ سلف اس بات پر راضی نہ ہوئے، کیوں کہ اختلاف ایک فطری چیز ہے، اسی طرح ذہنی سطح اور استعداد وصلاحیت کا تفاوت بھی مسلّم ہے۔ حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ کا مشہور مقولہ ہے:

السعي في توحيد المذاهب، وحمل الناس على واحد منها، جنون أو ضلال.

ترجمہ: مسالکِ فقہیہ اور مذاہبِ فرعیہ کو ایک بنانے اور تمام مسلمانوں کو اس ایک پر جمع کرنے کی کوشش حماقت یا راہِ حق سے روگردانی ہے۔

(أدب الاختلاف في مسائل العلم والدين، ص:۲۷، دار اليسر)

اسی سلسلہ میں ایک شخص نے خلیفہ راشد حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز (۱۰۲ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

لو جمعت الناس على شيء؟ فقال: ما يسرني أنهم لم يختلفوا، قال: ثم كتب إلى الآفاق وإلى الأمصار: ليقض كل قوم، بما اجتمع عليه فقهاؤهم

ترجمہ: اگر آپ تمام لوگوں ایک ہی عمل پر جمع کردیں (تو زیادہ بہتر ہے)، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان (فقہاء اور علماء) کے اختلاف نہ کرنے سے مجھے بالکل خوشی نہیں ہوتی (بلکہ ان کے

اختلاف سے خوشی ہوتی ہے)۔ بعد ازاں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ماتحت تمام شہروں میں لکھ بھیجا کہ ہر علاقے کے لوگ اسی مسئلہ پر عمل کریں، جس پر وہاں کے فقہاء متفق ہوں۔

سنن الدارمي، باب اختلاف الفقهاء، الرقم:652، 1/ 489، دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، ط:الأولى، 1412ھ۔

امام دار الہجرۃ حضرت سیدنا امام مالک (۱۷۹ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی شہرہ آفاق اور حدیث مبارک کی مقبول ترین کتاب "الموطا" مکمل فرمائی، تو اس کا شہرہ ہر جگہ ہونے لگا، خلیفہ وقت (ابو جعفر منصور) نے حج کے سفر کے دوران، ان سے ملاقات کر کے یہ درخواست کی:

ہم چاہتے ہیں آپ کی کتاب کے نسخے لکھوا کر تمام بلادِ اسلامیہ میں پھیلا دیں، تاکہ ہر جگہ اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دور اندیشی اور مزاجِ نبوت کے عین مطابق فرمایا:

" ایسا ہر گز مت کیجیے! ہر علاقے میں ہم سے پہلے علم پہنچ چکا ہے، انہیں اسی کے مطابق عمل کرنے دیں جو انہوں نے اپنے لیے پسند کیا ہے، کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اکثر مدینہ منورہ سے نکل کر مختلف شہروں میں جا بسے تھے، کوفہ، بصرہ اور شام ان تمام علاقوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثیر تعداد اور ان کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی ورثہ پہنچ چکا ہے"۔

(ملخص من الانتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء لابن عبد البر(463ھ)، باب في رئاسته، ووجاهته في علم الدين، عند العامة والسلاطين، ص:80، المكتبة الغفورية العاصمة كراتشي، باكستان)

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا فقہی اختلاف پر خوشی کا اظہار اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ وسعتِ نظری اسی بات کا نتیجہ تھی کہ انہیں مزاجِ نبوت سے شناسائی تھی۔ وہ اسبابِ اختلاف اور مقاصدِ اختلاف سے واقف تھے اور انہیں اختلاف کے رحمت ہونے پر مکمل یقین تھا، بلکہ وہ اس اتحاد اور فقہی جمود کو باعثِ فتنہ اور آفت سمجھتے تھے، چنانچہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب بھی کسی نے اتحادِ مسالک کی بات کی ہے، اس سے نہ صرف ایک اور مسلک وجود میں آیا بلکہ وہ فتنہ کا باعث اور امتِ مسلمہ میں انتشار کا سبب بنا ہے۔

ان تمام فروعی اختلافات کے باوجود بنیادی عقائد و احکام میں وہ سب متفق تھے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک درخت کی ٹہنیاں اور شاخیں الگ الگ ہوتی ہیں، مگر انہیں قائم رکھنے والا تنا اور ان کی بنیاد و جڑ ایک ہی ہوتی ہے۔ انھی اختلافات کی بدولت آج بھی دینِ اسلام ترو تازہ ہے، اسلامی تعلیمات کی افادیت اور اس میں پنہاں راہنمائی کا عنصر آباد و شاداب ہے اور قیامت تک باقی رہے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ) کیوں کہ یہ اختلافات عقلی اور ذہنی شعور کی بڑھوتری کا ذریعہ ہیں۔ نصوصِ شرعیہ کی متنوّع علمی جولانیاں، قرآن کریم اور سنتِ رسول (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا ہمہ جہتی مطالعہ اور زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ان مصادر کی افادیت و جامعیت اسی نظریہ اختلاف کی دَین ہے۔ لیکن یہ جزوی اختلاف ان علمائے عظام اور ائمہ سلف کے اخلاق و کردار اور باہمی ربط و تعلق میں بگاڑ کا سبب تھا، نہ ہی اس کو بنیاد بنا کر وہ ایک دوسرے کی تحقیر و تنقیص کرتے تھے، کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف، نفرت و بغض کا سبب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ حق و باطل کا معیار ہے، تاریخی روایات میں اگرچہ اختلاف کی وجہ سے جدل و جدال کے کچھ واقعات منقول ہیں، لیکن ان واقعات کی شرح فیصد اخلاقی اقدار کے مقابلے میں انتہائی کم ہے، لیکن تفرق پسندی کے نتیجہ میں جدلی واقعات کی شہرت زیادہ ہو گئی۔

اس موقع پر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ بیان کرنا انتہائی موزوں معلوم ہوتا ہے، علامہ ذہبی (۷۴۸ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ سیر اعلام النبلاء میں نقل فرماتے ہیں:

قال يونس الصدفي: ما رأيت أعقل من الشافعي، ناظرته يوما في مسألة، ثم افترقنا، ولقيني، فأخذ بيدي، ثم قال: يا أبا موسى، ألا يستقيم أن نكون إخوانا وإن لم نتفق في مسألة.

(سير أعلام النبلاء للذهبي، ۱۰:۱۱، مؤسسة الرسالة)

ترجمہ: حضرت یونس صدفی رحمہ اللہ تعالیٰ (یہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور ہم عصر تھے) فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو عقل مند نہیں دیکھا، ایک دن ہمارا کسی مسئلہ میں مناظرہ ہوا، (جس پر اتفاق نہیں ہو سکا) اور ہم جدا ہو گئے۔ پھر وہ (بعد میں) مجھ سے ملے، میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے ابو موسیٰ! کیا یہ رویہ درست نہیں کہ ہم بھائی بھائی ہو جائیں، اگرچہ ہمارا مسائل میں اختلاف ہو۔

یہ سلف صالحین کا عملی نمونہ ہے، جو فروعی اختلاف اور معاشرتی بھائی چارگی کا حسین امتزاج ہے، موجودہ علمی ماحول، فقہی مسائل اور عام خاندانی اور معاشرتی زندگی میں اس جذبہ کی بہت ضرورت ہے کہ مسائل میں اختلاف تفرق، انتشار، ذہنی کڑھن اور دلی بدگمانی کا باعث نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ماحول پیدا کرنے کے لیے مستقل ایک فکر، محنت اور دعوت کی ضرورت ہے۔

اس طرح کے اور کئی واقعات ذخیرہ تاریخ کا گم شدہ حصہ ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے ان فروعی اختلاف میں ایک دوسرے کی عزت و احترام کا پاس رکھنا اور مدِمقابل کو خود سے برتر سمجھ کر، ان کے مقام و مرتبہ کا اعتراف کرنا، سلف صالحین کا شیوہ تھا۔ موجودہ پر فتن، ذہنی انتشار، دلی بیزاری، خودپسندی اور اعجاب الرای کے دور میں آدابِ اختلاف اور مقاصد اختلاف کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے، ورنہ یہ بیماریاں دین بیزاری، سلف سے لاتعلقی اور اپنی سندوں سے کاٹنے کا سامان فراہم کر چکی ہیں اور متوارث دینی بنیادوں کی جڑیں متزلزل کرنے کو ہیں۔

فروعی مسائل کے اختلاف میں افراط و تفریط

فروعی مسائل کے اختلاف میں علمی اور عملی دونوں میدانوں میں افراط اور تفریط پائی جاتی ہے:

افراط اس طرح کہ ان مسائل کو حق و باطل کا معیار اور اسلام و کفر کی سرحد بنا کر پیش کیا جانے لگا ہے، بعض حضرات اس کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ اظہار تو نہیں کرتے لیکن ان کا طرزِ عمل اور رویہ اسی بات کی غمازی کرتا ہے، جو طعن و تشنیع، گالم گلوچ، تحقیر و تنقیص اور بُرے القابات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ طرزِ عمل اور فاسد فکر اسبابِ اختلاف، آدابِ اختلاف نہ پہنچاننے کی وجہ سے جنم لیتی ہے۔

تفریط یہ ہے کہ فروعی مسائل میں اختلاف کو ہی غلط سمجھنا اور یہ کہنا کہ یہ صرف علماء کی اپنی کارستانیاں ہیں اور پوری امت کو ایک مسئلہ پر جمع ہو جانا چاہیے، ایسے لوگ اس طرح کے اختلاف کو ہی ختم کر دینے کے داعی ہیں، جس کے لیے قرآن کریم کی تفرقہ والی آیات کا سہارا لیتے ہیں، جبکہ اختلافات کا خاتمہ عقل کے بھی خلاف ہے اور مزاجِ شریعت کے بھی منافی ہے، کیوں کہ اس صورت میں تمام فروعی مسائل نماز و روزہ کی طرح قطعیت اختیار کر جائیں گے، تب تھوڑی سی سستی بھی انسان کو جہنم کے دھانے لا کھڑا کرے گی، ایسے حضرات تاریخِ اختلاف اور مقاصدِ اختلاف سے ناواقف ہیں۔

علمائے کرام نے امت کو ان دونوں غلط افکار سے بچانے کی مختلف سطح پر کاوشیں کی ہیں۔ اسباب اختلاف کے حوالہ سے شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ "اختلاف الائمہ" اور اسباب اور آدابِ اختلاف سمجھنے کے لیے شیخ عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین" بہتر انتخاب ہو سکتا ہے۔

فروعی اختلاف میں مثالی طرز عمل

فروعی اختلاف کے حوالہ سے مثالی طرزِ عمل، علمی اور نظریاتی طرزِ فکر یہ ہونا چاہیے:

- اختلاف کو رحمت سمجھا جائے، کیوں کہ اس سے نصوص کی ہمہ جہتی معلوم ہوتی ہے، ایک ہی بات کے مختلف اور متعدد پہلو سامنے آتے ہیں، جس سے فہم و بصیرت کو جلا ملتی ہے، عقلیں روشن اور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔
- اختلاف کرنے کا اہل کون ہے؟ کس کا اختلاف قابل غور ہو سکتا ہے؟ اس کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے، جو جس فن کے ماہر ہوتے ہیں، وہی لوگ اسی فن میں اختلاف کرنے کے اہل ہوتے ہیں، جو جس فیلڈ کے نہیں، انہیں اختلاف سے خود کو بچانا چاہیے۔
- اختلاف، اصلاح امت کا ذریعہ ہونا چاہیے نا کہ امتِ مسلمہ میں تفرقہ بازی اور فتنہ انگیزی مقصود ہو۔
- اختلاف میں مد مقابل کے علمی مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھا جائے، جو گفتگو سے بھی نظر آئے اور طرزِ عمل سے بھی۔
- اختلاف، حسد، کینہ اور بغض و عناد کی آمیزش سے پاک ہونا چاہیے۔
- اختلاف میں جو بات درست لگے، دلائل کی بنیاد پر ٹھوس انداز میں بیان کر دینی چاہیے، تاہم بعد ازاں اس پر اصرار نہیں کرنا چاہیے کہ پوری امت اسی بات کو تسلیم کرے۔
- اختلاف ان مسائل میں کرنا چاہیے جن مسائل میں شریعت کی طرف سے گنجائش رکھی گئی ہے، جن پر اجماع ہو چکا ہو یا جو امور نصوص سے ثابت ہیں، ان میں اختلاف ضلال، گمراہی اور فتنہ ہے۔
- اختلاف سے پہلے اسبابِ اختلاف، مقاصدِ اختلاف اور آدابِ اختلاف کو اچھی طرح پڑھ اور سمجھ لینا چاہیے۔

- آدابِ اختلاف کی عملی تربیت کے لیے معتدل علماء کرام کی مجالس اختیار کرنی چاہئیں اور سلف صالحین کے واقعات کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔

سلف صالحین کے علمی خطوط کی اہمیت

ذخیرہ تاریخ میں سلفِ صالحین اور ائمہ متبوعین کے آپس کے ایسے مکالمات اور خطوط موجود ہیں، جن میں مفید علمی مباحث، دقیق علمی وفنی نکات، اہم بنیادی اصول، مناہجِ استدلال، فوائد جلیلہ اور ادبی شہ پاروں کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے متعلق محبت بھرے القابات، خیر خواہانہ جذبات، مدمقابل کے علمی قدو کاٹھ کا کھلے دل سے اعتراف اور دوسرے کے مقام ومرتبہ کی رعایت کے بہترین مناظر جھلکتے ہیں۔ جن سے آدابِ اختلاف، اسبابِ اختلاف اور اصولِ اختلاف سمجھے جاسکتے ہیں۔

عالم عرب کے مشہور محقق ومحدث، شیخ المشایخ حضرۃ الشیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ سلف میں سے امام اعظم ابو حنیفہ (۱۵۰ھ) کا مکتوب بنام فقیہ بصرہ امام عثمان البتی (۱۴۳ھ) اور امام دار الہجرۃ مالک بن انس (۱۷۹ھ) اور فقیہ مصر لیث بن سعد (۱۷۵ھ) رحمہم اللہ تعالی کے آپس کے مکاتیب کو تحقیق کے ساتھ مرتب کرکے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیا ہے، جس کا نام "نماذج من رسائل الأئمة السلف وأدبهم العلمي" ہے، جو آدابِ اختلاف اور اسبابِ اختلاف کا ایک قیمتی خزینہ ہے۔ ان مکاتیب کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ جلد منصہ شہود پر لانے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

اہل بدعت کے متعلق ہمارے اسلاف کا رویہ

قارئین کرام! اج فتنوں کا دور ہے ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ نہ صرف خود فتنوں سے آگاہ ہوتے اور دوسروں کو ان فتنوں سے بچاتے الٹا آج فتنوں کے خلاف کام کو فرقہ واریت سے تعبیر کیا جارہا ہے مداہنت کا یہ عالم کہ اہل بدعت کے داعیان کے مرنے پر باقاعدہ جنازوں میں شرکت کی جارہی ہے تعزیتیں کی جارہی ہیں اور اہل بدعت کو بدعتی کہنے والوں کو کوسا جارہا ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اہل باطل و اہل بدعت کے متعلق اسلاف کا جو رویہ تھا اس میں سے چند واقعات آپ کے سامنے نقل کردوں۔

~ شاید کے اتر جائے تیرے دل میں میری بات

(۱) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے کے بارے میں کہتے ہیں:

"میرا بیٹا کسی صحیح العقیدہ فاسق سنی کے پاس بیٹھے یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ وہ کسی نیک بدعتی کے پاس بیٹھے۔"

(الشرح و الابانة علی اصول السنہ و الدیانہ ص۱۴۹)

(۲) حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"اگر راستہ میں کوئی بدعتی مل جائے یا اس کے پاس سے گزرنا پڑے تو اس پر نظر پڑنے سے پہلے اپنی آنکھیں بند کردے یعنی اس کو نہ دیکھے۔"

(الشرح و الابانة علی اصول السنہ و الدیانہ ص۱۵۸)

(۳) بدعتی کو دیکھنے سے ایمان و عمل کا نور ختم ہو جائے گا۔

(الشرح و الابانة علی اصول السنہ و الدیانہ ص۱۵۸)

(۴) ابو العباس الخطاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"اگر آپ گھر سے نکلے اور راستے میں بدعتی مل جائے تو فوراً گھر واپس لوٹ آئے کیونکہ شیطانوں نے اس کو گھیر رکھا ہے"

(الشرح و الابانة علی اصول السنہ و الدیانہ ص۱۵۸)

(۵) حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں:

"ایک دن میں نے کسی بدعتی سے ایک دو لقمہ کھا لیے، جب میرے استاد عبد اللہ بن مبارک کو معلوم ہوا تو اس قدر ناراض ہوئے کہ مجھ سے کہا کہ تیس دن تک یعنی ایک مہینے تک تجھ سے بات نہیں کروں گا۔"

(الشرح و الابانة علی اصول السنہ و الدیانہ ص129)

(6) فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص کسی بدعتی کے جنازے میں شرکت کرے وہ اللہ کے غضب و ناراضگی میں رہتا ہے جب تک واپس نہ آجائے۔"

(الشرح و الابانة علی اصول السنہ و الدیانہ)

(۷) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے بدعتی کو غسل دیا ہے، حسن بصری نے کہا

"اس کو میرا یہ پیغام پہنچادوں کہ جب تو مرے گا تو ہم تیری نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے۔"

(الشرح و الابانة علی اصول السنہ و الدیانہ ص۱۷۷)

(۸) فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

"میں یہودی اور نصرانی کا تو کھالوں گا لیکن کسی بدعتی کا نہیں کھاؤں گا۔"

(الشرح و الابانة علی اصول السنہ و الدیانہ)

(۹) فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی سے نفرت و بغض رکھے گا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کردے گا چاہے اس کا عمل قلیل ہو کیونکہ بدعتی سے نفرت کرنا سنت سے محبت کی دلیل ہے۔

(الشرح و الابانة علی اصول السنہ و الدیانہ)

(۱۰) شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ یہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اس میں بیشمار روایتیں ہیں، اس میں بدعتی کے ساتھ بیٹھنا، کھانا، دعا سلام، جنازہ میں شرکت، بیمار پرسی اور عیادت، امام بنانے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، نکاح سب حرام اور ناجائز لکھا ہے، اور توہین و تذلیل کو جائز لکھا ہے۔

(۱۱)عبد العزیز ایک بدعتی تھا جب وہ مر گیا تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس کے جنازہ کے پاس آئے، لوگوں نے سفیان ثوری کو دیکھ کر خوش ہو گئے لیکن سفیان ثوری بغیر نماز جنازہ پڑھے چلے گئے بعد میں کسی نے پوچھا تو کہا کہ میں اس سے بھی بدتر لوگوں پر نماز جنازہ پڑھنا روا سمجھتا ہوں، میں نے اس لیے نماز جنازہ نہیں پڑھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدعت پر مرا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۱۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کا مفہوم ہے کہ قرب قیامت میں سنت پر عمل ہتھیلی میں آگ کا انگارا پکڑنے کے مترادف ہو گا حق و باطل سنت و بدعت کا امتیاز اس حد تک مٹ چکا ہے اور مداہنت اس قدر ہو چکی ہے کہ یہاں کسی بدعتی کی وفات پر شاید ابھی اپنے گھر والے بھی باخبر نہ ہوں کہ ہمارے بعض احباب کو اتحاد امت کا غم کھانے لگ جاتا ہے کسی کی آخرت سنوارنے کیلئے اپنی آخرت برباد کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ حالانکہ ایک بدعتی اعتقادی فاسق کے دنیا سے رخصت ہونے پر زمین و آسمان سکھ کا سانس لیتے ہیں سلف صالحین کے دور میں اس پر خوشی کا اظہار کیا جاتا مگر یہاں معاملہ الٹا ہے۔۔۔جب مشہور گمراہ المریسی کی موت کی خبر بازار میں بشر بن الحارث کو دی گئی تو کہا کہ یہ شہرت کی جگہ نہ ہوتی تو سجدہ شکر ادا کرتا، اس کی موت پر الحمد للہ۔

(تاریخ بغداد، ص66 ج7)

امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ مشہور بدعتی ابن ابی داود کی موت پر خوشی منانا گناہ ہے؟ فرمایا:

"اس پر کون خوش نہیں ہو گا؟"

(سیر اعلام النبلاء ج9 ص433)

"یہی وہ عبد المجید ابن عبد العزیز بن داود مرجیہ بدعتیوں کا سرغنہ تھا"

جب وھب بن قریشی گمراہ بدعتی کی موت کی خبر عبد الرحمن بن مہدی کو معلوم ہوئی تو کہا:

"اللہ کا شکر ہے مسلمانوں کی جان چھوٹ گئی۔"

(لسان المیزان ابن حجر ج8 ص402)

حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ 12 / 338 میں ایک بڑے بدعتی کے بارے میں کہا ہے کہ اس ذی الحجہ کے مہینے میں اللہ نے مسلمانوں کو اس سے چھٹکارا دیا اور جب اس کو دفنایا گیا تمام مسلمانوں نے شکر ادا کیا۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ ایک بدعتی کے جنازے پر حاضر ہوئے لوگ بڑے خوش ہوئے کہ شاید ان کی نماز جنازہ پڑھنے آئے ہوں مگر صفیں چیر کر جنازے کے سرہانے پہنچے اور باآواز بلند کہا کہ لوگوں میں اس سے بھی بدتر شخص پر جنازہ پڑھنے کا قائل ہوں لیکن یہاں صرف اس لئے ایا اور بغیر جنازہ اس لئے جارہا ہوں کہ تمہیں علم ہو کہ اس کی موت بدعت ہر ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاج7ص117)

مردوں کے عیب بیان نہ کرنے کے حوالے سے بھی سخت مغالطہ دیا جاتا ہے حالانکہ صاحب درمختار کہتے ہیں کہ اگر میت کو غسل دیتے ہوئے مردے کے جسم پر کوئی عیب دیکھے تو اسے بیان نہ کرے کہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ کہ اپنے مردوں کے محاسن کا توذکر کرو مگر برائی سے کف لسان کرو۔ علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حدیث پر عمل اس صورت میں ہے کہ جب وہ مردہ "بدعتی" نہ ہو اگر بدعتی ہو تو ضرور بیان کرنا چاہیئے تاکہ دوسروں کیلئے مقام عبرت ہو۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق اہل سنت کے مردوں سے ہے نہ کہ بدعتی و اہل بدعت سے لہذا ان کے مرنے کے بعد بھی ان کی گمراہیوں کو بیان کرنا عین مزاج شریعت ہے تاکہ لوگ ان کی بدعات میں ملوث ہونے سے بچیں۔

وَإِنْ رَأَى بِهِ مَا يُكْرَهُ لَمْ يَجُزْ ذِكْرُهُ، لِحَدِيثِ اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ۔۔۔قَوْلُهُ لَمْ يَجُزْ ذِكْرُهُ) أَيْ مَا لَمْ يَكُنْ الْمَيِّتُ صَاحِبَ بِدْعَةٍ لِيَرْتَدِعَ غَيْرُهُ، كَمَا قَدَّمْنَاهُ۔

(شامی ج ۲، ص ۲۳۹)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (دسویں اور آخری قسط)

غیر مقلدین کا قیاسی دین

علماء کے فتوی پر قیاس / آنکھ پر دیگر اعضاء کو قیاس

کسی شخص نے سوال کیا:

"جسم ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ کیا کسی کو خون، گردے، آنکھ یا جسم کا کوئی بھی حصہ عطیہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔"

حافظ ثناء اللہ مدنی غیر مقلد نے اس سوال کے جواب میں لکھا:

"سعودی عرب کی ہیئت کبار العلماء (علماء کی سپریم کونسل) نے بھی اکثریت سے مردہ کے اعضاء کی منتقلی کے جواز کا فتوی صادر کیا ہے... مطالعہ، بحث و تمحیص اور باہمی تبادلۂ خیالات کے بعد علماء کے اجلاس میں اکثریت کے ذریعے درج ذیل فتویٰ طے پایا: کسی انسان کی موت کا تعین ہو جانے کے بعد اس کی آنکھ کے ڈھیلے کو منتقل کر کے کسی ایسے مسلمان کی آنکھ میں پیوند کرنا جائز ہے جو مجبور ہو اور پیوند کاری کے اپریشن کی کامیابی کے بارے میں ظن غالب ہو... (نامور کمیٹی، بورڈ آف دی گریٹ سکالرز) آنکھ پر دیگر انسانی اعضاء کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ نیز خون وغیرہ دینے کا معاملہ نسبتاً سہل ہے، لہٰذا بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ صفحہ ۷۱۲، ۷۱۱)

اس عبارت کے مطابق مرنے والے کی آنکھ کسی کو عطیہ کرنے کا جواز پہ علماء کا فتوی ہے۔ ثناء اللہ صاحب آنکھ پر دیگر انسانی اعضاء کے عطیہ کرنے کو قیاس کر رہے ہیں۔ یعنی علماء کے فتوی پر قیاس کیا، نہ کہ قرآن و سنت پر۔

مسئلہ سود میں چھ چیزوں پر دیگر اشیاء کو قیاس

حدیث میں چھ چیزوں کے متعلق ہدایت ہے کہ انہیں کمی و بیشی کے ساتھ نہ بیچو۔ چھ کے علاوہ باقی چیزوں کی بابت کیا حکم ہے؟ علماء نے باقی چیزوں کو بھی کچھ شرائط کے ساتھ انہی چھ پر قیاس کیا ہے چنانچہ مولانا محمد اسماعیل

سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بعض نے انہی چھ چیزوں میں کمی بیشی کو حرام قرار دیا ہے اور بعض نے دوسری چیزوں کو بھی انہی پر قیاس کیا ہے۔ اس حدیث کا آخری فقرہ ثانی کی تائید کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علت مشترکہ تول ہے، غذائیت نہیں۔

(مشکوۃ مترجم: ۲/ ۲۹۳)

مکھی پر دیگر چیزوں کو قیاس

حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ علم نے مکھی کے علاوہ ہر اُس جانور کو بھی مکھی پر قیاس کیا ہے جس کا خون بہنے والا نہیں اور کہا ہے کہ شہد کی مکھی، بھڑ، مکڑی اور بچھو وغیرہ کا یہی حکم ہے، یعنی ان میں سے کوئی بھی جانور پانی میں گر کر مر جائے تو پانی پاک ہی رہتا ہے۔"

(فقہ الاسلام شرح بلوغ المرام صفحہ ۴۶)

اونٹ پر بقیہ جانوروں کو قیاس

حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ کا لعاب دہن پاک ہے اور اس پر قیاس کرتے ہوئے اہلِ علم نے تمام ماکول اللحم جانوروں کا لعاب پاک قرار دیا ہے۔"

(فقہ الاسلام شرح بلوغ المرام صفحہ ۵۳)

استحاضہ پر باقی بیماریوں کو قیاس

حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس حدیث پر قیاس کرتے ہوئے اہلِ علم نے ایسے شخص کے متعلق بھی یہی فتوی دیا ہے جسے سلسل البول (پیشاب کے قطروں کے مسلسل خروج) یا مسلسل ہوا کے خارج ہونے کی بیماری ہو۔ شیخ ابن جبرینؒ کا یہی فتوی ہے۔"

(فقہ الاسلام شرح بلوغ المرام صفحہ ۷۳)

پھل دار درختوں اور نہر کے کناروں پر باقی جگہوں کو قیاس

ایک روایت ہے جس میں پھل دار درختوں کے نیچے اور جاری نہر کے کنارے پر قضائے حاجت کرنے کی ممانعت ہے۔اس روایت کے تحت حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد نے لکھا:

”ان جگہوں پر قیاس کرتے ہوئے دیگر ایسی جگہوں جن کی لوگوں کو ضرورت ہو یا جن میں لوگ جمع ہوتے ہوں یا جہاں رفع حاجت لوگوں کی طرف سے لعنت ملامت کا باعث بن سکتی ہو مثلاً باغات اور عام میدان وغیرہ اُن میں بھی قضائے حاجت سے اجتناب کرنا چاہیے۔“

(فقہ الاسلام شرح بلوغ المرام صفحہ ۸۴)

تنبیہ: جس روایت پر مذکورہ قیاس کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اسے بلوغ المرام سے نقل کیا گیا ہے اور وہاں اسے ”بسند ضعیف“ لکھا ہوا ہے۔اور فقہ الاسلام کے حاشیہ میں بھی اسے ضعیف تسلیم کیا گیا ہے۔

کتابیہ کی عدت کو مومنہ کی عدت پر قیاس

مولانا محمد حنیف ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

” قرآن میں ان مطلقہ عورتوں کے بارے میں جو مومن ہیں اور ازدواجی و جنسی تعلق ان سے قائم نہیں ہوا، یہ مذکور ہے کہ فمالکم علیھن من عدۃ یعیدونھا لیکن قیاساً اس میں وہ عورتیں بھی داخل ہوں گی جو کتابیہ ہیں اور اس آیت میں المؤمنات کی جو قید مذکور ہے اس کو واقعی ٹھہرایا جائے گا۔“

(مسئلہ اجتہاد صفحہ ۱۴۳)

ندوی صاحب کی غرض یہ ہے کہ کسی مرد مومن نے مومنہ عورت سے نکاح کیا ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ اسے طلاق دے دی تو ایسی عورت پر عدت نہیں۔کتابیہ عورت یعنی یہودی وعیسائی عورت سے کسی مرد نے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے اسے طلاق دے دی تو اس عورت کی بھی عدت نہیں۔یعنی رخصتی سے پہلے طلاق ہونے کی صورت میں مومن عورت کی عدت بھی نہیں اور کتابیہ کی بھی نہیں۔البتہ فرق یہ ہے کہ ایسی صورت میں مومنہ عورت کی عدت کا نہ ہونا قرآن سے ثابت ہے جب کہ کتابیہ عورت کی عدت کا نہ ہونا قیاس سے۔کتابیہ کی عدت کو مومنہ عورت پر قیاس کیا گیا۔

قیاس کی قسم تنقیح المناط

پروفیسر قاضی مقبول احمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”قیاس کی دوسری قسم یہ ہے کہ شریعت کا حکم کسی سبب پر مبنی ہو اور اس کے ساتھ جو اَوصاف ہوں، وہ ملحوظ نہ ہوں۔ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس نے رمضان میں بیوی سے ہم بستری کی ہے۔ آپؐ نے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ اَب یہ بات غیر متعلقہ ہے کہ کس نے حالت روزہ ہم بستری کی۔ یہ بھی غیر متعلقہ بات ہے کہ وہ ماہِ رمضان خاص تھا۔ کفارہ کا سبب رمضان میں حالتِ روزہ میں وظیفہ زوجیت ہے۔ لہذا اس پر قیاس کرکے کہا جائے گا کہ جو شخص بھی ایسا کرے گا اس پر کفارہ لازم ہے۔ قیاس کی یہ دونوں اقسام اہل الظاہر، داود ظاہری اور ابن حزم بھی مانتے ہیں۔ اس قیاس کو تنقیح المناط کہا جاتا ہے۔“

(اسلام اور اجتہاد صفحہ ۱۸۶)

قربانی کو صدقہ پر قیاس اور قیاس مع الفارق

غیر مقلدین کے ایک گروہ کی رائے میں میت کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے۔ مگر حافظ عبد الستار کے نزدیک میت کی طرف سے قربانی کا جواز قیاسی مسئلہ ہے، اور مزید دکھ کہ یہ مسئلہ ان کے بقول قیاس مع الفارق کی قبیل سے ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”کہا جاتا ہے کہ قربانی ایک مالی صدقہ ہے اور میت کی طرف سے مالی صدقہ بالاجماع جائز ہے، لہذا میت کی طرف سے قربانی بھی جائز ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دلیل انتہائی محل نظر ہے کیوں کہ اس میں صدقہ پر قیاس کیا گیا ہے اور یہ قیاس مع الفارق کی ایک قسم ہے۔“

(فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۵/ ۳۹۲)

اذانِ عثمانی قیاسی ہے اور قابل عمل بھی

عبد العزیز حقانی غیر مقلد (جامعۃ اصلاح المومنین جھار کھنڈ) لکھتے ہیں:

”واضح رہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز کے لئے اذان

ثالث کو دوسری نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے جاری فرمایا اور یہ اس طرح کہ کسی بھی نماز کے لئے اذان اس لئے دی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو نماز کے وقت سے خبردار کیا جائے۔ چوں کہ لوگوں کی کثرت کے باعث جمعہ کے دن ایسا ممکن نہ تھا کہ ایک ہی اذان سے سب کو اطلاع ہو جائے اور یقینا دیر سے آنے کی وجہ سے کثیر تعداد جمعے کا اجر ضائع ہونے کا اندیشہ تھا،اس لئے انہوں نے یہ اذان جاری کرادی۔ یقینا اگر آج بھی ایسی صورت ہو تو یہ عمل مشروع اور مباح ہو گا۔"

(تاثرات مسئلہ جمعہ کی اذان کا صفحہ ۵، تالیف:ابو طاہر بن عزیز الرحمن سلفی)

اس عبارت میں اعتراف ہے کہ اذانِ ثالث قیاسی عمل ہے اور یہ بھی کہ یہ اذان اپنی شرط کے مطابق مشروع و مباح بھی ہے۔

عیدین کا دوسرا خطبہ قیاسی ہے

غیر مقلد علماء کا دعویٰ ہے کہ عیدین کے دو خطبے کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں، مگر یہ دو خطبے دینا اُن کا معمول بھی ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے قیاس پیش کیا کرتے ہیں فتاوی علمائے حدیث وغیرہ کتابیں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ کئی غیر مقلدین نے اس قیاس کو غلط قرار دیا ہے۔ مثلاً

خرم شہزاد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"نماز عید کا صرف ایک خطبہ ہے اور دو خطبے دینا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نیز خطبہ عید کو جمعہ کے خطبوں پر قیاس کرنا بھی کسی طور پر درست نہیں کیوں کہ عبادات میں قیاس کا دخل نہیں۔"

(عید الاضحیٰ کے صحیح احکام و مسائل صفحہ ۲۹)

حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"خطبہ عید کو جمعہ کے خطبوں پر قیاس کرنا بھی کسی طور پر درست نہیں کیوں کہ عبادات میں قیاس کو دخل نہیں۔"

(پانچ اہم مسائل صفحہ ۷۲)

گم شدہ جانور پر باقی چیزوں کو قیاس

حدیث میں ہے کہ جو شخص مسجد میں کسی کو گم شدہ (ضالہ) کا اعلان کرتے ہوئے پائے تو اسے کہے اللہ تمہاری چیز واپس نہ لوٹائے۔

اس حدیث کے ذیل میں حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ضالہ گم شدہ جانور کو کہتے ہیں لیکن دوسری اشیاء کو بھی اس پر قیاس کر لیا جاتا ہے۔ البتہ دوسری گم شدہ اشیاء کے لئے لغت میں ضائع اور لقطۃ کے الفاظ بھی موجود ہیں۔"

(فقہ الاسلام: ۱/ ۱۶۵، فقہ الحدیث پبلی کیشنز)

لاہوری صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں گم شدہ جانور کا اعلان کرنا از روئے حدیث ممنوع ہے اور جب کہ باقی گم شدہ چیزوں کے اعلان کا ممنوع ہونا قیاس سے ثابت ہے۔ لہذا جس طرح مسجد میں گم شدہ جانور کے اعلان کرنے والے کو بد دعا دینے کی تعلیم ہے کہ اللہ تیرا جانور تجھے واپس نہ لوٹائے تو یہی بد دعا اس شخص کو بھی دی جانی چاہیے جو جانور کے علاوہ دیگر اشیاء کے گم شدگی کا اعلان کر رہا ہو۔

فقہ الاسلام کے سرورق پر "نظر ثانی: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ، پروفیسر عبد الجبار شاکر حفظہ اللہ، پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ حفظہ اللہ۔" لکھا ہوا ہے۔

عقیقہ کی شرائط کو قربانی پر قیاس

عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور والی شرطیں ہونا لازمی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ غیر مقلدین کے ایک گروہ کے ہاں عقیقہ کے جانور میں قربانی والی شرطین ہونا ضروری ہیں جب کہ ان کے کئی علماء نے دعوی کیا ہے کہ عقیقہ میں ان شرطوں کا ہونا قیاس سے ہی ثابت ہے، نہ کہ حدیث سے۔

چنانچہ مولانا عبد الرحمن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قالوا بالاشراط لیس لھم دلیل غیر القیاس ۔"

(تحفۃ الاحوذی: ۵/ ۹۹)

یعنی قربانی کے جانور والی شرطیں عقیقہ کے جانور میں لازم قرار دینے والوں کے پاس قیاس کے علاوہ کوئی دلیل نہیں۔

حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد نے تحفۃ الاحوذی کا مذکورہ حوالہ نقل کر کے لکھا:

"تاہم عقیقہ کے جانور کے ساتھ متقارب یا مساوی کی قید اس بات کی متقاضی ہے کہ شریعت نے قربانی کے جانور میں جن عیوب و نقائص سے بچنے کا حکم دیا ہے انہیں عقیقہ کے جانور میں پیش نظر رکھنا چاہیے۔"

(پانچ اہم مسائل صفحہ ۱۸۵)

صفاتِ الٰہی بھی قیاس کا مبنیٰ

مولانا محمد حنیف ندوی غیر مقلد نے "صفاتِ الٰہی بھی قیاس کا ایک مبنی ہو سکتی ہے۔" عنوان قائم کر کے لکھا:

"ہمارے فقہاء نے موارد قیاس و اجتہاد کو صرف ان احکام و آیات تک یا ان نصوص سنت تک محدود کر دیا ہے جن میں زیر بحث مسئلہ کسی قدر تفصیل کا حامل ہو سکتا ہے لیکن ایک بہت بڑا مبنیٰ نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور عموماتِ رحمت و ربوبیت کے تقاضوں کو دیکھا جائے کہ ان سے ہمیں کیا متعین ہدایات مل سکتی ہیں۔"

(مسئلہ اجتہاد صفحہ ۱۳۴)

عالَم برزخ کو عالَم دنیا پر قیاس

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مترجم کہتا ہے جب آں حضرتؐ کو عین خطبے کی حالت میں ان دونوں صاحب زادوں [سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما (ناقل)] کا زمین پر گرنا اور پڑنا گوارا نہ ہوا اور آپ نے خطبہ چھوڑ کر ان کو اُٹھالیا اور آپ سے صبر نہ ہو سکا تو قیاس کرنا چاہیے کہ عالم برزخ میں آپ کا حال کیا ہوا ہو گا، آپ کو کس قدر صدمہ اور کیسی بے قراری ہوئی ہو گی جب چند اشقیائے ندنہاد نے ان دونوں صاحب زادوں کو بڑی بے رحمی کے ساتھ شہید کیا۔"

(رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجۃ: ۳/ ۲۲۷)

علامہ صاحب کی رائے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر اطہر میں سیدنا حسن و حسین رضی اللہ

عنہما کی شہادت کی وجہ سے دکھ ہوا ہوگا اور کتنا دکھ ہوا ہوگا یہ بات انہوں نے قیاس کے ذریعہ جانی اور بتلائی۔

سونے وچاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت قیاسی ہے

حدیث میں سونے وچاندی کے برتنوں کو کھانے وپینے میں استعمال کرنے سے روکا گیا مگر کئی علماء اور متعدد غیر مقلدین کا نظریہ ہے کہ جس طرح ان برتنوں میں کھانا پینا ممنوع ہے، اسی طرح دوسرے استعمال میں لانا بھی ممنوع ہے۔ جب کہ علامہ وحید الزمان غیر مقلد انہیں دوسرے استعمال میں لانے کے مسئلہ کو قیاسی کہتے ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ان کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں سوائے قیاس کے۔“

(رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجہ: ۳/۱۳۶، مہتاب کمپنی لاہور)

قیاس سے چیزوں کو حرام قرار دینا

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد قیاس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ان دونوں انتہاء پسندانہ نکتہ ہائے نظر کے مابین ائمہ سلف کا نکتہ نظر یہ ہے کہ اجتہاد شرعی حکم کی تلاش کا نام ہے۔ یعنی جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا ہے کہ جس کا حکم واضح اور صریح انداز میں قرآن وسنت میں موجود نہ ہو تو قرآن وسنت کی وسعتوں اور گہرائیوں میں سے اس واقعے سے متعلق حکم شرعی کو مستنبط کرنا اجتہاد ہے۔ استنباط کسی چیز سے ہوتا ہے مثلاً پانی اگر کنویں میں موجود ہے تو اس کے استنباط کا مطلب کنویں سے پانی نکالنا ہے، نہ کہ کنویں کے باہر سے پانی حاصل کر لینا۔ اسی طرح حکم شرعی کو قرآن وسنت سے نکالنا اجتہاد ہے، نہ کہ باہر سے کسی اور خارجی ذریعے سے معلوم کرنا۔ پس قیامت تک آنے والے مسائل کا حل کتاب و سنت موجود ہے۔ بعض مسائل کے بارے میں قرآن وسنت نے صریح الفاظ میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے جب کہ اکثر اوقات قرآن وسنت کا منہج یہ رہا ہے کہ وہ ایسے ضوابط، علل اور اسباب بیان کر دیتے ہیں کہ جن کے ساتھ احکام معلق ہوتے ہیں لہٰذا جو جزئیات بھی کسی کلی ضابطے کے تحت آتی ہوں، ان سب کا حکم ایک جیسا ہوگا۔ اسی طرح اگر شرع نے کسی چیز کو کسی علت کی وجہ سے حرام کیا ہے تو وہ علت جن اشیاء میں بھی پائی جائے گی وہ حرام متصور ہوں گی۔ پس قرآن وسنت

نے بعض اشیاء کی حرمت تو صریح الفاظ میں بیان کر دی ہے اور اکثر اوقات ایسی علل بیان کر دی ہیں جو کسی چیز کو حرام بنا دیتی ہیں لہذا ان علل کی وجہ سے جب ہم کسی چیز کو حرام ٹھہرائیں گے تو اگرچہ ہم یہی کہیں گے کہ فلاں چیز نص سے حرام ہوئی ہے اور فلاں قیاس سے، لیکن دونوں چیزوں کا حکم شریعت یا نصوص میں موجود ہے، ایک کا صراحتاً اور دوسری کا قیاساً۔"

(مکالمہ صفحہ ۱۴۱، ۱۴۰... ناشر: دار الفکر الاسلامی ... طبع اول: جنوری ۲۰۱۸ء.... ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلامیہ)

حافظ زبیر صاحب کی تصریح کے مطابق قیاس سے بھی چیزوں کو حرام قرار دیا جاتا ہے۔ آئندہ کچھ مسائل کا درج ہوں گے جنہیں غیر مقلدین نے قیاس سے حرام بتایا ہے۔

نشہ آور چیزوں کو شراب پر قیاس

مولانا محمد حنیف ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"فقہاء اور اصولیوں نے صحت تعلیل کے لئے ارکان شرائط کی ایک مقدار متعین کر دی ہے ارکان چار ہیں:.... (۴) علت: وہ وصف جامع جو مقیس علیہ اور مقیس دونوں میں پایا جاتا ہے جیسے خمر مثلاً اصل ہے۔ نبیذ یا کوئی اور مشروب فرع ہے سکر کو علت سے تعبیر کریں گے جو نبیذ اور خمر دونوں میں جاری و ساری ہے اور تحریم کو حکم کہیں گے۔"

(مسئلہ اجتہاد صفحہ ۱۴۸)

دیگر مشروبات کو شراب پر قیاس

مولانا محمد حنیف ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"شراب جس کے لئے خمر کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں بالاتفاق حرام ہے لیکن کئی ایسے ایسے مشروبات بھی ہیں جو اور اور ناموں کے ساتھ پکارے جاتے ہیں اور ان سے متعلق کوئی نص کتاب و سنت میں نہیں پائی جاتی۔ سوال یہ ہے کہ ان کا حکم کیا ہے کیا حرمت شراب کی نص صرف شراب ہی تک محدود رہے گی یا اس کے اندر کوئی ایسی علت مانی جائے گی جس کا اطلاق ایسے تمام مشروبات پر ہو سکے جو اگرچہ شراب کے نام سے موسوم نہیں ہیں لیکن شراب کی

تمام کیفیات ان میں پائی جاتی ہیں۔ جواب یہ ہے کہ حرمت دَر اَصل شراب کی نہیں بلکہ ایک متعین علت کی ہے جو اس میں پنہاں ہے اور وہ ہے سکر۔ شراب چوں کہ اس سکر کی حامل ہے اس لئے حرام ہے۔ اس طریقِ فکر سے ثابت ہوتا ہے کہ بربنائے تعلیل و تجزیہ کچھ اور مشروبات بھی حرام ٹھہرائے جاسکتے ہیں بشرطیکہ یہ ثابت ہوجائے کہ یہ مسکر ہیں۔"

(مسئلہ اجتہاد صفحہ ۱۴۷)

ہیروئن کو شراب پر قیاس

پروفیسر قاضی مقبول احمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قرآن وسنت میں کوئی ایسی نص موجود نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ ہیروئن پینا حرام ہے کہ نہیں ہے۔ مگر یہ معلوم ہے کہ خمر حرام ہے اور اس کے حرام ہونے کی وجہ اور علت نشہ ہے۔ لہذا ہم نے ہیروئن کو شراب پر قیاس کیا۔ چوں کہ دونوں میں نشہ کا پایا جانا ایک مشترکہ علت ہے لہذا ہیروئن کا حکم بھی وہی ہے جو کہ شراب کا ہے۔"

(اسلام اور اجتہاد صفحہ ۱۸۵)

نبیذ کو شراب پر قیاس

حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد "قیاس کے ارکان وشرائط" عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"اصل: مقیس علیہ یعنی جس پر قیاس کیا جائے۔ ۲۔ فرع: مقیس یعنی جس چیز کو قیاس کیا جائے۔ ۳۔ حکم: جو حکم قیاس کے بعد لگایا جائے۔ ۴۔ عِلّت: جو مقیس اور مقیس علیہ میں مشترک ہو۔ اور قیاس کا سبب ہو مثلاً: خُمُر اَصل ہے۔ نبیذ فرع ہے۔ نشۂ علت مشترکہ ہے۔ اور حرام ہونا حکمِ شرع ہے۔"

(اختلاف امت کا المیہ صفحہ ۳۹... اشاعت دوم سن: ۱۹۷۹ء... طبع: فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان... ملنے کے پتے: ۱۔ حکیم فیض عالم صدیقی جامع اہلِ حدیث محلہ مستریاں جہلم ۲۔ فاروقی کتب خانہ بوہڑ گیٹ ملتان)

نبیذ کھجور کے شربت کو کہتے ہیں۔ یہاں کھجور کا وہ شربت مراد ہے جس میں نشہ پیدا ہو جائے۔ حکیم

صاحب بتانا یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح شراب نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام ہے، اسی طرح نبیذ بھی حرام ہے۔ فرق اتنا ہے کہ شراب کا حرام ہونا نصوص (قرآن و حدیث) سے ثابت ہے جب کہ نبیذ کا حرام ہونا بقول حکیم صاحب قیاس سے ثابت ہے۔

حکیم صاحب کی اس کتاب ''اختلاف امت کا المیہ'' کے سرورق پر جو کچھ لکھا ہے اس میں یہ درج ذیل بات بھی ہے:

''اس وقت صرف اہلِ حدیث ہی اہل سنت والجماعت کہلانے میں حق بجانب ہیں۔''

قیاس کر کے خود رائی مجتہد بننے کا ظلم

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد نے مولانا عبد اللہ غیر مقلد (ڈیرہ غازی خان) کے متعلق لکھا:

''مولوی صاحب موصوف حارث کی طرح قیاس کر کے خود رائی مجتہد بن کر یہ ظلم کرتے ہیں کہ اسماء الرجال کی کتابیں لے کر بیٹھ جاتے ہیں تو صحاح ستہ بلکہ صحیحین کی احادیث کے راویوں پر جرح مبہم اور مرجوح لے کر تعدیل و توثیق اور راجح کو ترک کرتے ہوئے ان احادیث کی تضعیف کرتے ہیں اور ذرہ بھر انصاف نہیں کرتے اور جب ضد اور تعصب سے لبریز ہو کر اپنے مخالف سے مقابلہ کرتے ہیں تو بے سند اور بے اصل احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔''

(فتاویٰ حصاریہ: ۲۸/۴)

امام بخاری کا نمازِ عشاء کے اجر کو نماز فجر کے اجر پر قیاس

غیر مقلدین جن لوگوں کو اپنا ہم مذہب کہا کرتے ہیں اُن میں ایک نمایاں نام امام بخاری رحمہ اللہ کا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی قیاس سے فتوی دیئے ہیں اور اُن کے یہ فتاویٰ حدیث کی کتاب بخاری شریف میں موجود ہیں۔ بندہ نے اُن کے متعدد قیاسی مسائل اپنی کتاب ''غیر مقلدین کا امام بخاری سے اختلاف'' میں نقل کر دیئے ہیں۔ یہاں بھی اُن کا ایک قیاسی فتوی ملاحظہ ہو۔

حافظ ابو النضر عبد الرحمن ازہر غیر مقلد لکھتے ہیں:

''قیاس العلۃ سے استنباط کرنے کی مثال: باب فضل صلوۃ الفجر فی جماعۃ''

امام صاحب نے اس باب میں اس حدیث کو نقل کیا جو اس شخص کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے

جو نماز کا انتظار کرتا ہے حتیٰ کہ اس کو ادا کر لیتا ہے یہ شخص اس آدمی سے زیادہ فضیلت والا ہے جو نماز عشاء کو ادا کر کے سو جاتا ہے۔ یہ حدیث نماز عشاء کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر دلالت کرتی ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے نماز فجر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی فضیلت کا استنباط قیاس العلیہ سے کیا ہے اور وہ ایسے کہ جب مذکورہ حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ آدمی نماز عشاء کی جماعت کا انتظار بڑی مشقت سے کرتا ہے تو یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز فجر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں زیادہ مشقت ہوتی ہے لہذا اس کا اجر بھی زیادہ مقدار میں ہو گا۔"

(اصول الاجتہاد: ۱/۱۴۸، شعبہ قرآن وسنت کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی، کراچی)

پاؤں کو ہاتھوں پر قیاس علامہ ابن تیمیہ کا فتویٰ

غیر مقلدین کے متعدد مصنفین علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ کو بھی اپنا غیر مقلد و اہلِ حدیث کہا کرتے ہیں تو اُن کے بھی قیاسی مسئلے یہاں ملاحظہ کر لیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں قمیص پہنتی تھیں اور قمیص پہن کر سب کام کاج انجام دیا کرتی تھیں لہذا جب عورت آٹا گوندھتی تھی، یا پیستی تھی، یا روٹی پکاتی تھی تو لامحالہ اپنے ہاتھ کو کھولتی تھی، پھر اگر حالتِ نماز میں ہاتھوں کا ڈھکنا واجب ہوتا تو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ضرور بیان فرماتے، اسی پر دونوں پیروں کو قیاس کرنا چاہیے۔"

(مسلمان عورت کا پردہ اور لباس صفحہ ۳۳، ترجمہ مقصود الحسن الفیضی، نظر ثانی وتقدیم مولانا صفی الرحمن مبارک پوری، مراجعہ مشتاق احمد کریمی، وزارت کے شعبہ مطبوعات و نشر کی زیر نگرانی طبع شدہ)

علامہ ابن تیمیہ کا قیاسی مسئلہ، کتے کے باقی اجزاء کو لعاب پر قیاس

حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے کہ کتے کا لعاب نص کی وجہ سے نجس ہے اور اس کے بقیہ اجزاء

قیاس کی وجہ سے۔ امام شوکانیؒ نے جس بات کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ مذکورہ حدیث سے کتے کا لعاب ہی نجس ہے، علاوہ ازیں اس کے باقی اعضاء مثلاً بال، گوشت، اور کھال وغیرہ پاک ہیں کیوں کہ اصل طہارت ہے اور اس کی ذات کی نجاست کے متعلق کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔"

(فقہ الاسلام شرح بلوغ المرام صفحہ ۴۲)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قیاسی مسئلہ کا حوالہ حاشیہ میں "مجموع الفتاویٰ: ۲۱/ ۲۲۰، ۲۱۶" دیا گیا ہے۔ جب کہ شوکانی کی رائے پر "المنتقی للباجی :۱/ ۷۳،السیل الجرار :۱/ ۳۷" حوالہ لکھا گیا۔

اس عبارت میں تاثر دیا جارہا ہے کہ قیاس استعمال کرو گے تو کتے کا گوشت اور کھال ناپاک ثابت ہوں گے، ورنہ انہیں پاک ماننا پڑے گا۔

علامہ ابن تیمیہ کے قیاس کی تغلیط

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ کا قیاس کچھ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔"

(فتاویٰ روپڑی: ۱/ ۲۸۵، ادارہ احیاء السنہ سرگودھا)

حافظ ابن قیم کا خلاف نص قیاس

متعدد غیر مقلدین نے حافظ ابن قیم حنبلی رحمہ اللہ کو "تارک تقلید" کہا ہے اور بعض نے تو یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ تقلید کے بخیے ادھیڑنے والے ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق کو کالعدم قرار دینے میں مولانا مبشر ربانی غیر مقلد کے بقول حدیث کے خلاف قیاس سے کام چلایا ہے۔ چنانچہ ربانی صاحب طلاق الحائض پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں نے یہاں قیاس سے کام لیا ہے جیسا کہ ابن قیم وغیرہ ہیں لیکن نص کے مقابلے میں قیاس فاسد الاعتبار ہے ملاحظہ ہو (فتح الباری ۹/ ۳۵۵)"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۳۷۵)

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

کیا امام صاحب نے اپنی تقلید کا حکم دیا تھا؟

دلائل کے میدان میں احناف سے شکست کھانے والی جماعت فرقہ غیر مقلدین اپنی غیر مقلدیت کی مردہ تحریک میں جان ڈالنے کیلئے مختلف قسم کے بے اصول و بے سر وپا اعتراضات کرتے ہیں تاکہ کم از کم کوئی عام بندہ شکوک کا شکار ہو گے فقہ حنفی سے بد ظن ہو کر مسلک غیر مقلدیت کو قبول کریں۔ اپنے خیال میں اعتراضات کا سہارا لیکر پھنسانا کوئی کمال نہیں کیونکہ عوام علمی اعتبار سے خالی الذھن ہوتے ہیں ان کو اگر کوئی دھری (یعنی منکر خدا) خدا کے موجود نہ ہونے پر دلائل دینا شروع کریں تو بھی یہ بندہ متاثر ہو گا کوئی عیسائی، ھیودی، یا شیعہ کا فر اپنے مسلک پہ دلائل بیان کرنا شروع کریں تو بھی یہ ان پڑھ عام آدمی اُس سے متاثر ہو جائیگا۔ کیونکہ اِسکو مختلف باطل مذاہب کے بارے میں کسی چیز کا علم ہی نہیں۔ لہذا ضرور یہ آدمی اعتراضات سے متاثر ہو کر اپنا مسلک چھوڑ جائیگا اپنا مسلک نہ چھوڑے کم از کم اپنے مسلک پہ بد ظن جائیگا۔ فرقہ غیر مقلدین ایک احمقانہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیا اِمام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی تقلید کا حکم دیا تھا؟ اگر حکم دیا تھا تو بتائیں کس کتاب میں ہے؟ اور اگر نہیں دیا تھا جو کہ یقیناً نہیں دیا تھا تو بتائیں کہ بعد کے مولویوں کو اِس بات کا کیا حق ہے کہ وہ لوگوں کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید پر مجبور کریں۔

جواب:

غیر مقلدین کے نزدیک دلائل دو ہیں کتاب اور سنت غیر مقلدین اِن دو دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے ثابت کریں کہ اُس مجتہد، امام و ماہر فن کی بات ماننی ہے جو اپنی زبان سے اپنی اتباع کا حکم دے ہم ضد نہیں کرتے اگر کوئی ایسا دلیل غیر مقلدین دکھادے تو بیشک ہم تقلید کو چھوڑ جائینگے۔

یاد رکھیں!

ہمارے اہل السنت والجماعت کے ہاں دلائل شرعیہ چار ہیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اُمت، اور قیاس مجتہد، ان چار دلیلوں سے جو مسئلہ ثابت ہو گا وہ شرعی مسئلہ ہو گا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مجتہد امام ہونا اُمت کے اجماع سے ثابت ہے جس کے منکر کو قرآن نے جہنمی کہاہے اور مجتہدین کی تقلید قرآن و سنت کے

دلائل سے ثابت ہے جس طرح قاری عاصم کوفی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں اپنی قراءۃ کو جمع کرکے عوام کے سامنے پیش کر دیا جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ لوگ اس کو پڑھیں، اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی فقہ عمل کرنے کیلیئے مدون کرائی بلکہ ساتھ یہ فرمادیا کہ اگر میرا کوئی قول حدیث کے خلاف ثابت ہو جائے تو قابل عمل نہ ہو گا لیکن آپ رحمہ اللہ کے بڑے بڑے شاگردوں نے واضح طور پر ان اقوال کو قرآن وسنت کے خلاف نہیں پایا۔ مسند الہند امام شاولی اللہ رحمہ اللہ اپنی عظیم کتاب حجة الله البالغه (صفحہ ۱۵۷) پہ امام ابو حنیفہ رحمہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"لاينبغي لمن لم يعرف دليلي ان يفتي بكلامي

یعنی مناسب نہیں ہے اُس شخص کیلیئے میرے قول وکلام کے ساتھ فتوی دینا جو میری دلیل کو نہیں جانتا۔

اس قول سے واضح ہوگیا کہ جو امام صاحب کی دلیل کی معرفت رکھتا تھا ان کو امام صاحب اپنے قول پر فتوای دینے کا حکم دیتے تھے۔ بالفاظ دیگر اپنے قول پر فتوی دینے کے حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ میری تقلید کرو۔ صرف الفاظ کا فرق ہے باقی مطلب ومفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ عقد الجید مجتبائی (صفحہ ۵۳) میں نقل فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ سے سوال ہوا آپ کوئی قول بیان کریں اور کتاب اللہ اسکے خلاف ہو تب کیا کرنا چاہیے امام صاحب نے جواب دیا:

اتركوا قولي بكتاب الله:

یعنی میرے قول کو کتاب اللہ کے مقابلے میں چھوڑ دو۔

عرض کیا گیا کہ جب خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو تو؟

فرمانے لگے:

اتركوا قولي بخبر الرسول صلي الله عليه وسلم

میرا قول اگر خبر رسول کے خلاف ہو تو میرا قول چھوڑ دو خبر رسول ہی کو لینا۔

عرض کیا گیا کہ جب آپ کا قول صحابہ کے قول کے خلاف ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ امام صاحب نے فرمایا:

اتركوا قولي بقولي الصحابة

کہ میرے قول صحابہ کے مقابلے میں نہ لینا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب یہی فرماتے تھے کہ میرا جو قول کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اسی طرح صحابہ کے خلاف نہ ہو تو اُسکو نہ چھوڑنا۔ اب نہ چھوڑنے کا مطلب کیا ہے یعنی میرے اقوال کو لے لینا اور یہی تقلید کا نام ہے با لفاظ دیگر امام صاحب کہنا یہ چارہے ہیں کہ میرے اقوال پر عمل کر یعنی میری تقلید کیجئے غیر مقلدین سوالات کا مدار صرف اور صرف اقرار پر ہی رکھتے ہیں یعنی امام صاحب کا اقرار دکھاؤ کہ تم میری تقلید کرو، اسی طرح امام صاحب کا اقرار دکھاؤ کہ فقہ اکبر میری کتاب ہے یا امام صاحب کا اقرار دکھاؤ کہ تقلید واجب ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ ہر جگہ اقرار کا مطالبہ کرنے سے دین و دنیا کے بہت سے امور کا انکار لازم آتا ہے مثلاً کوئی منکر حدیث یہ وسوسہ ڈال سکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا قول و اقرار دکھادے کہ میں محدث ہو یا میں مؤمن ہوں یا مجھے محدث ماننا۔ اگر یہ اقرار آپ نہ دکھادے تو نعوذ باللہ امام بخاری کا محدث یا مؤمن ہونا ثابت نہ ہو گا۔ اسی طرح کوئی منکر صحابہ اگر یہ مطالبہ کریں کہ ہر ہر صحابی کا قول و اقرار دکھادے کہ میں صحابی ہو مجھے مان لو تب میں اُن کو صحابی تسلیم کرونگا ورنہ نہیں۔ کیا کوئی صحابی سے یہ الفاظ اس منکر کو دکھاسکتے ہیں ہر گز نہیں۔ لہذا ان جیسے تمام سوالات غلط ہے۔

ایک اور آسان مثال:

طبیب، ڈاکٹر کے پاس ہر قسم کی دوائیاں اور نسخے موجود ہوتے ہیں مگر وہ اپنے جگہ پہ بیٹھا رہتا ہے یہ اعلانات نہیں کرتے کہ آؤ میرے ہی دوا استعمال کرو۔ بلکہ ڈاکٹر، طبیب کے نسخوں کا موجود ہونا یہ دلالت اس بات پر کرتی ہے کہ یہ دوائیاں اور نسخے مریض کے استعمال کرنے ہی کیلئے ہیں۔ بالکل اسی طرح اسی طرح امام صاحب نے فقہ کو مدون کرادیا جو کہ بارہ لاکھ سے زیادہ مسائل پر مشتمل ہیں۔ اب اگر چہ امام صاحب یوں نہیں کہتے کہ میری فقہ کو مان لو، اسکی تقلید کرو۔ بلکہ فقہ کے مسائل کا لکھنا یہ دلالت ہے اس بات پہ کہ یہ مسائل عمل کرنے کیلئے ہی ہے۔ اور اس عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اتباع کامل نصیب فرمائے، آمین

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، مدیر اعلی مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ (قسط:۱۱)

مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث

(باب نمبر:۱۵)

غیر مقلدین کے چند مزید شبہات کا ازالہ

تین طلاقوں کو ایک قرار دینے پر حدیث ابن عمر سے استدلال

مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد ”ایک ساتھ کی تین طلاقوں کے بعد رجوع کا ایک اور واقعہ“ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

”حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جو طلاق اپنی بیوی صاحبہ کو دی تھی جس کے بعد حضور نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ بھی اسی طرح ایک ساتھ کی تین طلاقیں تھیں، چنانچہ نووی شرح صحیح مسلم میں ہے کہ ”وقع فی بعض روایات حدیث ابن عمر انہ طلق امراتہ ثلاثا یعنی بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے اپنی بیوی صاحبہ کو تین طلاقیں ایک ساتھ دی تھیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجوع کرنے کو فرمایا۔“

(نکاح محمدی صفحہ ۱۰۳، ناشر اہل حدیث اکیڈمی مؤناتھ بھنجن یوپی)

الجواب:

بعض روایات کا ماخذ اور پھر اس کی اسنادی حیثیت ذیل میں ملاحظہ ہو۔ رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ مُوْسٰی بْنِ اِسْحَاقَ الْاَنْصَارِی نَا اَحْمَدُ بْنُ صَبِیْحٍ الْاَسْدِی نَا طرِیْفُ بْنُ نَاصِحٍ عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ عَمَّارِ الدّھنی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ قَالَ سَئَلْتُ اِبْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَہٗ ثَلَاثًا وَھِیَ حَائِضٌ فَقَالَ اَتَعْرِفُ ابْنَ عُمَرَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ طَلَّقْتُ امْرَأَتِیْ ثَلَاثًا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھِیَ حَائِضٌ فَرَدَّھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی السُّنَّۃِ۔ یعنی امام ابو زبیر محمد بن مسلم مکی اسدی نے کہا کہ میں نے ابن عمر سے پوچھا کہ جو آدمی حالتِ حیض میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے اس کا کیا حکم ہے؟ ابن عمر نے جواب دیا کہ

میں نے عہد نبوی میں اپنی بیوی کو بحالت حیض تین طلاقیں دی تھیں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت کی طرف لوٹا دیا۔(سنن دار قطنی ص ۴۲۷ ج ۲، علل المتناهية ابن الجوزی ص ۱۵۰ ج ۲، مختصر العلل المتناهية للذهبی، میزان الاعتدال ترجمہ طریف بن ناصح ولسان المیزان ترجمہ طریف کتاب الاباطیل للجوزقانی ص ۱۴۴۔۱۴۵ ج ۲) مذکورہ بالا روایت کو نقل کرنے کے بعد امام دار قطنی نے فرمایا کہ: هٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ مِنَ الشِّيْعَةِ وَالْمَحْفُوْظُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ وَاحِدَةً فِي الْحَيْضِ ۔یعنی روایت مذکورہ کے تمام رواۃ شیعہ ہیں اور محفوظ بات یہ ہے کہ ابن عمرؓ نے حالتِ حیض میں اپنی بیوی کو صرف ایک طلاق دی تھی۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۷۸)

ندوی صاحب نے اَز خود بھی اس روایت کو ضعیف تسلیم کیا اور اس کے بالمقابل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بابت تسلیم کیا کہ انہوں نے حالتِ حیض میں ایک ہی طلاق دی تھی، نہ کہ تین طلاقیں۔ چنانچہ ندوی صاحب آگے دار قطنی وغیرہ میں درج مذکورہ بالا روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ ابن عمر نے اپنی حائضہ بیوی کو صرف ایک ہی طلاق دی تھی اور عمار دہنی والی روایت میں علتِ قادحہ یہ ہے کہ اس کے دو راوی طریف بن ناصح اور احمد بن صبیح اسدی غیر معروف ہیں، ورنہ شیعہ ہونا ثقاہت کے منافی نہیں ہے۔ نیز اس میں دوسری علت قادحہ یہ ہے کہ اس کا مضمون ثابت شدہ امر واقع کے خلاف ہے اور ثابت شدہ امر واقع کے خلاف غیر معروف رواۃ کے بارے میں موجود ہے کہ ان لوگوں کی بیان کردہ بات ثقہ رواۃ کے بیان کے خلاف ہے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۷۸)

ندوی صاحب نے مذکورہ حدیث کا ضعیف ہونا تسلیم کر لیا۔ اُن کی طرف سے یہ کہنا "شیعہ ہونا ثقاہت کے منافی نہیں" یہ بات مسئلہ تین طلاق میں مفید نہیں۔ اس لئے کہ بدعتی کی ثقاہت الگ چیز ہے۔ بدعتی کی وہ روایت جو اس کے مذہب کی تائید میں ہو وہ ضعیف ہوتی ہے۔ شیعہ کے ہاں تین طلاقیں دینے سے ایک واقع ہوتی ہے۔ اس اصول کے مطابق راوی کا شیعہ ہونا روایت کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے، اگرچہ بذات خود راوی ثقہ ہو۔

ندوی صاحب نے مذکورہ حدیث کو ضعیف کہنے کے ساتھ ساتھ اس سے استدلال کو بھی غلط قرار دیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

”اگر کوئی کہے کہ چوں کہ اس کے مطابق تین طلاقوں کے بعد بھی رجوع کی اجازت دربارِ نبوی سے ملی تھی اس لئے یہ روایت بھی ایک وقت کی طلاقِ ثلاثہ کے ایک رجعی طلاق ہونے کی دلیل ہے تو ایسے آدمی کا یہ طریقِ استدلال اگرچہ فی الحقیقت غلط ہو گا مگر...“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۷۹)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ہمیں اعتراف ہے کہ قصہ ابن عمر رضی اللہ عنہ میں مروی صحیح حدیث میں صرف ایک ہی طلاق کا ذِکر ہے اور جن میں طلاقوں کا ذِکر ہے وہ روایات ضعیف ہیں۔“

(دین الحق:۲/۶۶۲، مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر ۲۰۰۱ء)

مولانا محمد یحیٰ گوندلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مولانا داود صاحب تحقیقی اور تصنیفی میدان میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔“

(افتتاحیہ: تحفہ حنیفہ صفحہ ۳۰)

مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ جوناگڑھی صاحب وغیرہ آلِ غیر مقلدیت نے صحیح حدیث کے مقابلہ میں ضعیف روایت کو سینے سے لگا رکھا ہے۔

صحیح مسلم: باب تحریم طلاق الحائض:۱/۴۷۷ میں امام محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ:

”مَکَثْتُ عِشْرِیْنَ سَنَةً یُحَدِّثُنِیْ مَنْ لَّمْ اَتَّهِمُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا وَّهِیَ حَائِضٌ فَاُمِرَ اَنْ یَّرْجِعَهَا فَجَعَلْتُ لَا اَتَّهِمُهُمْ وَلَا اَعْرِفُ الْحَدِیْثَ حَتّٰی لَقِیْتُ اَبَا غَلَّابٍ یُوْنُسَ بْنَ جُبَیْرٍ الْبَاهِلِیْ وَکَانَ ذَا ثَبْتٍ فَحَدَّثَنِیْ اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ فَحَدَّثَهٗ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ تَطْلِیْقَةً وَّهِیَ حَائِضٌ فَاُمِرَ اَنْ یُّرَاجِعَهَا۔“

رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے مذکورہ بالا حدیث کو نقل کر کے یوں ترجمہ کیا:

”امام محمد بن سیرین نے کہا کہ کچھ ایسے لوگ جن کو میں متہم نہیں سمجھتا تھا، بیس سال

تک مجھ سے بیان کرتے رہے کہ ابن عمر نے بحالت حیض تین طلاقیں دی تھیں جن کے بعد بھی انہیں رجوع کا حکم دیا گیا تھا مگر میں یہ حدیث ٹھیک سے سمجھ نہیں پا رہا تھا یہاں تک کہ میری ملاقات ابو غلاب یونس بن جبیر باہلی سے ہوئی جو ثقہ تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ابن عمر سے میں نے پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض ایک طلاق دی تھی جس کے بعد مجھے مراجعت کا حکم دیا گیا تھا۔"

رئیس محمد ندوی اس حدیث کو درج کر کے صحیح مسلم کے ساتھ دار قطنی: ۲/۴۲۸، کتاب الاباطیل للجوزقانی: ۲/۱۴۶ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ (تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۷۶)

فائدہ:

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ جس روایت میں ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حالتِ حیض میں تین طلاقیں دیں اور انہیں ایک رجعی قرار دیا گیا۔ یہ روایت غیر ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کے اس فریق کے خلاف ہے جو حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق کو سرے سے واقع نہیں مانتا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نادم ہو کر رجوع کر لیا تھا

عام غیر مقلدین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کر کے کہتے ہیں کہ انہوں نے مسئلہ تین طلاقوں کے نفاذ سے رجوع کر لیا تھا۔ مسئلہ تین طلاق کے متعلق لکھی گئی غیر مقلدین کی اکثر تحریروں میں یہ دعویٰ مذکور ہے۔

الجواب:

عرض ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت ضعیف بلکہ من گھڑت ہے جیسا کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے محدثین کے حوالوں سے ثابت کیا ہے۔

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۱۰۵)

محدثین کے حوالہ جات کے لیے تو "عمدۃ الاثاث" کا مطالعہ فرمائیں، البتہ یہاں غیر مقلدین کا اعتراف ملاحظہ پڑھ لیں۔

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اپنے مضمون کے آخر میں میں نے اغاثة اللهفان کے حوالہ سے لکھا تھا کہ حضرت عمرؓ کو آخر میں اس تعزیری فیصلے پر ندامت ہوئی۔ جس کے جواب میں قاری صاحب موصوف فرما رہے ہیں کہ اس روایت میں ایک راوی خالد بن یزید کذاب ہے، لہٰذا یہ روایت نا قابلِ احتجاج ہے۔ قاری صاحب کی یہ تحقیق سر آنکھوں پر، ہمیں اس روایت کو ثابت کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔“

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ ۱۰۵)

کیلانی صاحب نے روایت کے راوی خالد بن یزید کو کذاب مان کر روایت کے من گھڑت اور نا قابلِ احتجاج ہونے کی تحقیق کو سر آنکھوں پر رکھ لیا ہے۔

غیر مقلدین کے ہاں ”محدث العصر“ کا لقب پانے والے مصنف شیخ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف تسلیم کر لیا ہے چنانچہ ان کے حالات میں حافظ شبیر احمد جمالی غیر مقلد (خطیب و مدرس نواب شاہ سندھ) لکھتے ہیں:

” ایک بار کسی شاگرد نے شیخ [زبیر علی زئی (ناقل)] رحمۃ اللہ علیہ سے ”اغاثة اللهفان لابن القيم“ کی اس روایت کے بارے میں سوال کیا جس میں آتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زندگی کے آخری ایام میں تین طلاقوں کے صادر ہونے پر کچھ افسوس کا اظہار فرمایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً کہا: اس کی اصل ابو بکر اسماعیلی کی ”مسند عمر“ میں اس سند سے ہے: ”اخبرنا ابويعلى حدثنا صالح بن مالك حدثنا خالد بن يزيد بن ابي مالك عن ابيه۔“ (اغاثة اللهفان ۱/۳۳۶) پھر آپ فرمانے لگے: یہ ضعیف ہے، کیوں کہ اس کی سند میں خالد بن یزید ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب ص۱۸۹، دار الحدیث القاہرہ)“

(ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو خصوصی اشاعت بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۲۰۸ طبع مکتبہ اسلامیہ)

ابو محمد خرم شہزاد غیر مقلد نے صحیح مسلم سے نقل کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کے وقوع کو نافذ کر دیا۔ پھر اس پر اپنا تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اپنے اس حکم سے رجوع (یعنی ایک مجلس کی تین

طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہو گی) کرنا ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ اور جو روایت رجوع کی ہے وہ ضعیف و مردود ہے۔"

(نماز وتر صفحہ ۱۰۹)

تنبیہ: خرم شہزاد نے وتر کے ذیل میں طلاقِ ثلاثہ کی بات چلا کر اپنے غیر مقلدین کو جھنجھوڑا ہے کہ تم وتر کے فلاں مسئلہ میں صحابی کی بات کو لیتے ہو تو طلاق ثلاثہ میں صحابہ کرام کا موقف قبول کیوں نہیں کرتے؟

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کی غلطی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بعد میں آپ کو اس فیصلہ پر بہت ندامت ہوئی۔"

(آئینہ پرویزیت صفحہ ۷۷۸)

کیلانی صاحب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو غلط قرار دینے پر جس مزعوم ندامت کو "سب سے بڑی دلیل" قرار دیا، وہ سرے سے اُن سے ثابت ہی نہیں جیسا کہ اوپر کیلانی سمیت متعدد غیر مقلدین کے حوالے مذکور ہوئے۔ جب غیر مقلدین کی مزعومہ سب سے بڑی دلیل اُن کے اپنے قلم سے ناکارہ ثابت ہو گئی تو اَب انہیں چاہیے کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو غلط قرار دینے سے باز آجائیں۔

حاصل یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مسئلہ طلاق کے حوالہ سے منسوب روایت ضعیف بلکہ من گھڑت ہے۔ حافظ ندیم ظہیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ضعیف، موضوع اور من گھڑت روایات و آثار کی کوئی وقعت و حیثیت نہیں ہے۔"

(حرف اول فضائل درود و سلام صفحہ ۶، اشاعت: فروری/ ۲۰۱۰ء، مکتبہ اسلامیہ)

یہاں ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے کہ غیر مقلدین ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چوں کہ حاکم وقت تھے اس لیے انہیں اختیار تھا کہ بطور سزا تین طلاقوں کا نفاذ کر دیں۔ دوسری طرف یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے اس فیصلہ پہ نادم ہو گئے تھے۔ اَب سوال یہ ہے کہ جب انہیں حاکم وقت ہونے کی بناء پر سزا دینے کا اختیار تھا اور اُن کی طرف سے یہ سزا دینا جائز تھا تو پھر اس پہ ندامت کیسی؟

مزید یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف غیر مقلدین ندامت کو منسوب کر کے کیا تاثر دینا چاہتے ہیں؟

یہی کہ انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ عرض ہے کہ رئیس محمد ندوی غیر مقلد اس مزعومہ ندامت کے باوجود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا رجوع نہیں مانتے۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا:

”بعد میں اس کے نفاذ پر نادم بھی تھے بلکہ یہی یقین ہے کہ اگر موصوف کچھ دنوں اور زندہ رہے ہوتے تو... اس فتوی سے اسی طرح رجوع کر لیتے جس طرح نصوص کتاب و سنت کے خلاف اپنے دوسرے فتوی سے رجوع کر چکے تھے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۵۰۸)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ندامت کا انتساب اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ

غیر مقلد مصنفین حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب ”اغاثۃ اللھفان“ سے نقل کیا کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسئلہ طلاق کے متعلق آخر عمر میں نادم ہو گئے تھے۔ یہ روایت ضعیف و من گھڑت ہے جیسا کہ اس پہ خود متعدد غیر مقلد مصنفین کے حوالہ ہم نے اوپر نقل کر دیئے ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ غیر مقلدین اس روایت سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آخر میں مسئلہ تین طلاق کے نفاذ والے فیصلہ پر نادم ہو گئے تھے یعنی انہیں تین طلاقوں کے تین قرار دینے پر افسوس ہوا۔ جب کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی یہ غرض نہیں، اُن کا مقصود اس روایت کو ذکر کرنے سے کچھ اور ہے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب لکھتے ہیں:

”اس کے بعد یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ خود علامہ ابن قیم نے اس روایت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رجوع ثابت کرنے کے لئے نہیں پیش کیا، نہ انہوں نے اس سے رجوع کرنا سمجھا ہے اور نہ وہ اس بات کے قائل ہی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجوع کیا بلکہ یہ سب مخالفین زمانہ کی طبع زاد باتیں ہیں جس کا منشاء بجز کم سوادی کے اور کچھ نہیں ہے، علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو جس غرض سے پیش کیا اس کو سمجھنے کے لئے ضرورت ہو گی کہ میں پورا سلسلہ کلام نقل کر دوں۔ سنئے بات یہ ہے کہ جب موصوف اپنے زعم میں تین طلاقوں کا ایک ہونا ثابت کر چکے تو ان کو یہ مشکل پیش آئی کہ جب تین طلاقیں ایک کے حکم میں ہیں اور ان کے بعد رجعت جائز ہے تو خلیفہ راشد حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے کیوں

ان کو تین قرار دیا اور ان کے بعد رجعت کو ممنوع کہا تو علامہ موصوف نے اس مشکل کا حل تجویز کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کو سیاست پر حمل کیا جائے چنانچہ کہہ دیا کہ حضرت عمر نے تین طلاقوں کو سیاسۃً نافذ کر دیا اور تین طلاق دینے والوں کی یہی سزا قرار دے دی کہ ان سے ان کی بیبیوں کو جدا کر دیا جائے اور عذاب فراق اور داغ مہجوری کا مزہ ان کو چکھایا جائے لیکن اس حل پر خود علامہ کو اطمینان نہ ہوا اور انہوں نے خود ہی اس پر اعتراض کیا کہ جب سیاست و عقوبت ہی منظور تھی تو اس کی کیا ضرورت تھی کہ تین طلاقوں نافذ کر کے (بخیال علامہ رحمۃ اللہ علیہ) عہد نبوی و عہد صدیقی کے فیصلوں کی مخالفت کے مرتک ہوتے یہی کیوں نہ کیا کہ تین طلاق دینے کے حرام کر دیتے اور اعلان کرا دیتے کہ جو ایسا کرے گا، وہ سخت سزا کا مستحق ہو گا ۔بہر حال سیاست اسی میں تو منحصر نہ تھی کہ تین طلاقوں کا نفاذ کر دیا جاتا بلکہ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ تین طلاقوں کو حرام کر دیا جاتا اور دوسری تعزیرات نافذ کر کے ایقاع ثلاث بند کیا جاتا۔ اس کے جواب میں علامہ ابن القیم نے کہا ہے کہ بے شک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے سیاست کی مؤخر الذکر صورت ممکن تھی لیکن انہوں نے نہ کیا اور اس نے کرنے پر نادم ہوئے چنانچہ مسند عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ندامت تھی کہ انہوں نے طلاق کو حرام کیوں نہ کیا۔ بس یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ابن القیم نے روایت اسماعیلی کا ذِکر کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین اکٹھی تین طلاقوں کے واقع کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ خوب واضح ہو گیا کہ ابن القیم نے اس روایت کو اس کا ثبوت دینے کے لئے نہیں پیش کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین طلاقوں کے نافذ کرنے پر نادم تھے بلکہ اس کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکٹھے تین طلاقوں کو حرام قرار دینے پر نادم تھے پس اس ندامت سے اگر رجوع ثابت ہو سکتا ہو گا تو یہ ثابت ہو گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کو جائز کہنے سے رجوع کر لیا یعنی تین طلاق کو حرام کہنے لگے لیکن تین طلاقوں کے حرام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے تو واقع بھی نہ ہوں گی۔ دیکھئے! حالتِ حیض میں طلاق دینا نا جائز ہے

لیکن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بی بی کو بحالت حیض ایک طلاق دی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے واقع ہونے کا فتوی دیا اور چوں کہ ایک ہی طلاق تھی اس لئے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رجعت کرائی۔ بہر حال ابن القیم کے کلام سے بھی کسی طرح ظاہر نہیں ہو تا کہ اس روایت کا تعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رجوع سے ہو۔"

(الاعلام المرفوعۃ مشمولہ رسائل اعظمی صفحہ ۵۳۸،۵۳۸)

حاصل یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب طلاق کے مسئلہ میں ندامت کی روایت من گھڑت ہونے کے ساتھ ساتھ کئی احتمال بھی رکھتی ہے کہ انہیں طلاق کے کس مسئلہ میں ندامت ہوئی؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مسئلہ تین طلاق کے نفاذ پہ ندامت ہوئی اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے بقول وہ تین طلاقیں دینے والوں پہ پابندی نہ لگانے پہ نادم ہوئے۔

حاصل یہ کہ "اغاثة اللهفان" میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب طلاق والی روایت ضعیف و من گھڑت ہے۔ مزید یہ کہ مفہوم میں متعین نہیں بلکہ اس میں کئی احتمالات ہیں۔ اور جب کسی روایت کے معنی کی تعیین میں احتمالات ہوں تو اس کا کیا حکم ہو تا ہے؟ یہ بھی آپ غیر مقلدین کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ علم کا مشہور اصول ہے کہ "اذا جآء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی احتمال کی صورت استدلال باطل ہو جاتا ہے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۵۰)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بعض نے امام مسلم کے قول "عرف بالتدليس وشهرته" سے کثرتِ تدلیس کا احتمال ظاہر کر کے اسے نصِ صریح قرار دیا ہے اور اپنی تائید میں سات معاصرین مثلاً ارشاد الحق اثری وغیرہ کے نام پیش کئے ہیں، حالاں کہ غالی حنبلی ابن رجب نے اس قول کے دو احتمالوں میں ایک احتمال یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے تدلیس کا ثبوت مراد ہو، تو یہ شافعی کے قول کی طرح ہے۔ (شرح علل الترمذی ۱/ ۳۵۴، مقالات ۴/ ۱۹۷) لہٰذا معترض اور اس کے ممدوحین کا

استدلال باطل ہوا۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۲۳۲، اشاعتِ اول ۲۰۱۳ء، مکتبہ اسلامیہ)

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ علم جانتے ہیں کہ اذا جآء الاحتمال بطل الاستدلال کہ جب کسی مسئلہ میں کئی احتمال ہوں تو خاص استدلال باطل ہو جاتا ہے۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۲۶)

حکیم صاحب آگے لکھتے ہیں:

"یہ قانون ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی احتمال ہوں تو ایک پر دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ مختلف احتمالوں میں ایک پر اعتماد باطل ہو جاتا ہے۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۲۹)

فائدہ:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا صریح فیصلہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں ۔ اس کے بالمقابل ندامت کی جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ ضعیف و من گھڑت ہونے کے ساتھ ساتھ زیر بحث مسئلہ میں صریح بھی نہیں۔ صریح وخاص دلیل کے مقابلہ میں عام روایت سے استدلال کرنے کی حیثیت کیا ہے ؟ حافظ ندیم ظہیر غیر مقلد کی زبانی سنئے !وہ لکھتے ہیں:

"بعض لوگ خاص دلائل کے مقابلے میں عام دلائل سے استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالاں کہ اصول فقہ کا مسلّم اصول ہے کہ خاص کے مقابلے میں عام سے استدلال جائز نہیں۔"

(نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ صفحہ ۳۷)

یعنی ندامت والی رویت اگر صحیح بھی ہوتی تو ظہیر صاحب کی تصریح کے مطابق عام ہونے کی وجہ سے خاص دلیل کے مقابلہ میں پیش ہونے کی صلاحیت نہ رکھتی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سیاسی تھا، نہ کہ شرعی!!!

غیر مقلدین عموماً کہا کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تین طلاقوں کے نفاذ کا فیصلہ سیاست ہے نہ کہ شریعت۔ یہ بات ان شاء اللہ اُن کی ہر اُس کتاب و تحریر میں مل سکے گی جس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قانونی فیصلہ پر بحث کی گئی ہے۔

الجواب:

غیر مقلدین کے ہاں "امام العصر" کا لقب پانے والے بزرگ مولانا میر محمد ابرہیم سیالکوٹی نے اس کی بہت ہی اچھے انداز میں تردید کر دی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"محدثین کی طرف یہ بات منسوب کرنی کہ وہ اسے [سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تین طلاقوں کے تین ہونے کے فتویٰ اور اس کے نافذ کرنے کو (ناقل)] سیاسی حکم کہتے تھے، بالکل غلط ہے اور یہ ایجادِ بندہ ہے... جو گروہ اس حکم میں حضرت عمرؓ کی موافقت کرتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ حضرت عمرؓ کا یہ حکم سیاسی تھا اور نہ یہ کہتا ہے کہ وہ سیاسی حکم اَب بھی بحال رہنا چاہیے بلکہ وہ تو اُسے اِس لیے مانتا ہے کہ اس کے نزدیک حضرت عمرؓ کا یہ حکم قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے... جناب نے جو یہ فرمایا ہے کہ محدثین اس حکم کو سیاسی حکم کہتے ہیں اِس جگہ محدثین سے اگر ہم جمیع محدثین مراد لیں جو بجا ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ اور ان کے مثل دیگر ائمہ حدیث جن کے اسماء گرامی لکھنے میں خوف طوالت ہے محدثین کی فہرست میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر شامل ہیں تو یہ بات کلیۃً تو درست نہ ہوئی کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں کیوں کہ سب ائمہ مذکورین صورت زیر سوال میں تین طلاق پڑنے کے قائل ہیں اور وہ اس کے دلائل شرعیہ بیان کرتے ہیں کیا جناب مہربانی فرما کر ان بزرگانِ دین کی تصریحات بتانے کی تکلیف گوارا کریں گے جہاں انہوں نے اس حکمِ فاروقی کو محض ایک سیاسی حکم قرار دیا ہو اور مذہبی نہ سمجھا ہو اور پھر اسے بحال رکھا ہو۔ ہمیں بار بار اپنے قصور علم کا اعتراف کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں ایسی کوئی تحریر نہ ملی جس میں یہ مذکور ہو کہ ائمہ عظامؒ نے حضرت عمرؓ کے اِس حکم کو محض سیاسی سمجھا اور اگر لفظ محدثین

سے جناب کی مراد بعض محدثین ہوں تو اس صورت میں ہم گذارش کریں گے کہ جناب اس کے حوالہ کی بھی تکلیف گوارا کریے اور ہم پہ احسان کر کے ثواب دارین حاصل کریں کہ وہ کون سے محدثین ہیں جنہوں نے آپ کی طرح اسے سیاسی مداخلت فی الدین سمجھا ہو گو بقول آپ کے جائز مداخلت ہو اور اگر محدثین سے آپ کی ذات گرامی اور اس زمانہ کے آپ جیسے دیگر علماء اہل حدیث مراد ہیں تو بے ادبی معاف! مجھے آپ کو یا اُن کو محدثین کہنے میں تامل ہے دَورہ میں صحاح ستہ کی سطروں پر سے نظر گزار دینے سے محدث نہیں بن سکتے۔ آخر میں ہم پھر دہراتے ہیں کہ متقدمین میں سے امام مالکؒ کا مؤطا، پھر امام شافعیؒ کی کتاب الام پھر متاخرین میں سے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی ازالۃ الخفا ملاحظہ فرمایئے جن کے بعد اس وقت تک ہندوستان میں ایسا شخص ہوا نہیں کہ جسے امام کہہ سکیں اور دوسرے ممالک کا حال خدا جانے۔ ان سب کتب میں حضرت عمرؓ کی موافقت دلائل شرعیہ سے کی گئی ہے۔"

(اخبار اہلِ حدیث ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۹۸)

غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ نصوص کو محدثین کے فہم کی روشنی میں قبول کرنا چاہیے۔ اور مولانا میر سیالکوٹی کی تصریح کے مطابق محدثین نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو سیاسی کہہ کر رَد نہیں کیا۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الْاُحْمُوْقَةَ (اِلٰی اَنْ قَالَ) اَجْرَی اللّٰهُ عَلٰی لِسَانِ الْخَلِيْفَةِ الرَّاشِدِ وَا لصَّحَابَةِ مَعَهٗ شَرْعًا وَّقَدْرًا اِلْزَامَهُمْ بِذٰلِكَ وَاِنْفَاذَهٗ عَلَيْهِمْ۔"

جب لوگوں نے حماقت کا ارتکاب شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ راشد [سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (ناقل)] اور ان کے ساتھ صحابہ کرام کی زبانوں پر از روئے شرع اور تقدیر تین طلاقوں کو ان پر جاری اور نافذ کر دیا۔

(اعلام الموقعین ۲/ ۲۷)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی اس عبارت میں مذکور "شَرعاً، از روئے شرع" کی تصریح سے ثابت ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاقوں کے تین ہونے کو نافذ اور جاری کرنا حکم شرعی ہی تھا، نہ کہ سیاسی۔ اور سیدنا عمر رضی

اللہ عنہ کے فیصلہ کو صحابہ کرام نے بھی تسلیم کیا۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ کتنے صحابہ تھے؟ مولانا شرف الدین دہلوی صاحب کی تصریح کے مطابق تمام صحابہ کرام ہیں بلکہ انہوں نے دعوی کیا ہے کہ اسلام کی پہلی چھ صدیوں میں تین کو ایک کہنا ثابت نہیں ہے ۔ جیسا کہ فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم کے حوالہ سے ہماری اسی کتاب میں اپنے مقام پر مذکور ہے۔

ابو عدنان مولانا منیر قمر غیر مقلد نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تین طلاقوں کے نفاذ سمیت ان کے فیصلوں کو دینی اعتبار سے مفید قرار دیا جیسا کہ ان کی کتاب "جشن میلاد یوم وفات پر؟ ایک تحقیق، ایک تجزیہ صفحہ ۲۸، ناشر توحید پبلیکیشنز بنگلور ہند" کے حوالہ سے باب... میں مذکور ہے والحمدللہ۔

غیر مقلدین اپنی سیاست کو تو قرآن وحدیث کے مطابق کہتے ہیں مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کو "سیاسی" قرار دے کر قرآن وحدیث کے مخالف کہا کرتے ہیں۔

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "اہلِ حدیث ایک دینی جماعت ہے جس کی اپنی سیاست ہے جو قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے یہ جماعت اسلامی یا مسلم لیگ یا کسی بھی دینی جماعت کی طرح سیاسی جماعت نہیں ہو سکتی۔"
>
> (رسائل بہاول پوری صفحہ ۵۸۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> "اہلحدیث کی سیاست امارت وخلافت کی سیاست ہے جس کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔"
>
> (حوالہ مذکوہ صفحہ ۵۹۰)

اب سوال یہ ہے کہ غیر مقلدین کی سیاست پروفیسر صاحب کے بقول "قرآن وحدیث کے عین مطابق" ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سیاست ؟؟؟ اگر بقول بہاول پوری صاحب اہلِ حدیث کی سیاست مسلم لیگ جیسی نہیں تو کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سیاست مسلم لیگ جیسی تھی؟

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد نے اپنی سیاست کو "اسلامی ومذہبی سیاست" کہا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> "اسلام... اخلاقِ فاضلہ کے علاوہ سیاست کی تعلیم دیتا ہے اسی لیے خلافتِ راشدہ کے

زمانے میں یہ سب کام علمائے اسلام کے ذمے ہوتے تھے ...مذہبی طبقہ میں ضرورت محسوس ہوئی کہ سیاسیات کو مذہبی رنگ میں دکھانے کے لیے علماء کی جماعت قائم ہونی چاہیے ...اسی مجلس علماء میں میں نے یہ تجویز پیش کی کہ سیاسیات میں مذہبی رہنمائی کے لیے علماء کی ایک جماعت ہمیشہ کے لیے منظم ہونی چاہیے ...ضروریاتِ قومی اور مذہبی کے لیے مسلمانوں کی شرعی عدالتیں قائم کی جائیں جو حسبِ قانونِ شریعت فیصلہ کیا کریں۔"

(فتاوی ثنائیہ: ۱/ ۴۵ تا ۴۷)

"مسلمانوں کی شرعی عدالتیں قائم کی جائیں جو حسبِ قانونِ شریعت فیصلہ کیا کریں۔" تو کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت نے قانون شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کیا؟

ابو حماد عبد الغفار سلفی غیر مقلد عنوان قائم کرتے لکھتے ہیں:

"برصغیر کی سیاست میں اہلِ حدیث کا مثالی کردار۔"

(اہلِ حدیث کا تعارف صفحہ ۴۵، ناشر: جمعیت شبان اہلِ حدیث شنکر نگر بلرام پور یوپی الہند)

یہاں دو باتیں مزید جانتے چلیں۔

(۱) مولانا داود راز غیر مقلد لکھتے ہیں:

"کیا کہنا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ عجیب صائب الرائے تھے۔ انتظامی امور اور سیاست دانی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔"

(شرح بخاری داود راز: ۶/ ۲۱۴)

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ "صائب الرائے اور بے نظیر سیاست دان" تھے۔ تو یہ کہنا بجا ہے کہ وہ مسئلہ تین طلاق کے نفاذ میں بھی صائب الرائے تھے۔ اور اگر علی سبیل التنزل اس فیصلے کو سیاسی مان لیا جائے تو بھی یہ دَور حاضر کی سیاست کا نتیجہ نہیں بلکہ اس سیاست کا فیصلہ کہلائے گا جو شرعی طور پر بے نظیر سیاست ہے۔

(۲) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لَا عَهِدَ لَنَا فِي الشَّرِيْعَةِ بِالْعُقُوْبَةِ بِالطَّلَاقِ وَالتَّفْرِيْقِ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ۔

ترجمہ: شریعت میں ہمیں اس کوئی مثال نہیں ملتی کہ بطور عقوبت وسزا بھی میاں بیوی

میں تفریق وطلاق کر دی گئی ہو۔"

(زاد المعاد: ۴/۴۱ بحوالہ طلاقِ ثلاثہ اور حافظ ابن قیم صفحہ ۱۹، تالیف مولانا عتیق الرحمن سنبھلی، ناشر: الفرقان بکڈپو نظیر آناد لکھنؤ)

جب شوہر وبیوی کے درمیان بطور سزا طلاق اور جدائی کی کوئی مثال شریعت میں نہیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ کیسے نسبت کر دی کہ وہ بطور سزا تین کو تین نافذ کر کے شوہر و بیوی کے درمیان جدائی کرا دیتے تھے۔

یاد رہے کہ غیر مقلدین کا ایک فریق حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کو تارکِ تقلید بلکہ دشمن تقلید کہتا ہے۔ چنانچہ اُن کی کتاب میں لکھا ہے:

"ابن القیم رحمہ اللہ جیسے تقلید کے مخالف جنہوں نے اعلام الموقعین میں کئی وجوہ سے تقلید کو باطل ثابت کیا ہے، تقلید کے نام نہاد دلائل کے بخئے ادھڑ دیئے۔"

(مقالات الحدیث صفحہ ۲۳۱)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تعزیز نمازِ قصر کی سہولت قبول نہ کرنے پر تعزیز جیسی ہے

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد نے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا پس منظر" عنوان قائم کر کے جو کچھ لکھا، اس میں درج ذیل عبارت بھی ہے۔

خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

"یعنی آپ کی نیت نیک تھی، آپ فقط اس بحران کی اصلاح چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اَز راہ تدبر و حکمت وسیاست شرعیہ اور سد اللذریعۃ ان کے لئے ان کے جنس عمل سے سزا تجویز کی جیسے کہتے ہیں اچھا تو یوں تو پھر یوں ہی سہی۔ مقصد یہ تھا کہ کس طرح لوگ اصل مسئلہ کی طرف لوٹ آئیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی زبان سے لقد علمت ما هؤلاء ينطقون (آپ جانتے ہیں کہ یہ نہیں بولتے) نکلوانے کے لئے فرمایا: بل فعله كبيرهم هذا فسألوهم ان كانوا ينطقون [الانبیاء:۶۳] یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے پوچھ لو ان سے اگر یہ بولتے ہیں۔" یا جیسے اگر کوئی شخص سفر میں نماز کی قصر اور روزے

کے التوا کی سہولت قبول نہ کرے تو اس سے تعزیزا یہ رخصت چھین لی جائے تاکہ اسے رخصت کی مصلحت کا احساس ہو سکے۔"

(تین طلاقیں ایک مجلس کی ایک ہوتی ہے صفحہ ۹۹)

خواجہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ نماز قصر پڑھنا سہولت ہے۔اگر کوئی شخص نماز قصر کی سہولت کو قبول نہ کرے اسے تعزیز دیتے ہوئے نمازِ قصر کی سہولت چھینی جاسکتی ہے،اسی طرح تین طلاقیں دینے کی صورت میں شوہر کو رجوع کا حق ہوتا ہے مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تعزیراً اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو نافذ کر کے رجوع کی سہولت کو چھین لیا۔

خواجہ صاحب نے مذکورہ بات لکھ تو دی مگر یہ نہ سوچا کہ غیر مقلدین کے ایک گروہ کی رائے ہے سفر میں قصر کرنا ضروری نہیں ،پوری نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔غیر مقلدین کے اس گروہ کے ہاں قصر کرنا سہولت ہے اور پوری نماز پڑھنا عزیمت ہے یعنی دونوں پہلو جائز ہیں تو کیا اکٹھی تین طلاقیں دینے میں بھی سہولت اور عزیمت کی تقسیم ہے اگر نہیں تو اس پر قیاس کس لئے ؟

غیر مقلدین سلفی ہونے کے دعوے دار ہیں اور انہیں یہ دعویٰ بھی ہے کہ نصوص کو فہم محدثین سے سمجھنا چاہیے تو سوال یہ ہے کیا اسلاف اور محدثین نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو نماز قصر کی سہولت قبول نہ کرنے پر تعزیز جیسی تعزیر کہا ہے ؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اجتہادی ہے، منصوص نہیں

کئی غیر مقلدین نے کہا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاقوں کے نفاذ کا فیصلہ اجتہادی ہے، منصوص نہیں۔مثلاً

مولانا عمر فاروق سعیدی غیر مقلد نے شیخ البانی کے حوالہ سے لکھا:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس [تین کو ایک کہنے (ناقل)] کی مخالفت اس کے بالمقابل کسی نص سے نہیں، بلکہ اپنے اجتہاد سے کی تھی۔"

(شرح ابوداود: ۲/ ۶۸۲)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فتوی تعزیری اور اجتہادی تھا جس کو دین و شریعت کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔“

(دین الحق صفحہ ۴۰۷، ناشر: مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر /۲۰۰۱ء)

شیخ مختار احمد ندوی غیر مقلد (ناظم جمعیت الِ حدیث بمبئی) لکھتے ہیں:

”اگر دل و دماغ کو تقلیدی جمود سے پاک کرکے اور بنظرِ انصاف حضرت عمرؓ کے اس فتوی پر نظر ڈالی جائے تو صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کا محض اجتہاد تھا۔“

(مجموعہ مقالات دربارہ ایک مجلس کی تین طلاق صفحہ ۹۳، ناشر: نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

الجواب:

(۱) جمہور کے ہاں تین طلاقوں کا مسئلہ منصوص ہے اس لئے وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو نص کے مطابق ہونے کی وجہ سے مانتے ہیں۔ مزید یہ اُن کے نزدیک یہ مسئلہ اجماعی ہے جیسا کہ اس حقیقت کو شیخ مختار احمد ندوی غیر مقلد (ناظم جمعیت اہلِ حدیث بمبئی) نے تسلیم کیا چنانچہ وہ صحیح مسلم میں درج حدیثِ ابن عباس کی بابت لکھتے ہیں:

”یہ حدیث اس مسئلے کے لیے فریقین کی سب سے اہم دلیل ہے جو لوگ تین کے قائل ہیں وہ حضرت عمرؓ کے اس عمل کو اپنے لئے مدارِ عمل بناتے ہیں اور یہ کہ صحابہؓ نے اس حکم نامہ کی مخالفت نہیں کی اور سب نے خاموشی اختیار کی۔“

(مجموعہ مقالات دربارہ ایک مجلس کی تین طلاق صفحہ ۸۹، ناشر: نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

(۲) حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہ قرون ثلثہ مشھود لھا بالخیر اسلام کا زریں عہد ہے جس میں صحابہ کرام کا دَور بالخصوص ہمارے لئے قندیلِ ہدایت اور منارۂ نور ہے اور اس کے بعد تابعین و تبع تابعین کا عہد رسالت مہمد بھی علم و عمل کی تابانیوں سے معمور اور سیرت و کردار کی رفعتوں اور عظمتوں کا آئینہ دار ہے۔ صحابہ و تابعین کے دَور میں اموی حکمرانوں کو ان کی غلط رویوں پر صحابہؓ و تابعین نے ٹوکا اور بلا خوف لومۃ لائم حق گوئی کا فریضہ ادا کیا۔ تبع تابعین کے دَور میں خلافت

عباسیہ میں ائمہ دین اور علمائے امت نے دینِ حق کی پاسبانی کا حق پوری جرأت وہمت سے ادا کیا۔"

(اسلامی خلفاء وملوک اور تاریخ اسلام کے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ صفحہ ۱۴، ۱۵، دار الدعوۃ السلفیہ لاہور)

جب صحابہ کرام کا یہ وصف ہے کہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر اسلام مخالف حکم کی روک ٹوک کرتے تو کیا ان مقدس شخصیات نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر تردید کی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس اُن کی موافقت کی ہے۔

چنانچہ مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ان واقعات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اصل حقیقت معلوم ہونے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عائد کردہ حدود و قیود کے مطابق فتوے دیا کرے تھے۔ یا کم اَز کم اس کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ تطلیقاتِ ثلاثہ کا مسئلہ بھی انہی میں سے ایک ہے۔ اس مسئلہ پر جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے آپ کے فیصلہ کے مطابق فتوے دینا شروع کر دیئے تھے، ان کے نام یہ ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہ۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اُن کا شرعی حل صفحہ ۶۹)

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تین طلاقوں کو تین قرار دینا صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام نے بھی اُن کی تائید فرمائی ہے۔

(۳) اگر بالفرض سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہی تسلیم کر لیں تو عرض ہے کہ غیر مقلدین نے تصریح کی ہے اُن کا اجتہاد کمال کا تھا اور اُن کا اجتہاد کتاب و سنت کے عین مطابق ہوا کرتا تھا مزید یہ کہ اُن کا کوئی اجتہاد کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہے۔

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

”آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی حسبِ ضرورت اجتہاد سے کام لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس باب میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس اہلیت سے خاص طور پر نوازا تھا۔“

(تین طلاقیں ایک مجلس کی ایک ہوتی ہے صفحہ ۹۲)

غیر مقلدین کی ایک کتاب میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی بابت لکھا ہے:

”یہ واضح رہے کہ حضرت کا یہ اجتہاد اس فقہی و مصطلح اجتہاد سے یک قلم مختلف تھا، جو تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اجتہاد کیا گیا۔ یہ اجتہاد کتاب و سنت کے عین مطابق تھا۔ یوں کہنا زیادہ انسب ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول کی صحیح صحیح نباضی پر تھا۔ ہمارے فقہاء اور حضرت عمرؓ کے اجتہاد میں ایک بین فرق یہ تھا کہ حضرت عمرؓ کی نظر دین کی روح پر ہوتی، معنی اور منبع حقیقتوں پر پہنچتی اور وہ تہہ کی بات نکال لاتی جو دین کے بین السطور میں مضمر و پنہاں ہو۔“

(استقبالیہ اور صدارتی خطبات صفحہ ۱۸)

تنبیہ: لفظ ”منبع“ کتاب میں کٹا ہوا ہے صحیح نہیں پڑھا گیا۔ اندازہ یہی ہے کہ یہ لفظ منبع ہے۔

مولانا داود راز غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اجلہ صحابہ جیسے حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں ان سے تو کوئی ایسی بات منقول نہیں ہے جو شرع کے خلاف ہو۔ وحیدی۔“

(شرح بخاری داود راز: ۹۱/۶)

مذکور عبارت کے آخر میں ”وحیدی“ سے مراد علامہ وحید الزمان کی عبارت مراد ہے۔ مطلب یہ کہ علامہ وحید الزمان کو بھی اعتراف ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ وغیرہ خلفاء ثلاثہ کی اختیار کردہ کوئی بات بھی شریعت کے خلاف نہیں۔ اس لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تین طلاقوں کو تین قرار دینا بھی کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہے۔

(۴) مزید یہ کہ اگر بالفرض اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد بھی مان لیا جائے تو عرض ہے کہ شیخ زبیر علی زئی کی تصریح کے مطابق اُن کا اجتہاد بعد والوں کی رائے سے ہزار گنا بڑھا ہوا ہے۔

چنانچہ علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

”صحابہ کا یہ اجتہاد... فقہاء کے اجتہادات سے ہزار گنا بہتر ہے۔“

(علمی مقالات: ۳/ ۱۸۵)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد جب فقہاء کرام کے اجتہاد سے ہزار گنا بہتر ہے تو غیر مقلدین کی رائے سے بھی یقیناً ہزار گنا بہتر ہی ہو گا ان شاء اللہ۔

(۵) غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جذبہ سنت سے سرشار تھے اور ان کا عمل سنت ہے۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اتباع سنت اور تبلیغ سنت کے جذبۂ مبارکہ سے سرشار تھے۔“

(نور العینین صفحہ ۲۰۳)

________ مولانا داود ارشد غیر مقلد نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا:

”آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دنیا میں جنت کی بشارت دی بلکہ ان کی سنت کو اپنی سنت میں داخل کیا۔“

(تحفہ حنیفہ صفحہ ۳۸۲، نعمانی کتب خانہ لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۶ء)

حج تمتع سے ممانعت کی طرح تین طلاقوں کا نفاذ خلاف قرآن وحدیث ہے

مولانا عبد المتین میمن غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضرت عمرؓ حج متعہ جس کو حج تمتع بھی کہتے ہیں اس کے قائل نہیں... کیوں جناب حضرت! تین کو تین طلاق سمجھنے کی بات آپ نے حضرت عمرؓ کی لے لی اور حج تمتع کی بات چھوڑ دی، وہ حضرت عمرؓ سے کیوں نہیں لی۔“

(حدیث خیر وشر صفحہ ۱۶۰، مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، تعلیق وتحشیہ مولانا عبد اللطیف اثری، سن اشاعت: جون/ ۲۰۱۳ء)

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی سیاسی مصلحت کی خاطر حج تمتع سے بھی منع

فرمایا کرتے تھے۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اُن کا شرعی حل صفحہ ۶۹)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے "خلاف نصوص بعض خلفائے راشدین کے نافذ کردہ کچھ قوانین کی مثالیں" عنوان قائم کر کے پہلی مثال "حج تمتع کی مثال" نام سے پیش کر کے تاثر دیا ہے کہ تمتع کی بابت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف نصوص یعنی قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۰۹)

الجواب:

جواب سے پہلے قارئین کو ہم بتاتے چلیں کہ حج تمتع کی بابت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مخالفِ قرآن کہنے کی جسارت ندوی صاحب کی طرح شیعہ مصنف خمینی نے بھی کی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کریم میں فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ اِلَى الۡحَجِّ کا صریح حکم موجود ہے اور اخبار متواترہ سے تمتع حج ثابت ہے سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمتع ہوتا رہا تا آں کہ حضرت عمر نے اس سے منع کیا اور ان کے منع کرنے کے باوجود بھی سنیوں کا جوازِ تمتع پر اجماع ہے۔ (محصلہ)

پھر خمینی نے آگے لکھا:

"وحکم عمر مخالف قرآن است، اور عمر کا یہ حکم قرآن کے مخالف ہے۔"

(کشف الاسرار صفحہ ۱۱۸)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے خمینی کے اس اعتراض کا جواب دیا اور یہی جواب ندوی وغیرہ آلِ غیر مقلدیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع کا انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے لوگوں کو فسخ الحج الی العمرۃ سے منع فرمایا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل اور دعوے کی دلیل درج ذیل ہے:

حضرت صفدر صاحب لکھتے ہیں:

اگرچہ بعض شراحِ حدیث نے حضرت عمرؓ کے نہی عن التمتع کو نہی تنزیہ پر حمل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ج ا ص ۴۰۲ وغیرہ) مگر اس میں راجح اور صحیح بات صرف وہی ہے جو

خود حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اِنْ نَأْخُذْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَتِمُّوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ وَاِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّہٗ لَمْ یَحِلَّ حَتّٰی نَحَرَ الْھَدْیَ۔"

(بخاری ج ا ص ۲۱۱ واللفظ لہ و مسلم ج ا ص ۴۰۱)

(ترجمہ) اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو لیں تو وہ ہمیں مکمل کرنے کا حکم دیتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم حج اور عمرہ اللہ کے لیے مکمل کرو اور اگر ہم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو لیں تو آپ قربانی کرنے سے پہلے احرام سے نہیں نکلے۔

حضرت امام یحی بن شرف النووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ قَالَ الْقَاضِیْ عِیَاضُ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ظَاھِرُکَلَامِ عُمَرَھٰذَا اِنْکَارُ فَسْخِ الْحَجِّ اِلَی الْعُمْرَۃِ اِلٰی قَوْلِہٖ وَیُؤَیِّدُ ھٰذَا قَوْلُہٗ (فِیْ رِوَایَۃِ مُسْلِم ج ا ص ۴۰۱) قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلَہٗ وَاَصْحَابُہٗ لٰکِنْ کَرِھْتُ اَنْ یَّظَلُّوْا معرسِیْنَ فِی الْاَرَاکِ۔

(شرح مسلم ج ا ص ۴۰۱)

(ترجمہ) قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے اس قول کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ وہ فسخ الحج الی العمرۃ کا انکار کرتے تھے۔ پھر آگے فرمایا کہ اس کے بعد (مسلم ج ا ص ۴۰۱ میں) حضرت عمرؓ کا اپنا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے تمتع کیا ہے لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ لوگ عمرہ کا احرام کھول کر جھاڑیوں میں عورتوں سے ہم بستری کرتے رہیں۔

اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت عمرؓ فسخ الحج الی العمرۃ کی مخالفت کرتے تھے، نہ کہ تمتع کی۔ محقق قول کی بناء پر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں قارن تھے۔

بخاری ج ا ص ۲۳۲ کی روایت میں ہے۔۔: اَھَلَّ بِعُمْرَۃٍ وَحَجَّۃٍ کہ آپؐ نے عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا اور آپؐ کا تلبیہ لَبَّیْکَ عُمْرَۃً وَّ حَجًّا کے الفاظ سے تھا۔

مسلم ج ۱ ص ۴۰۵ اور نسائی ج ۲ ص ۱۳ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا قَدْ سُقْتُ الْهَدْیَ وَقَرَنْتُ کہ میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور لایا ہوں اور میں قِران کا احرام باندھ کر آیا ہوں۔ بعض احادیث میں آپؐ کے اس فعل اور کاروائی پر جو تمتع کا اطلاق ہوا ہے تو وہ صرف لغوی اعتبار سے ہے، نہ کہ شرعی تمتع۔ اور لغوی تمتع قِران کو بھی شامل ہے۔ حضرات صحابہ کرام میں سے بعض نے صرف عمرہ کا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا اور بعض نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔

بخاری ج ۱ ص ۲۱۲ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ الحدیث۔

پہلے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا مکہ مکرمہ پہنچ کر علم ہوا کہ اہلِ جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو اَفْجَرُ الْفُجُوْرِ فِی الْاَرْضِ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۱۲) سمجھتے ہیں یعنی زمین پر سب بُرائیوں سے بڑی بُرائی۔ آپؐ نے ان لوگوں کے اس باطل نظریہ کو رَد کرنے کے لیے اُن حضرات کو جو حج کے احرام میں تھے اور قربانی ساتھ لائے تھے فسخ الحج الی العمرۃ کا حکم دیا جو ابتداء میں اُن کی سمجھ میں نہ آیا مگر بالآخر سمجھ گئے اور آپؐ کے حکم کی تعمیل کر کے بجائے حج کے عمرہ ادا کیا، پھر حج کا احرام باندھ کر حج کیا اور چوں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے اس لئے سوق ہدی کے بعد آپؐ احرام نہیں کھول سکتے تھے اور اس موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَیْتُ وَلَوْلَا اَنَّ مَعِیَ الْهَدْیَ لَاَحْلَلْتُ۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۲۴ واللفظ لہ و مسلم ج ۱ ص ۳۹۶)

(ترجمہ) اگر میں یہ معاملہ پہلے جانتا جو بعد کو اَب مجھے معلوم ہوا ہے تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے پاس قربانی نہ ہوتی تو میں احرام سے نکل آتا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر میں ہدی ساتھ نہ لاتا تو اس حج کو عمرہ بنا دیتا۔

اس صحیح حدیث سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ معقول عذر بھی معلوم ہو گیا جس کی وجہ سے آپؐ احرام سے نہ نکل سکے اور اپنے احرام حج کو بدل کر عمرہ نہ کر سکے اور جن حضرات صحابہ کرامؓ کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے اور وہ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے آپؐ نے اُن کو فسخ الحج و العمرۃ کا حکم دیا لیکن یہ فسخ الحج الی العمرۃ اُسی سال کے لئے تھا اور حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ مختص تھا بعد میں آنے والوں کے لئے اس کی کوئی اجازت نہ نہیں۔ چنانچہ حضرت بلالؓ بن الحارث کی روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَسْخُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّۃً اَوْ لِمَنْ بَعْدَنَا قَالَ بَلْ لَکُمْ خَاصَّۃً۔ (ابو داود ج ا ص ۲۵۲ واللفظ لہ ونسائی ج۲ ص۱۸)

(ترجمہ) میں نے کہا یا رسول اللہ! فسخ الحج ہمارے ہی لئے خاص ہے یا ہم سے بعد کو آنے والوں کے لئے بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا بلکہ یہ تمہارے ہی لئے خاص ہے۔

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ فسخ الحج الی العمرۃ حضرات صحابہ کرامؓ سے ہی مختص تھا بعد میں آنے والوں کے لئے اس کی اجازت نہیں۔ حضرت ابو ذرؓ (جندب بن جنادہ المتوفی: ۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ: لَا تَصْلَحُ الْمُتْعَتَانِ اِلَّا خَاصَّۃً یَعْنِیْ مُتْعَۃُ النِّسَآءِ وَمُتْعَۃُ الْحَجِّ۔ (مسلم ج ا ص ۴۰۲)

(ترجمہ) دو متعے یعنی متعہ النسآء اور متعۃ الحج صرف ہمارے لئے خاص تھے اور کسی کے لیے ان کی گنجائش نہیں ہے۔

شیعہ کے نزدیک حضرت ابو ذرؓ اُن تین چار خوش نصیب حضرات صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جو بقول اُن کے اسلام پر قائم رہے اور مرتد نہیں ہوئے تھے مگر شیعہ کی شومئ قسمت کہ حضرت ابو ذرؓ بھی متعۃ النسآء اور متعۃ الحج کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کے ہم نوا ہیں

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

حضرت امام نوویؒ حضرت ابو ذرؓ وغیرہ کی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنٰی هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلِّهَا اِنَّ فَسْخَ الْحَجِّ اِلَى الْعُمْرَةِ كَانَ لِلصَّحَابَةِ فِیْ تِلْكَ السَّنَةِ وَهِیَ حِجَّةُ الْوِدَاعِ وَلَا يَجُوْزُ بَعْدَ ذٰلِكَ وَلَيْسَ مُرَادُ اَبِیْ ذَرٍّ اِبْطَالُ التَّمَتُّعِ مُطْلَقًا بَلْ مُرَادُهٗ فَسْخُ الْحَجِّ اِلَى الْعُمْرَةِ كَمَا ذَكَرْنَا۔

(شرح مسلم ج ا ص ۴۲۰)

(ترجمہ) علماء فرماتے ہیں کہ ان تمام روایات کا مطلب یہ ہے کہ فسخ الحج الی العمرۃ اُسی حجۃ الوداع کے سال تھا اور حضرات صحابہ کرام کے ساتھ خاص تھا اور بعد کو یہ جائز نہیں ہے۔ حضرت ابوذرؓ کی مُراد مطلقاً تمتع کا ابطال نہیں بلکہ فسخ الحج الی العمرۃ ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

اس بحث اور تحقیق سے یہ امر روشن ہو گیا کہ حضرت عمرؓ نے تمتع کا انکار نہیں کیا اور نہ انہوں نے قرآن و سنت کی مخالفت کی ہے۔ جس چیز سے انہوں نے لوگوں کو منع کیا ہے وہ فسخ الحج الی العمرۃ ہے اور وہ واقعی حجۃ الوداع کے سال کے بعد ممنوع ہے خمینی صاحب کا یہ الزام بھی سراسر باطل ہے۔ (ارشاد الشیعہ صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۶، ناشر: مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ، طبع نہم، سن اشاعت: مئی ر ۲۰۰۷ء)

حاصل یہ کہ جس طرح حج تمتع کی بابت خمینی کی طرف سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر مخالفتِ قرآن کا الزام باطل ہے، اسی طرح غیر مقلدین کی طرف سے بھی مذکورہ الزام باطل و مردود ہے۔

تین کو ایک کہنے سے خاندان اجڑتے اور بچے بے سہارا ہوتے ہیں

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بیک وقت تین طلاقوں کے نفاذ سے صلح و مفاہمت کے تمام امکانات ختم ہو جاتے ہیں جس سے خاندان اجڑ جاتے ہیں اور معصوم بچے بے سہارا ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں تمام فقہی مذاہب والوں کے نزدیک بھی جائز نہیں۔" (طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۳۸، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

الجواب:

الگ الگ دی جانے والی یا علیحدہ علیحدہ طہروں کی تین طلاقوں کے بعد رجوع کو تو غیر مقلدین بھی نہیں

مانتے۔

مولانا محمد اسرائیل ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو شرعی طریقہ پر تین طلاقیں دے دیتا ہے تو شرعی طور پر وہ مطلقہ عورت بالاتفاق حرام ہے اور اس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک کہ وہ کسی دوسرے شخص سے شرعی طور پر نکاح نہ کرلے اور وہ دوسرا شوہر اس سے جماع بھی کرے۔"

(طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں صفحہ ۲۹، طبع سوم جون ر ۲۰۱۱ء، ناشر: ادارہ تبلیغ اسلام جام پور)

خود شیخ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"ہمارے معاشرے میں اس ہدایت کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور مرد کے طلاق دیتے ہی عورت کو اس کے والدین یا بہن بھائی وغیرہ لے جاتے ہیں اور عورت کو خاوند کے گھر میں رہنے ہی نہیں دیتے، حالاں کہ طلاق بتہ (طلاق بائنہ یعنی تیسری طلاق) کے بعد تو ایسا کرنا صحیح ہے کیوں کہ اس کے بعد خاوند کو رجوع کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔"

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۴۸، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"البتہ تیسری طلاق کے بعد یہ حق نہیں، تیسری طلاق کے بعد بیوی ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاتی ہے، اس سے رجوع ہو سکتا ہے نہ نکاح، یہاں تک کہ وہ کسی اور شخص سے آباد ہونے کی نیت سے باقاعدہ نکاح کرے، پھر وہ اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو پہلے خاوند سے اس کا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔"

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۵۳، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

اب بتایا جائے الگ الگ دی جانے والی تین طلاقوں کے بعد بھی تو خاندان اجڑتے ہیں اور بچے بھی بے سہارا ہوتے ہیں تب تمہیں خاندان کے اجڑنے اور بچوں کے بے سہارا ہونے کا پاس ولحاظ کیوں نہیں آتا؟

غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ الگ الگ دی جانے والی تین طلاقوں کے علاوہ بھی طلاق کی بعض قسمیں ایسی ہیں جن میں رجوع کا حق نہیں ہوتا۔

مولانا عبد الرحمن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”طلاق بائن اس طلاق کو کہتے ہیں جس کے بعد رجعت جائز نہ ہو اور طلاق بائن صرف تین صورتوں میں ہوتی ہے، ایک یہ کہ تین طلاقیں تین طہر میں دی جائیں۔ پس تیسری طلاق کے بعد رجعت جائز نہیں، دوسری یہ کہ قبل دخول کے طلاق دی جائے اس صورت میں بھی رجعت جائز نہیں، تیسری یہ کہ عورت سے کچھ مال لے کر طلاق دی جائے جس کو خلع کہتے، اس صورت میں بھی رجعت جائز نہیں۔“

(فتاویٰ نذیریہ: ۳/۴۷)

اس فتوے پر میاں نذیر حسین دہلوی کے دستخط ہیں۔

میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”صورت مسؤلہ میں چوں کہ شخص مذکور نے بعوض مال کے طلاق دی ہے اس لیے یہ طلاق خلع ہے اور خلع میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور رجوع کا حق باقی نہیں رہتا۔“

(فتاویٰ نذیریہ: ۳/۸۰)

حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد ”طلاقِ بائن“ عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”اس کی چند مختلف صورتیں حسبِ ذیل ہیں: ☆ شوہر عورت کو رجعی طلاق دے لیکن دَورانِ عدت رجوع نہ کرے تو عدت پوری ہونے کے بعد یہ طلاق بائن ہو جائے گی۔ ☆ رخصتی کے بعد اور ہم بستری سے پہلے ہی طلاق واقع ہو جائے۔ اس صورت میں چوں کہ عورت پر کوئی عدت واجب نہیں، اس لئے وہ طلاق کے فوراً بعد ہی شوہر سے جدا ہو جائے گی۔ ☆ اگر میاں بیوی کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو جائے اور دونوں کے دو عادل منصف یہ فیصلہ کر دیں کہ ان کے درمیان تفریق ہی زیادہ بہتر ہے تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔“

(طلاق کی کتاب صفحہ ۹۷، ناشر: فقہ الحدیث پبلی کیشنز لاہور)

ان فتاویٰ میں بیان شدہ طلاقیں بائنہ ہیں جن کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا۔ یہاں غیر مقلدین کو خاندانوں کے اُجڑنے یا بچوں کے بے سہارا ہونے کی فکر کیوں نہیں؟

تنبیہ: حافظ صلاح الدین یوسف کی عبارت میں درج ذیل بات بھی ہے:

"بیک وقت تین طلاقیں تمام فقہی مذاہب والوں کے نزدیک بھی جائز نہیں۔"

اُن کی یہ بات علی الاطلاق درست نہیں۔ اس لئے کہ شافعیہ کے ہاں اکٹھی تین طلاقیں دینا جائز ہے چنانچہ شافعی المسلک محدث امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: بیک وقت تین طلاقوں کا جمع کرنا ہمارے (شوافع کے) نزدیک حرام نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ تین طلاقیں الگ الگ تفریق کر کے دینی چاہئیں اور امام احمدؒ اور ابو ثورؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام مالکؒ امام اوزاعیؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام لیثؒ (بن سعد) فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔

(شرح مسلم: ۴۷۶/۲ بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۲۵)

اکٹھی تین طلاقیں دینے کو حرام قرار دے کر وقوع ماننا ظلم عظیم ہے

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"افسوس اور حیرانی اس پر ہے کہ جس بات کو حرام، گناہ اور بدعت کہتے ہیں اس کی صحت بھی قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟ حالاں کہ یہ معمولی عقل و فہم والا بھی جانتا ہے کہ حرام، گناہ اور بدعت وہی کام ہوتا ہے جس کا کتاب وسنت میں ثبوت نہ ہو۔ اگر کتاب وسنت سے ثابت بھی ہو اور اسے بدعت، حرام اور گناہ بھی کہا جائے تو یہ ظلم عظیم ہے۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۱۳)

الجواب:

احناف وغیرہ اکٹھی تین طلاقیں دینے کو ناجائز کہتے ہیں، ان کے واقع ہونے کو درست مانتے ہیں۔ وہ دلائل بھی ان کے وقوع پر دیتے ہیں، نہ کہ اکٹھی تین طلاقوں کے جواز پر۔ اگر وہ اکٹھی تین طلاقیں دینے کے جواز پر دلائل دیں اور پھر اس عمل کو حرام، ناجائز، گناہ اور بدعت بھی کہیں تب آپ کا الزام درست ہوتا۔ اکثر غیر مقلدین حالتِ حیض میں طلاق دینے کو حرام وبدعت بھی کہتے ہیں مگر ایسی طلاق کے وقوع کو حدیث کا مسئلہ

بھی بتاتے ہیں۔

یاد رہے کہ دیگر غیر مقلدین کی طرح خود حکیم صاحب بھی حالتِ حیض میں طلاق دینے کو نافرمانی کہتے ہیں اور اس کا وقوع بھی تسلیم کرتے ہیں۔

چنانچہ حکیم صاحب لکھتے ہیں:

”حیض میں ایک طلاق واقع ہونے کی دلیل صحیح بخاری و دیگر کتب حدیث میں موجود ہے۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۱۲)

حکیم صاحب مزید لکھتے ہیں:

”حیض میں طلاق دینے کی وجہ سے نافرمانی بھی ہوگی۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۴۲)

حکیم صاحب کی کتاب کے مزید اقتباسات آئندہ ”غیر شرعی طلاق کا وقوع“ باب:۱۶ کے تحت درج ہوں گے ان شاء اللہ۔

اب اگر حالتِ حیض کی طلاق کے عدم وقوع کا قائل کوئی غیر مقلد شخص حکیم صاحب کے انداز میں یوں کہے:

”اگر حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کا وقوع حدیث سے ثابت بھی ہو اور ایسی طلاق دینے کو بدعت، حرام اور گناہ بھی کہا جائے تو یہ ظلم عظیم ہے“ تو کیسا رہے گا؟

مقلدین کے نزدیک تین طلاقیں دینا جرم نہیں

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”آج کا المیہ یہ ہے کہ مقلد حضرات ہوں یا غیر مقلد، کوئی بھی اکٹھی تین طلاق کو جرم سمجھتا ہی نہیں۔ بلکہ جہالت اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ عوام تو درکنار خواص بھی یہ سمجھتے ہیں کہ جدائی کے لیے تین طلاقیں دینا ضروری ہے۔“

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل:۱۰۱)

الجواب:

غیر مقلدین اکٹھی تین طلاقیں دینے کو اگر جرم نہیں سمجھتے تو یہ آپ لوگوں کا معاملہ ہے لیکن یاد رہے کہ

احناف اکٹھی تین طلاق دینے کو جرم سمجھتے ہیں۔اور اس کا کئی غیر مقلدین کو بھی اعتراف ہے مثلاً:

شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”دیوبند کے بزرگوار مفتی محمود صاحب کے فرزند ارجمند متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری امیر جمعیت علمائے اسلام (ف) فضل الرحمن نے کہاہے کہ متحدہ مجلس عمل کی حکومت سرحد میں بیک وقت تین طلاقوں کو قابلِ تعزیر جرم قرار دینے والی ہے...روزنامہ آواز لاہور پیپر ۴/ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ“

(تحفۂ احناف صفحہ ۳۱۱)

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بیک وقت تین طلاقیں تمام فقہی مذاہب والوں کے نزدیک بھی جائز نہیں۔“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۳۸،ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

حدیث ابن عباس کو مرفوع نہ ماننے پر پھبتی

ایک صاحب نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق لکھا:

”یہ قول صحابی ہے،نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے،نہ ہی فعل اور نہ ہی تقریر ہے۔“

شیخ یحی عارفی غیر مقلد نے اس پر یوں تبصرہ کیا:

”اصول حدیث کی ادنیٰ سی معرفت بھی ہوتی تو ایسا بے تکا اعتراض نہ کرتا۔“

(تحفۂ احناف صفحہ ۱۷۵)

الجواب:

حافظ ابن حزم ظاہری کے نزدیک یہ حدیث مرفوع نہیں، کیوں کہ یہ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے،نہ فعل اور نہ ہی اس عمل پر آپ کی خاموشی اور رضا ثابت ہے۔یعنی یہ حدیث مرفوع کی تینوں قسموں : قولی، فعلی اور تقریری میں سے کوئی بھی نہیں۔(المحلی:۱۰/ ۲۰۶)

ان کی عبارت ”باب:۱۲ غیر مقلدین کے مزعومہ دلائل کا جائزہ“ میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بحث کے تحت مذکور ہے۔

غیر مقلدین کے ''بیہقی وقت'' مولانا شرف الدین دہلوی لکھتے ہیں:

''ابن عباس کی مسلم کی حدیث مذکور مرفوع نہیں، یہ بعض صحابہ کا فعل ہے جس کو نسخ کا علم نہ تھا۔''

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۱۹)

اَب بتایا جائے کیا حافظ ابن حزم ظاہری اور مولانا شرف الدین دہلوی کو بھی اصول حدیث کی ادنی معرفت حاصل نہیں تھی!؟

دماغ میں فتور کا بے جا طعنہ

شیخ یحی عارفی غیر مقلد نے ابوبلال جھنگوی رحمہ اللہ کی تردید میں لکھا:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شریعت نہیں بدلی صرف جھنگوی ٹولہ کے دماغ میں فتور ہے۔''

(تحفۂ احناف صفحہ ۱۸۴)

الجواب:

حالاں کہ مولانا ابوبلال جھنگوی سمیت کسی جھنگوی ٹولہ نے یہ نہیں کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شریعت بدلی ہے۔ عارفی سمیت کوئی بھی غیر مقلد اس کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا ان شاء اللہ۔ہاں رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے کہا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قرآنی حکم میں ترمیم کر دی جس کی وجہ سے تین طلاقیں قرار پانے لگیں۔

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۴۸۷)

ملکی قانون کا سہارا

مولانا عمر فاروق سعیدی غیر مقلد نے شیخ البانی غیر مقلد کے حوالہ سے لکھا:

''مصر اور شام وغیرہ میں جب اس حکم کو قانون بنایا گیا تو اتباع سنت اور احیائے سنت کی غرض سے نہیں بلکہ بربنائے مصلحت اور ابن تیمیہ کی تقلید میں ایسا کیا گیا ہے۔''

(شرح ابوداود: ۲/ ۶۸۲)

الجواب:

سعیدی صاحب کی منقولہ عبارت کے مطابق ان لوگوں نے تین طلاق کے ایک ہونے کا نفاذ محض حافظ

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تقلید میں کیا ہے۔ کیا آپ مانتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک کہنا محض حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تقلید ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ کسی ملک کا قانون حجت نہیں ہے۔ چنانچہ حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ کسی کا بھی قانون بحیثیت ملکی قانون کے رد بھی کیا جاسکتا ہے اور اسے شرعی حجت کے طور پر پیش بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۱۶)

مزید یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نافذ کردہ قانون میں تین طلاقوں کو تین قرار دیا گیا، جب تم خلیفہ راشد کے قانون کے مطابق تین کو تین نہیں مانتے تو موجودہ دَور کے قانون کی آپ کے ہاں کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟

قوم کا اطلاق بہت سے افراد پر ہی ہوتا ہے

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے امام طحاوی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں تو ایک واقع ہو جاتی ہے۔ پھر اس پر یوں تبصرہ کیا:

"گویا آپ کے نزدیک اختلاف کرنے والے چند حضرات نہیں بلکہ ایک قوم ہے۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۸۰)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"طحاوی نے " قوم " کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پوری قوم جماعت موقف اہلِ حدیث کی حامی ہے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۰۷)

الجواب:

(۱) سوال یہ ہے کہ کیا چند افراد پر قوم کا لفظ نہیں بولا جاسکتا؟ کیا طحاوی میں کہیں بھی چند لوگوں کے لیے قوم کا لفظ نہیں بولا گیا؟

غیر مقلد مصنف نے تو تصریح کر دی ہے کہ طائفہ کا لفظ ایک فرد پر بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے

"فلولا نفر من كل فرقة طائفة ...کی تشریح میں لفظ "طائفة" کے متعلق لکھا:

"مفسرین نے طائفہ کا لغوی معنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک شخص کو بھی طائفہ کہا جا سکتا ہے۔"

(انکار حدیث سے انکار قرآن تک صفحہ ۳۱۸)

قوم سے زیادہ وسعت والا لفظ "امت" ہے مگر قرآن میں اکیلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو "امت" کہا گیا ہے: اَنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً۔ "(سورۃ النحل، آیت: ۱۲۰)

(۲) مزید یہ کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے طحاوی میں قوم کا لفظ بول کا اس کا مسلک بیان کر دیتے ہیں بہ تصریح شارحین کبھی اس لفظ قوم کا مصداق بدعتی لوگ بھی ہوتے ہیں۔ بدعتی کی ہم نوائی کوئی معنی نہیں رکھتی۔

(۳) قوم کا مصداق کوئی بھی ہوں مگر اتنی بات مسلم ہے کہ یہ لوگ مجہول ہیں۔ کسی دَور میں انجینئر محمد علی مرزا کا ایک غیر مقلد سے واسطہ پڑ گیا تھا۔ اس نے امام طحاوی رحمہ اللہ کا یہی قوم والا حوالہ دیا۔ تب انجینئر صاحب نے اپنی ویڈیو میں جواب دیا تھا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے سنن ترمذی میں ترک رفع یدین کی بحث میں لکھا کہ بہت سے صحابہ و تابعین ترک رفع یدین کے قائل ہیں۔ تم لوگ امام ترمذی کے اس فرمان کو ٹھکرا دیتے ہو مگر طحاوی میں مذکور مجہول قوم کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ (مفہوم)

مرزا صاحب کی لفظ بہ لفظ عبارت پیچھے ایک باب کے تحت بندہ نے نقل کر دی ہے۔ وہاں دوبارہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

سیدنا ابن عمر تین طلاقوں کو تین نہیں مانتے تھے

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"صحیحین کیا کسی بھی معتبر روایت کا یہ مفاد نہیں کہ ابن عمر ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین قرار دیتے تھے۔"

(تنویر الآفاق صفحہ ۱۶۶)

الجواب:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے جب مسئلہ طلاق کے بارے میں سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے

اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس صورت میں) مجھے رجوع کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں تو یقیناوہ تم پر حرام ہو گئی ہے جب تک کہ وہ تیرے بغیر کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے اور اس طرح تو نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی بھی کی ہے۔

(مسلم:۱/۴۷۶ واللفظ لہ بخاری:۲/۸۰۳ وسنن الکبری:۷/۳۳۱)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا سائل کو یہ فرمانا" تو نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرنانی بھی کی ہے۔" اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں۔اس لئے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا اللہ کی نافرمانی ہے، الگ الگ طہروں میں دینا نہیں۔

مزید تفصیل کے لئے "باب نمبر:ا تین طلاقوں کے تین ہونے پر قرآن وحدیث سے کچھ دلائل" میں دسویں حدیث کا ذیل دیکھئے۔

عوام کی جہالت کا حل یہی ہے کہ تین کو ایک قرار دیا جائے

مولانا عمر فاروق سعیدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عوام کی جہالت کا حل بھی یہی ہے، وہ طلاق کے صحیح طریقے سے بے خبر ہونے کی وجہ سے بیک وقت تین طلاقیں دے دیتے ہیں (حالاں کہ ایسا کرنا سخت منع ہے) پھر پچھتاتے ہیں۔ اس کا حل ہی ہے کہ اسے ایک طلاق شمار کیا جائے گا اور اسے رجوع کا حق دیا جائے۔"

(شرح ابو داود:۲/۲۸۳)

الجواب:

غیر مقلدین ہر بات کو قرآن وحدیث سے مدلل کرنے کے دعوے دار ہیں۔ یہاں بھی قرآن وحدیث پیش کرتے کہ چوں کہ عوام جاہل ہیں اس لیے تین کو ایک قرار دیا جائے۔

جناب! عوام اگر جاہل ہیں تو انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرنے کی کوششیں کی جائیں۔ انہیں طلاق دینے کا شرعی طریقہ سمجھایا جائے۔

مزید یہ کہ غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ طلاق کی کچھ قسمیں ایسی ہیں جن کے بعد رجوع کا حق نہیں ہوتا۔

اگر جاہل لوگ ایسی طلاق دے دیں تو کیا غیر مقلدین تب یہی منطق چلائیں گے کہ چوں کہ عوام جاہل ہیں اس لئے انہیں ایسی طلاقیں دینے کی صورت میں رجوع کا حق دیا جانا چاہیے !؟

حدیث ابن عباس منسوخ نہیں ہے

مولانا عمر فاروق سعیدی غیر مقلد نے حدیث ابن عباس (مسلم) کے بارے میں البانی کے حوالہ سے لکھا:

"منسوخ نہیں ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت صدیق رضی اللہ عنہ اور اوائل دَور عمر میں اسی پر عمل ہوتا رہا ہے۔"

(شرح ابوداود: ۲/ ۶۸۲)

الجواب:

اس کا جواب مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے فتاوی ثنائیہ: ۲/ ۲۱۶ میں دے دیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے باب نمبر ۱۱ میں نقل کر دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تین طلاق کے نفاذ کی نسبت بہتان ہے

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد نے سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کو تین کہہ کر نافذ کیا تھا، کیوں کہ اس حدیث میں کوئی ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جس کا معنٰی یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا تھا۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۳۱)

الجواب:

قاضی ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" فَلَمْ يَرُدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَمْضَاهُ وَكَمَا فِيْ حَدِيْثِ عُوَيْمِرِ الْعَجْلَانِيْ فِي اللِّعَانِ حَيْثُ اَمْضٰى طَلَاقَهُ الثَّلَاثَ وَلَمْ يَرُدَّهُ۔

پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو رد نہیں کیا بلکہ ان کو نافذ فرما دیا اور جیسے کہ عویمر عجلانیؓ کی لعان والی حدیث میں بھی ہے کہ آپ نے اس کی تین طلاقوں کو نافذ

فرمادیا اور رد نہیں کیا۔

غیر مقلدین کے مصنف شیخ زبیر علی زئی کہتے ہیں جب کوئی شخص کسی کی عبارت نقل کر کے تردید نہ کرے تو یہ اس کی طرف سے موافقت سمجھی جائے گی۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"حافظ ابن حجر نے حافظ ابن حزم کی مخالفت نہیں کی لہذا یہ اُن کی طرف سے ابن حزم کی موافقت ہے۔"

(علمی مقالات:۴/۱۳۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"انہوں نے سکوت فرمایا، جو گویا خاموش تائید ہے۔"

(مقالات:۵/۱۸۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"صاحب نے بغیر کسی رد کے صاحب الہدایہ سے نقل کیا ہے۔"

(مقالات:۵/۳۳۳)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے قاضی صاحب کی مذکورہ عبارت کو نقل کر کے تردید نہیں کی۔(تہذیب السنن ابی داود ۲/۱۲۹)

حکیم صاحب! قاضی ابو بکر رحمہ اللہ اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟

عارفی صاحب نے مسلم کی حدیث ابن عباس کے تحت لکھا کہ تین طلاقوں کے ایک ہونے کے فیصلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سماعت فرماتے رہے جیسا کہ آگے باب: "غیر مقلدین کی غلط بیانیاں"...میں..."رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت" عنوان کے تحت آرہا ہے ان شاء اللہ۔ حالاں کہ مسلم کی حدیث ابن عباس میں ایسی کوئی بات نہیں، کیا عارفی صاحب مذکورہ بالا اپنی عبارت "نبی پر بہتان" اپنے اوپر چسپاں کریں گے؟

باب نمبر:۱۶

غیر شرعی / بدعی طلاق کا وقوع

غیر مقلدین کے فتوے

غیر مقلدین عموماً مناظروں، تقریروں اور تحریروں میں کہا کرتے ہیں کہ چوں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا از روئے حدیث منع ہیں اس لیے وہ واقع نہیں ہوتیں۔

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"نہایت افسوس ہے ان علم کے دعویٰ داروں کی عقل و فہم پر کہ یہی بات جب ہم ان کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا تمہارے نزدیک بدعت، حرام اور گناہ ہے۔ تو یہ کہتے ہیں ٹھیک ہے، ایسی طلاقیں حرام، گناہ بلکہ بدعت ہیں، مگر ہو تینوں ہی جائیں گی۔"

(پیش لفظ: احسن الابحاث صفحہ ۱۲، ناشر: ادارہ تحقیقاتِ عثمانیہ اہلِ حدیث گوجرانوالہ)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ایک سے زیادہ طلاق دینا نص سے حرام ہیں تو پھر کسی کے فعل حرام سے حلال حرام نہیں ہو گا۔"

(دین الحق: ۲/ ۶۵۲، مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر ۲۰۰۱ء)

آگے لکھا:

"صاف ظاہر ہے کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ طلاقیں دینے کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور یہ چیز بھی کسی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جس کام کا انسان کو شرعا اختیار نہیں اسے کسی نے کر ڈالا تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا بلکہ وہ کام کالعدم ہو گا۔"

(دین الحق: ۲/ ۶۵۵، ناشر: مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخِ اشاعت: دسمبر/ ۲۰۰۱ء)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہر شخص بہت آسانی کے ساتھ یہ سمجھ سکتا ہے کہ مذکورہ بالا فرمان نبوی طلاقِ حیض کے باطل و مردود ہونے پر دلیل قاطع ہے۔ جس کا باعث صرف یہ ہے کہ شریعت نے بحالتِ حیض

طلاق سے اسی طرح منع کیا ہے جس طرح بحالت طہر بیک وقت طلاقِ ثلاثہ ہے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۴۳)

تنبیہ: حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق کے واقع نہ ہونے کا دعوی نہ صرف بے دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے۔ جیساکہ آگے خود غیر مقلدین کی زبانی مذکور ہو گا ان شاء اللہ۔

بہر حال ندوی صاحب دعوی کر رہے ہیں جس طرح حالتِ حیض میں دی گئی طلاق ممنوع ہونے کی وجہ سے واقع نہیں ہوتی، اسی طرح اکٹھی تین طلاقیں دینا بھی چوں کہ ممنوع ہیں اس لئے واقع نہیں ہونی چاہئیں۔

الجواب:

بہت سے امور ایسے ہیں جن کے کرنے کو شریعت میں ممنوع قرار دیا گیا ہے مگر جب اس ممنوع کام کا کوئی ارتکاب کرلے تو اس پر اگلا حکم مرتب ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"کسی چیز کا ناجائز اور ممنوع ہونا اپنے مقام پر ہے اور اس پر شرعی حکم کا ترتب اپنی جگہ پر ہے کون نہیں جانتا کہ ارتداد، زنا، چوری، قتل، ڈاکہ وغیرہ شریعت حقہ کے نزدیک بڑے سنگین گناہ ہیں مگر ان پر شرعاً احکام بھی مرتب ہیں۔ ارتداد اور قتل ناحق اور ڈاکہ کی بعض صورتوں میں اپنی شرائط کے ساتھ قتل کا حکم ہو گا اور شرعی ثبوت کے بعد چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور زنا میں رجم اور کوڑوں کی نوبت آئے گی تو کیا یہ کہنا درست ہو گا کہ چوں کہ یہ جملہ افعال ناجائز حرام اور ممنوع ہیں لہذا ان پر شرعاً کوئی حکم اور سزا ہی مرتب نہ ہو؟ اپنی منکوحہ بیوی کو محرمات ابدیہ میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دینے کو شریعت کی اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدہ بات اور جھوٹ سے تعبیر فرمایا ہے منکرا من القول وزورا مگر بایں ہمہ اس پر ایک شرعی حکم مرتب ہوتا ہے جس کو کفارۂ ظہار کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اس ممنوع امر پر کوئی حکم مرتب نہ ہو۔ (طحاوی جلد ۲ صفحہ ۲۹ وزاد المعاد جلد ۴ صفحہ ۴۸) اور قذف ممنوع ہے مگر حد اور رد الشہادت کا حکم اس پر بھی مرتب ہے۔ (زاد المعاد جلد ۴ صفحہ ۴۸)... اسی طرح جن حضرات کی تحقیق کے رُو سے تین طلاقیں بیک وقت مکروہ اور غیر مستحسن ہیں بہر کیف وقوع اور

ترتب ان کا بھی ہو گا اگرچہ اس فعل میں کراہت بھی شامل ہو گی اور دفعۃً تین طلاقیں دینا بلاشبہ جہالت اور حماقت کا کام ہے مگر واقع تین ہی ہوں گی۔“

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۳۰، ۳۱)

حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں خرید و فروخت حرام ہے اور جو کسی خرید و فروخت کرنے والے کو دیکھے اس پر واجب ہے کہ وہ اسے کہے ”اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔“ یہ ممانعت اس لئے ہے کہ مساجد کی تعمیر اللہ کی عبادت واطاعت کے لئے عمل میں لائی گئی اور اگر اس میں خرید و فروخت شروع کر دی جائے تو اس کی تعمیر کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جاتا۔ علاوہ اَزیں اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا بیع منعقد ہو جائے گی یا نہیں؟ تو امام شافعیؒ اور دیگر اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ تحریم کے باوجود بیع منعقد ہو جائے گی۔“

(فقہ الاسلام: ۱/ ۱۶۶)

فقہ الاسلام مذکورہ کتاب کے سرورق پر ”نظر ثانی: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ، پروفیسر عبد الجبار شاکر حفظہ اللہ، پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ حفظہ اللہ۔“ درج ہے۔

لاہوری صاحب کی اس عبارت کے پیشِ نظر مسجد میں خرید و فروخت حرام ہے مگر امام شافعی رحمہ اللہ اور اکثر علماء کے نزدیک حرام ہونے کے باوجود بیع مبقعد ہو جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی عمل کا ناجائز، ممنوع اور حرام ہونا الگ بات ہے، اس پر اگلے حکم کا ترتب دوسری چیز ہے۔

یاد رہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کو غیر مقلدین اپنا ہم مذہب اہلِ حدیث کہا کرتے ہیں۔ اور مزید یہ کہ مقلدین چوں کے مدعیان اہلِ حدیث کے ہاں جاہل شمار ہوتے ہیں، اس لئے لاہوری صاحب کی عبارت میں ”اکثر علماء“ سے مراد غیر مقلدین ہونے چاہئیں۔

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مسروقہ [چوری کی ہوئی (ناقل)] چھری سے جانور ذبح کرنا اگرچہ گناہ ہے لیکن جانور ذبح ہو جائے گا۔ اسی طرح گواہوں کے بغیر طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، حالاں

کہ ایسا کرنا گناہ ہے۔"

(فتاویٰ اصحاب الحدیث:۲/۳۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ کے عمل کے ناجائز اور گناہ ہونے کے باوجود جب اسے کر لیا جائے اس پر اگلا حکم لگ جاتا ہے۔

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد جبری طلاق کے وقوع کو مانتے ہیں وہ اس سلسلہ میں اپنے مخالف (غیر مقلدین) کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نہی عن الشیء اس کے عدم وقوع کو مستلزم نہیں۔ قتل مسلم معصوم وزنا ممنوع ہیں، مگر کرنے سے جرم ثابت ہوتا ہے اگر کوئی کسی مسلم سے بجبر واکراہ کسی مسلم معصوم کو قتل کرائے، ایک بھی نہیں بلکہ صدہا کو ایسے بار بار زنا کرائے یا مسلمانوں کے اموال لٹوائے، تو سلف صالحین سے بلکہ تمام ہی ائمہ محدثین وفقہاء سے کوئی بھی اس کا قائل ثابت نہیں ہوا کہ اکراہ میں اختیار باقی رہتا ہے۔ جب اختیار باقی رہتا ہے تو پھر اور امور طلاق وغیرہ میں بھی واقع ہو جائیں گے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ:۲/۳۰۰)

دہلوی صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ جو کام شرعاً ممنوع ہیں مگر جب کوئی ان کا ارتکاب کر لیتا ہے تو ان پر حکم مرتب ہو جاتا ہے۔

عورت کو حالتِ حیض میں طلاق دینا منع ہے۔ منع ہونے کے باوجود اگر کسی نے ایسی حالت میں طلاق دے دی تو از روئے حدیث واقع ہو جائے گی۔ حکیم صفدر عثمانی سمیت اکثر غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے اور یہ بدعی طلاق ہے مگر واقع ہو جاتی ہے۔ ہم ذیل میں غیر مقلدین کی کتابوں سے بِدعی طلاقوں کے واقع ہونے کو نقل کرتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان کا شاہی کلام

نواب صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں درج کرنے کے بعد لکھا:

”واین روایات دال است بر وقوق طلاق بدعی وباین رفتہ اند جمہور، یہ روایات غیر شرعی طلاق کے وقوع پر دلالت کرتی ہیں اور جمہور کا مذہب بھی یہی ہے۔“

(بدور الاھلۃ صفحہ ۱۸۳)

نواب صاحب دوسری کتاب میں فرماتے ہیں:

”حیض والی عورت کو اس کی رضا کے بغیر طلاق دینے کی حرمت پر اُمت کا اتفاق ہے۔ اگر کسی نے طلاق دی تو گنہگار ہوگا اور اس کو رجوع کا حکم دیا جائے اور بعض اہلِ ظاہر نے کہا کہ ایسی طلاق نہیں ہوتی کیوں کہ ایسی طلاق کی اجازت نہیں مگر والصواب الاول پہلی بات درست ہے۔“

(السراج الوہاج ۱/۲۴۹ بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۶۳)

میر نورالحسن خاں کی ”عرف الجادی“

میر نورالحسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”واز ادلہ متقدمہ ظاہر است کہ سہ طلاق بیک لفظ یا در یک مجلس بدون تخلل رجعت یک طلاق باشد اگرچہ بدعی بود ایں صورت منجملہ صور طلاق بدعی واقع است باآنکہ فاعلش آثم باشد نہ سائر صور بدعی کہ در آنہا طلاق واقع نمی شود۔“

(عرف الجادی من جنان ھدی الھادی صفحہ ۱۲۱)

ترجمہ: اوپر بیان کردہ دلیلوں سے ظاہر ہے کہ ایک لفظ کی تین طلاقیں یا ایک مجلس کی تین طلاقیں جب کہ درمیان میں رجعت نہ ہو ایک طلاق ہوگی اگرچہ یہ بھی بدعی ہوگی۔ طلاق بدعی کی یہ قسم دیگر بدعی طلاقوں کے برخلاف نافذ ہوگی اور اس کا مرتکب گناہ گار بھی ہوگا اور طلاق بدعی کی ساری قسموں میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن قاسمی صاحب مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سوال یہ ہے کہ ممنوع اور غیر مشروع ہونے میں ایک مجلس کی تین طلاقیں، اور تین طلاقوں کی یہ ایک طلاق دونوں برابر اور یکساں ہیں یا دونوں کی ممنوعیت و غیر مشروعیت میں

تفاوت ہے۔ اگر دونوں میں تفاوت اور کمی بیشی ہے تو اس تفاوت پر شرعی نص درکار ہے۔ بالخصوص جو لوگ دوسروں سے ہر بات پر کتاب وسنت کی نص کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں ان پر ذمہ داری زیادہ عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اس دعویٰ پر قرآن وحدیث سے کوئی واضح دلیل پیش کریں اور اگر دونوں کی ممنوعیت یکساں ہے اور یہی بات جناب میر الحسن خاں مرحوم کی عبارت سے ظاہر ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ مفروضہ [غیر شرعی وبدعی طلاق کا واقع نہ ہونا (ناقل)] خود ان لوگوں کے نزدیک بھی مسلّم اور قابل عمل نہیں ہے بلکہ مغالطہ اندازی کے لیے ایک ایسی بات چلتا کر دی گئی ہے جو واقعیت سے یکسر بے بہرہ اور محروم ہے۔"

(مسئلہ تین طلاق صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۲۱)

مولانا ثناء اللہ امر تسری کا فتویٰ

سوال ہوا "طلاق بدعی واقع ہو گی یا نہ ؟"

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد نے اس کے جواب میں لکھا:

"طلاق واقع ہو جائے گی لقوله عليه السلام ثلاث جدهن جد وهزلهن جد الطلاق والنكاح و العتاق ۔ تین چیزیں استہزاءً کہی جائیں یا قصداً ہر حالت میں واقع ہو جاویں گی، طلاق، نکاح اور آزادی غلام۔ اس حدیث میں طلاق کا عدم وقوع کسی حالت میں نہیں فرمایا۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۰۰)

امر تسری صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ بِدعی طلاق بھی شمار ہو گی۔

مولانا صادق خلیل کا اعتراف

مولانا صادق خلیل غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حالتِ حیض میں طلاق دینا بدعی ہے البتہ صحیح احادیث کی روشنی میں وہ طلاق شمار ہو گی چنانچہ احمد، ابو داود اور نسائی میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حیض

کی حالت میں طلاق دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طلاق کو شمار کیا۔ نیز یہ حدیث صحیح ہے۔"

(حاشیہ مشکوۃ اردو: ۳/ ۷۳)

اس عبارت میں واضح اعتراف ہے کہ احادیث کی رو سے بدعی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

حافظ محمد امین کی عبارت

حافظ محمد امین غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جمہور اہلِ علم کا یہی مسلک ہے کہ حیض کی طلاق باوجود جائز نہ ہونے کے شمار ہو گی۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی دلیل حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان ہے کہ میری طلاق کو ایک شمار کیا گیا۔ "حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيْقَةٍ" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں رجوع کے لیے فرمانا اور درمیان میں ایک طہر انتظار کرنا بھی اسی مسلک کی تائید کرتا ہے۔ اگر طلاق واقع نہیں ہوئی تھی تو رجوع اور طہر کا انتظار کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ مندرجہ بالا روایات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے شاگردوں کو فتویٰ بھی یہی دیا ہے، لہٰذا یہی مسلک صحیح ہے۔ امام ابنِ حزم اور شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا قول اس مسئلے میں شاذ ہے۔"

(حاشیہ نسائی ۵/ ۲۸۸)

عبارت میں مذکور "امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا قول اس مسئلے میں شاذ ہے۔" جملہ پہ ایک بار پھر نگاہ کر لیں۔

مولانا عمر فاروق سعیدی کا قول

مولانا عمر فاروق سعیدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جمہور اس کے وقوع کے قائل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے الجامع الصحیح میں باب قائم کیا ہے [باب اذا طلقت الحائض تعتد بذلک الطلاق] جب حائضہ کو طلاق دے دی جائے تو اس کی وہ طلاق شمار ہو گی۔" اس موضوع پر لمبی بحثیں ہیں اور ان کا محور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طلاق کا واقعہ ہے۔ وہ کہتے ہیں "حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيْقَةٍ" (صحیح بخاری، الطلاق، حدث: ۵۲۵۳) "یہ مجھ پر ایک طلاق شمار کی گئی تھی۔" اور ایک دوسرا جملہ جو ہماری اس روایت

میں ہے: [وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا] "اور اسے کچھ نہ سمجھا یا کچھ نہ شمار کیا" لیکن یہ جملہ عدم شمار کے لیے صریح نص نہیں ہے جیسے کہ امام شافعی یا دیگر محدثین وفقہاء نے اس کو محتمل قرار دیا ہے، یعنی اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو درست اور صحیح نہ سمجھا۔" یا رجوع سے مانع نہ سمجھا۔" وغیرہ محدثِ عصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس موضوع کی مختلف احادیث کے اسانید ومتون میں تقابل کرتے ہوئے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ ایام حیض کی طلاق واقع ہو جاتی ہے گو اس کے خلافِ سنت ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔"

(شرح ابوداود مترجم ۲/ ۶۶۹)

اس عبارت میں میں اعتراف ہے کہ سنت کے خلاف دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مولانا عبد الرحمن کیلانی کا اقرار

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان سے کہیے کہ رجوع کر لیں۔ (الحدیث) اس حدیث کے آخر میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا گیا: "آیا وہ طلاق شمار ہوئی تھی یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "ہاں ہوئی تھی" یہ طلاق حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حیض کی حالت میں دی تھی، جب کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا منع ہے۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ ۱۰۷)

حالتِ حیض میں طلاق دینا اگرچہ ممنوع ہے مگر کیلانی صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مولانا صلاح الدین یوسف کے تفسیری حواشی

مولانا صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اس سے ہم بستری کئے بغیر طلاق دو، حالت طہر

اس کی عدت کا آغاز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حیض کی حالت یا طہر میں ہم بستری کرنے کے بعد طلاق دینا غلط طریقہ ہے اس کو فقہاء طلاق بدعی سے اور پہلے (صحیح) طریقے کو طلاق سنت سے تعبیر کرتے ہیں، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور انہیں اس سے رجوع کرنے کے ساتھ حکم دیا کہ حالت طہر میں طلاق دینا اور اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت سے استدلال فرمایا۔ (صحیح بخاری، کتاب الطلاق) تاہم حیض میں دی گئی طلاق بھی باوجود بدعی ہونے کے واقع ہو جائے گی۔ محدثین اور جمہور علماء اسی بات کے قائل ہیں۔"

(تفسیری حواشی صفحہ ۱۵۹۰)

صلاح الدین یوسف کی اس عبارت میں اعتراف ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا بدعت ہے، ایسی طلاق دینے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے مگر اس کے باوجود یہ بِدعی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ محدثین اور جمہور علماء کا یہی نظریہ ہے۔

مولانا امین محمدی کا مقالہ

غیر مقلدین کے بزرگ مولانا امین محمدی نے مسئلہ تین طلاق پر مقالہ پڑھا۔ اس میں کہا:

"کیا عبد اللہ بن عمر کا واقعہ یاد نہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوسری طلاق سے پہلے رجوع کا حکم دیا تھا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا منع ہے اور آپ کا یعنی ہمارا موقف ہے کہ وہ طلاق ہو جاتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس لئے ہوتی ہے کہ خاوند اس وقت اس عورت کا مالک ہوتا ہے۔"

(بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۱۵۸ تصنیف مولانا عبد القدوس خاں قارن)

عرض ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے رہا ہوتا ہے تب بھی وہ بیوی کا مالک ہوتا ہے۔

حافظ عبد الستار حماد کا رجحان

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”طلاق بدعت کی درج ذیل صورتیں ہیں: (۱) طہر کی بجائے حالتِ حیض یا حالت نفاس میں طلاق دی جائے۔ (۲) ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں خاوند اپنی بیوی سے مباشرت کر چکا ہو۔ (۳) ایک طلاق کی بجائے بیک وقت تین طلاق دے دے (۴) دو گواہوں کے بغیر طلاق دے... طلاق بدعت کی مندرجہ بالا صورتوں میں طلاق کے نافذ ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔ جمہور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم ان حالات میں دی ہوئی طلاق واقع ہونے کا موقف رکھتے ہیں اگرچہ خلاف سنت طریقہ اختیار کرنے سے گناہ اور معصیت ہے... جمہور علماء اپنے مؤقف کے متعلق بہت مضبوط دلائل رکھتے ہیں جن میں سر فہرست امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ہمارا رجحان بھی اسی طرف ہے۔“

(فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۲/ ۳۱۴)

حماد صاحب بدعی طلاقوں میں اکٹھی تین طلاقوں کو شمار کیا پھر کہا ائمہ اربعہ سمیت جمہور بدعی طلاقوں کو ممنوع ہونے کے باوجود نافذ مانتے ہیں پھر کہا کہ میرا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ پھر یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ بِدعی طلاقوں کے وقوع پر بہت مضبوط دلائل موجود ہیں۔

حماد صاحب آگے لکھتے ہیں:

”ہم اختصار کے پیشِ نظر طلاق بدعت کی پہلی صورت کا جائزہ لیتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہم نے اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ”وہ رجوع کرے“ ایک راوی کہتا ہے کہ آیا شمار کیا گیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیوں نہیں۔ [صحیح بخاری، الطلاق: ۵۲۵۲] علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے مختلف طریق ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کیا ہے کہ دَوران حیض دی گئی طلاق کو شمار کیا جائے گا۔ [ارواء الغلیل ، ص: ۱۳۳، ج ۷] اسے طلاق شمار کرنے کے متعلق کچھ آثار و قرائن حسب ذیل ہیں: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رجوع کا حکم دیا اور رجوع ہمیشہ طلاق کے بعد ہوتا ہے، اس رجوع کو لغوی قرار دینا سخن سازی اور سینہ

زوری ہے۔[بیہقی، ص:۹،ج۴](۲)اس حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم نے جو طلاق دی ہے وہ ایک ہے۔"[دار قطنی، ص۔۹،ج۴](۳)ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"وہ طلاق جو اس نے دی ہے، شمار کی جائے گی۔"[بیہقی، ص۔۲۳۶،ج۷](۴)حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خود کہتے ہیں کہ یہ طلاق مجھ پر شمار کرلی گئی۔[صحیح بخاری:۵۲۵۳]ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ بھی خیال نہ فرمایا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طریقہ کار کو درست خیال نہ فرمایا۔ صورت مسؤلہ میں ہے کہ خاوند نے پہلی طلاق ایسے طہر میں دی تھی جس میں وہ بیوی سے مقاربت کر چکا تھا۔اس کے متعلق بھی اختلاف ہے لیکن جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اس طرح طلاق دینا اگرچہ گناہ اور معصیت ہے لیکن اس کے باوجود طلاق واقع ہو جائے گی، جیسا کہ مسروقہ[چوری شدہ(ناقل)]چھری سے جانور ذبح کرنا اگرچہ گناہ ہے لیکن جانور ذبح ہو جائے گا۔اسی طرح گواہوں کے بغیر طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، حالاں کہ ایسا کرنا گناہ ہے۔"

(فتاویٰ اصحاب الحدیث:۲/۳۱۵)

حماد صاحب نے اس عبارت میں بھی تسلیم کیا ہے کہ طلاق بدعت واقع ہو جاتی ہے، مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا جس طرح چوری کی چھری سے جانور ذبح کرنا گناہ ہے مگر جانور کا ذبح ہونا حلال ہو گا، اسی طرح بدعی طلاق دینا گناہ ہے مگر وہ واقع ہو جائے گی۔

حماد صاحب اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

"اگرچہ پہلی طلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف دی ہے، تاہم گناہ اور معصیت ہونے کے باوجود تیر اپنے ترکش سے نکل چکا ہے اور نشانے پر لگ گیا ہے۔"

(فتاویٰ اصحاب الحدیث:۲/۳۱۶)

اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ

کے خلاف دی ہے، تاہم گناہ اور معصیت ہونے کے باوجود تیر اپنے ترکش نے نکل چکا ہے اور نشانے پر لگ گیا ہے۔"

مولانا عبد المنان نور پوری کی صدا

مولانا عبد المنان نور پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"صحیح بخاری ، کتاب الطلاق ،باب اذا طلقت الحائض تعتد بذلک الطلاق میں ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیر اجعھا... اسی باب میں ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حُسِبَتْ عَلَیَّ بِتَطْلِیْقَةٍ یہ طلاق جو میں نے حیض میں دی تھی مجھ پر شمار کی گئی۔ رہی روایت وَلَمْ یَرَهَا شَیْئاً" وبتقدیر صحت اس کا معنیٰ ہو گا:"وَلَمْ یَرهَا شَیْئًا یَمْنَعُ الطَّلَاقَ" تاکہ دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جائے تو پہلی طلاق در حیض بھی واقع ہو چکی ہے۔"

(احکام و مسائل:۲/۶۷۶)

غیر مقلدین کے ایک فریق کی رائے ہے کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اُن کی یہ رائے بخاری میں مروی حدیث نبوی کے خلاف ہے۔

شیخ زبیر علی زئی کا اعلان

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حالتِ حیض میں طلاق دینا جائز نہیں ہے لیکن اگر دی جائے تو یہ شمار ہوتی ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حائضہ بیوی کو ایک طلاق دی تھی۔ (صحیح بخاری:۵۳۳۲، صحیح مسلم :۱۴۷۱، دار السلام:۳۶۵۳) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ طلاق (جو میں نے حائضہ بیوی کو دی تھی) ایک طلاق شمار کی گئی تھی۔ (صحیح بخاری:۵۲۵۳، صحیح مسلم:۱۴۷۱، دار السلام :۳۶۵۸) معلوم ہوا کہ حالتِ حیض والی بیوی کو طلاق دینا ممنوع ہے لیکن اگر دے دی جائے تو یہ طلاق شمار ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ بدعی طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ ایسی طلاق دینا غلط ہے۔"

(مؤطا امام مالک مترجم صفحہ ۳۲۰ تحت حدیث: ۲۳۳)

علی زئی کی اس عبارت میں ”بدعی طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ ایسی طلاق دینا غلط ہے۔“ جملہ زیرِ نگاہ رہے۔

حافظ ندیم ظہیر کی آواز

حافظ ندیم ظہیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ان ایام (حیض) میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا وہ طلاق واقع (شمار) ہو گی؟ تو اس بارے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت صریح ہے، وہ فرماتے ہیں: ”حُسِبَتْ عَلَيَّ بِطَلْقَةٍ یعنی حالتِ حیض میں دی گئی طلاق مجھ پر شمار کی گئی تھی۔ (صحیح البخاری: ۵۲۵۳) اسی پر جمہور اہلِ علم کا فتویٰ ہے“

(ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو شمارہ: ۱۴۱ صفحہ ۹)

حالتِ حیض میں طلاق دینا اگرچہ ممنوع ہے مگر ظہیر صاحب کے اعتراف کے مطابق اس کے وقوع پر صریح حدیث موجود ہے۔

مولانا عمران ایوب لاہوری کا حوالہ

مولانا عمران ایوب لاہوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”(جمہور، ائمہ اربعہ) طلاقِ بدعی واقع ہو جائے گی۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں: (۱) آیات طلاق کا عموم۔ (۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دَوران حیض اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجوع کا حکم دیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ دَوران حیض دی گئی طلاق واقع ہو گی کیوں کہ رجوع ہمیشہ طلاق کے بعد ہی ہوتا ہے۔ (۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حُسِبَتْ عَلَيَّ بِطَلْقَةٍ یہ جو طلاق میں نے حالت حیض میں دی تھی مجھ پر شمار کی گئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هِيَ وَاحِدَةٌ یہ (جو تم نے طلاق دی ہے) ایک ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہا سے کہا: اسے رجوع کا کہو۔ پھر وہ عدت میں طلاق دے

وَتُحْتَسَبُ التَّطْلِيْقَةُ الَّتِيْ طَلَّقَ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور وہ طلاق جو اس نے پہلی مرتبہ دی تھی شمار کر لی جائے گی۔ (البانیؒ) انہوں نے تفصیلاً روایات نقل کرنے کے بعد جمہور کے قول کو ترجیح دی ہے۔ (شیخ ابن عثیمینؒ) اسی کے قائل ہیں.... (راجح) طلاقِ بدعی واقع ہو جاتی ہے، یہی مؤقف دلائل کے رُوسے زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔"

(طلاق کی کتاب صفحہ ۹۰، ناشر: فقہ الحدیث پبلی کیشنز لاہور)

حافظ عمران ایوب لاہوری نے بحث کے آخر میں درج ذیل نتیجہ نکالا ہے:

"طلاقِ بدعی واقع ہو جاتی ہے، یہی مؤقف دلائل کے رُوسے زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔"

مولانا عبد السلام بستوی کا ضمیمہ

غیر مقلدین کی کتاب "دستور المتقی" کے آخر میں مولانا عبد السلام بستوی غیر مقلد کی طرف سے ضمیمہ شامل کیا گیا۔ اس میں لکھا ہے:

"حیض کی حالت میں طلاق دینی جائز نہیں۔ اگر دے دی تو پڑ جاوے گی۔"

(ضمیمہ دستور المتقی صفحہ ۲۳۹، طبع عبد التواب اکیڈمی ملتان)

بستوی صاحب بھی اعتراف کر رہے ہیں ناجائز طریقہ سے دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مولانا مبشر ربانی کی تفصیلی گفتگو

مولانا مبشر احمد ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"برحق مسلک یہی ہے کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جمہور ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا یہی قول ہے۔ دلائل درج ذیل ہیں: (۱) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ حالتِ حیض میں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا..." اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے، پھر اسے اس حالت میں رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر حائضہ ہو پھر پاک ہو جائے، پھر اگر چاہے تو اس کے بعد روک لے اور اگر چاہے تو چھونے سے پہلے طلاق دے دے۔ یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔" (بخاری کتاب الطلاق :

باب و قول اللّٰہ تعالی ﴿ایھا النبی اذا طلقتم النساء ....﴾ (۵۲۵۱) ،ابوداود (۲۱۷۹)، ابن ماجہ (۲۰۱۹)، ابن الجارود (۷۳۴)، مسند شافعی (۱۶۳۰)، بیہقی (۳۲۳/۷)، مسند طیالسی (۱۸۵۳)، مسند احمد (۵۴۶/۲)جمہور محدثین و فقہاء کے ہاں اس حدیث میں محل استدلال " فَلْيُرَاجِعْهَا" کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم دیا۔ اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو رجوع نہ ہوتا۔ بعض لوگوں نے یہاں رجوع کا لغوی کا معنی مراد لیا ہے کہ اسے پہلی حالت میں لوٹاٹے نہ کہ اس کی طلاق شمار کی جائے۔ یہ بات دو لحاظ سے غلط ہے: (۱)لفظ کو شرعی حیثیت پر محمول کرنا اسے لغوی حقیقت پر محمول کرنے پر مقدم ہے جیساکہ اصول فقہ کی کتب میں یہ اصول موجود ہے۔ (۲)عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جنہوں نے طلاق دی تھی، انہوں نے خود اس کی تصریح کی ہے کہ یہ طلاق شمار کی گئی ہے، لہذا اسے بلا دلیل لغوی پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔"

(احکام و مسائل صفحہ ۳۹۱)

ربانی صاحب نے اعتراف کیا ہے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں رجوع کو لغوی قرار دینا مضمون حدیث کے خلاف ہے، لہذا جو غیر مقلدین اسے رجوع لغوی کا نام دیتے ہیں وہ حدیث کو رد کرنے والے ہیں۔ ہم آئندہ ایک مستقل باب میں غیر مقلدین کی تضاد بیانیاں درج کریں گے، وہاں اُن غیر مقلدین کے بھی حوالہ جات نقل کریں گے جنہوں نے اس رجوع کو "لغوی" قرار دے کر حدیث کو رَد کر دیا۔

ربانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"(۲)سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "اَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَجَعَلَهَا وَاحِدَةً "[مسند طیالسی (۶۸)، دار قطنی (۳۸۶۷)، بیہقی (۳۶۶/۷)]"ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو طلاق دی اور وہ حائضہ تھی تو عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے یہ سارا معاملہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک طلاق قرار دیا۔" حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هٰذَا نَصٌّ فِيْ مَوْضِعِ الْخِلَافِ فَيَجِبُ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ۔[فتح الباری (۳۵۳/۱۰)]" یہ حدیث حائضہ عورت کی طلاق کے وقوع میں اختلاف پر نص ہے، لہذا اس کی طرف لوٹنا واجب

ہے۔" اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عورت کو حالتِ حیض میں طلاق دی جائے تو وہ ایک طلاق شمار ہوتی ہے اور یہ صحیح حدیث اس طلاق کے وقوع پر نص کی حیثیت رکھتی ہے۔"

(احکام ومسائل صفحہ ۴۹۱)

ربانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"(۳) امام زہری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ عورت کو طلاق کس طرح دی جاتی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور وہ حالت حیض میں تھی تو عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آگئے۔ آپ نے فرمایا: " وہ اس سے رجوع کرے، پھر اس کو روکے رکھے حتیٰ کہ اسے ایک ماہواری آجائے اور وہ پاک صاف ہو جائے۔ پھر اگر اس کے لئے ظاہر ہو کہ وہ اسے طلاق دینا چاہتا ہے تو طہارت کی حالت میں جماع سے پہلے طلاق دے، یہ وہ طلاق ہے جو عدت کے لئے ہے جیسے اللہ عزوجل نے وحی نازل کی ہے۔" عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رجوع کر لیا اور جو طلاق میں نے اسے دی تھی وہ شمار کی۔" [نسائی ، کتاب الطلاق: باب وقت الطلاق للعدۃ التی امر اللہ عزو جل ان یطلق لھا النساء (۳۴۲۰)] اس حدیث کے دیگر طرق میں یہ الفاظ بھی ہیں: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، اس کی وہ طلاق شمار کی گئی پھر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے رجوع کر لیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔" [مسند احمد (۲۸۹/۱۰)، بیہقی (۳۲۴/۷)، دار قطنی (۳۸۵۱)، المسند المستخرج لابی نعیم (۱۴۹/۴)] اس حدیث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وہ طلاق جو انہوں نے حالتِ حیض میں دی تھی، شمار کی گئی تھی۔"

(احکام ومسائل صفحہ ۴۹۲)

ربانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”(۴)یونس بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ”ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی جب وہ حائضہ تھی تو (اس کا کیا حکم ہے ؟)“ اس پر انہوں نے کہا: ”تم ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کو پہچانتے ہو؟ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی جب وہ حالت حیض میں تھی تو عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اس سے رجوع کرے، پھر جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس وقت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) طلاق دینا چاہے تو اسے طلاق دے دے۔“ میں نے کہا: ”کیا اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق شمار کیا؟“ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ”آپ مجھے بتائیں اگر کوئی عاجز ہو اور حماقت کا ثبوت دے تو اس کی عاجزی اور حماقت کی وجہ سے وہ فرض ساقط ہو گا؟ (ہرگز نہیں۔ مطلب یہ کہ یہ طلاق شمار ہو گی)“ [بخاري ، كتاب الطلاق : باب مراجعة الحائض (۵۳۳۳)، مسلم (۱۴۷۱)، مسند احمد (۶۷/۹)، سنن سعید بن منصور (۱۵۴۹)، ابو داود (۲۱۸۴)، ترمذی (۱۱۷۵)، نسائی (۳۴۲۹)، ابن ماجہ (۲۰۲۲)، طحاوی (۵۲/۳)، دار قطنی (۳۸۶۱)، بیہقی (۳۲۵/۷) یونس بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ”اَفَتَحْتَسِبُ بِهَا؟ فَقَالَ مَا يَمْنَعُهُ“ [بیہقی (۳۲۶/۷)] ”کیا آپ نے اسے طلاق شمار کیا ؟“ تو انہوں نے کہا: ”اس سے کون سی چیز مانع ہے؟“

(احکام و مسائل صفحہ ۴۹۳)

ربانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”(۵) انس بن سیرین رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے کہا: ”ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق دی، وہ حالت حیض میں تھی، عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ اس سے رجوع کرے۔“ میں نے کہا: ”کیا یہ طلاق سمجھی جائے گی؟“ تو انہوں نے کہا: ”چپ رہ، اور کیا سمجھی جائے گی؟“ [بخاری، كتاب الطلاق: باب اذا طلقت الحائض

تعتد بذلک الطلاق (۵۲۵۲)، مسلم (۱۴۷۱)، ابن الجارود (۷۳۵)، طحاوی (۳/ ۵۲)، دار قطنی (۳۸۳۸)، بیہقی (۷/ ۳۲۶)، مسند احمد (۹/ ۳۱۷)] درج بالا تمام دلائل اس بات کا ثبوت ہیں کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہی جمہور ائمہ محدثین کا مذہب ہے اور یہی کتاب و سنت کے زیادہ قریب ہے۔"

(احکام و مسائل صفحہ ۴۹۳)

ربانی صاحب دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

"(۶) سعید بن جبیرؒ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: "حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ" مجھ پر وہ طلاق شمار کی گئی۔ (صحیح البخاری (۵۲۵۳)، تغلیق التغلیق ۴/ ۴۳۴، المسند المستخرج لابی نعیم ۹/ ۱۳۵۲، ارواء الغلیل للشیخ الالبانیؒ ۷/ ۱۲۸)"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۳۷۰)

ربانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"(۷) امام عامر شعبیؒ نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو دَوران حیض ایک طلاق دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے حکم دیا کہ وہ رجوع کر لے جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس کی عدت ابتداء میں اسے طلاق دے دے پھر جو پہلی طلاق دی تھی اسے شمار کر لے۔ (بیہقی ۷/ ۳۲۶ واللفظ لہ دار قطنی (۳۸۷۳) علامہ البانیؒ نے فرمایاہے کہ: "ھذا اسناد صحیح رجالہ ثقات علی شرط الشیخین" یہ سند صحیح ہے اس کے رجال بخاری و مسلم کی شرط پر ثقہ و قابلِ اعتماد ہیں۔ (ارواء الغلیل ۷/ ۱۳۱)"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۳۷۰)

ربانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"(۸) امام دار قطنی نے ابو بکر از عیاش بن محمد از ابو عاصم از ابن جریج از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک طلاق ہے۔ (دار قطنی

(۳۸۷۰)اس کے تمام راوی ثقہ ہیں صرف ابن جریج کی تدلیس کا خدشہ ہے کیوں کہ انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/ ۳۷۱)

ربانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”(۹)اسی طرح امام دار قطنی نے ابو بکر از محمد بن علی السرخسی از علی بن عاصم از خالد و ہشام از محمد از جابر الحذاء روایت کی ہے کہ: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ایک آدمی نے دَوران حیض عورت کو طلاق دے دی اس کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا کیا تم ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پہچانتے ہو اس نے بھی اپنی اہلیہ کو دَوران حیض طلاق دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپ نے فرمایا: اسے کہو کہ وہ اس سے رجوع کرے، پھر جب وہ حیض سے پاک صاف ہو جائے تو چاہے تو طلاق دے ڈالے چاہے تو رکھ لے۔ میں نے کہا: تم نے یہ طلاق شمار کی تھی تو انہوں نے کہا: ہاں۔(دار قطنی (۳۸۷۱)“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/ ۳۷۱)

ربانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”مذکورہ بالا احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے غلام نافع بیٹے سالم، یونس بن جبیر، انس بن سیرین، سعید بن جبیر، عامر شعبی اور بروایتِ ضعیفہ جابر الحذاء رحمہم اللہ، اجمعین نے دَوران حیض دی گئی طلاق کو شمار کرنا بیان کیا ہے بلکہ بطریق نافع اور عامر شعبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات مرفوعا پہنچتی ہے کہ آپ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس طلاق کو شمار کیا اور ایک طلاق قرار دیا اس صحیح و صریح نص کے مقابلے میں کوئی بھی ایسی صحیح حدیث نہیں جو اس کا معارضہ کر سکے۔ لہذا یہی موقف قوی اور دلائل صحیحہ صریحہ کے اعتبار سے درست ہے۔ اب ذیل میں حیض کی طلاق کو شمار نہ کرنے والوں کے دلائل کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/ ۳۷۲)

ربانی صاحب نے طلاق الحائض کے وقوع کو نص صریح قرار دے کر کہا کہ اس کے خلاف کوئی بھی صحیح حدیث نہیں مگر افسوس کہ غیر مقلدین کا ایک فریق طلاق الحائض کا وقوع نہیں مانتا۔

ربانی صاحب نے مخالفین کے مزعومہ دلائل پر بحث کر کے آخر میں لکھا:

"دوران حیض طلاق کے عدم وقوع کے قائلین کے دلائل کا تجزیہ آپ نے دیکھ لیا ہے ان حضرات کے پاس کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں ہے جس سے پتہ چلے کہ دَوران حیض طلاق کا وقوع نہیں ہوتا جب کہ جمہور ائمہ محدثین رحمہم اللہ کے ہاں دلائل کثیرہ موجود ہیں جو اس باب میں صریح نص کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا دوران حیض دی گئی طلاق کا وقوع ہوتا ہے اور یہی مذہب صحیح اور قوی ہے۔"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۸۱)

اس میں بر ملا اعتراف ہے کہ جو لوگ طلاق الحائض کو واقع مانتے ہیں وہ اپنے پاس صحیح صریح دلیل رکھتے ہیں اور اُن کے مخالفین دلیل سے خالی ہیں۔

حکیم محمد صفدر عثمانی کی احسن الابحاث کے مندرجات

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"صحیح روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طلاق حیض میں شمار کی گئی۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۳۷)

حکیم صاحب ہی لکھتے ہیں:

"حیض میں طلاق دینے کی وجہ سے نافرمانی بھی ہوگی جیسا کہ السنن الکبری بیہقی کی اسی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ موجود ہیں:" و عصیت اللہ فیھا امرک من طلاق امرأتک" کے ساتھ ہی "حین طلقتھا فی حال الحیض" جن کا صاف مطلب ہے کہ یہ نافرمانی حیض کی حالت میں طلاق دینے کی وجہ سے ہے۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۴۲)

حکیم صاحب کو اعتراف ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا حدیث کی نافرمانی ہے۔ اس کے باجود ایسی طلاق کو نہ صرف واقع مانتے ہیں بلکہ اسے حدیث کا مسئلہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

حکیم صاحب مزید لکھتے ہیں:

"ہم طلاق حیض اور ایک مجلس کی تین کو دلائل صحیحہ کی روشنی میں ایک مانتے ہیں۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۵۰)

حاصل یہ ہے کہ حکیم صاحب کے نزدیک حالتِ حیض میں طلاق دینا اگرچہ نافرمانی ہے مگر ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مولانا محمد اقبال کیلانی کا نوشتہ

مولانا محمد اقبال کیلانی غیر مقلد "الطلاق البدعی، غیر مسنون" عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں

"دوران حیض عورت کو طلاق دینا غیر مسنون ہے... جس طہر میں جماع کیا ہو، اس طہر میں طلاق دینا غیر مسنون ہے۔"

(کتاب الطلاق صفحہ ۷۵)

کیلانی صاحب نے آگے لکھا:

"غیر مسنون طلاق سنت کے مطابق نہ ہونے کے باوجود واقع ہو جاتی ہے، لیکن طلاق دینے والا گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔"

(کتاب الطلاق صفحہ ۷۵، طبع حدیث پبلیکیشنز لاہور)

کیلانی صاحب بھی مان چکے کہ غیر مسنون طلاق دینے والا اگرچہ گناہ گار ہے مگر جب وہ طلاق دے چھوڑے تو وہ واقع ہو جائے گی۔

غیر مقلدین کا بیان کردہ "فائدہ"

غیر مقلدین کے ترجمہ والی نسائی کے فوائد میں لکھا ہے:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی، کیوں کہ اگر وہ واقع نہ ہوتی تو آپ کا "مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا" کہنا بے معنی ہو گا۔ جمہور کا یہی مسلک ہے کہ

اگرچہ حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے لیکن ایسی طلاق واقع ہو جائے گی اور اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا۔"

(فوائد نسائی مترجم: ۳/ ۳۹۴، ح ۳۴۲۸)

سنن نسائی مترجم پر تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد اور مراجعت ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی غیر مقلد کی ہے۔

اس میں بھی اعتراف ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے مگر جب کوئی اس کا ارتکاب کر لے تو وہ واقع ہو جائے گی۔

عمران ناصر کے فوائد میں سے چند سطور

عمران ناصر غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جمہور اہلِ علم اور ائمہ اربعہ کا موقف ہے کہ طلاق بدعی واقع ہو جاتی ہے۔ شیخ البانی اور شیخ ابن عیینہ رحمہا اللہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ طلاق بدعی واقع ہو جاتی ہے ... طلاق بدعی کے واقع ہو جانے کا موقف دلائل کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔"

(فوائد "السنۃ" صفحہ ۱۳۵، ۱۳۴، انصار پبلی کیشنز لاہور)

اس عبارت میں بھی واضح اعتراف ہے کہ طلاق بِدعی بھی واقع ہو جاتی ہے۔

مولانا عبد المنان راسخ کے "فوائد" میں سے اک اقتباس

مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد نے سنن دارمی مترجم میں "فوائد" کا عنوان قائم کر کے لکھا:

"(۱) حالتِ حیض میں طلاق ممنوع ہے اور اسے طلاق بدعی کہا جاتا ہے۔ (۲) ایسی حالت میں دی گئی طلاق سے رجوع کرنا لازم ہے۔ (۳) طلاق بدعی واقع ہو جائے گی جیسا کہ "مُرْهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا" کے الفاظ سے واضح ہے کیوں کہ مراجعت، رجوع طلاق کے وقوع کے بعد ہی ہوتا ہے۔ جمہور اور ائمہ اربعہؒ اسی کے قائل ہیں۔ (نیل الاوطار) نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ" (بخاری) یہ میری ایک طلاق شمار کی گئی ہے۔ (۴) حیض میں دی گئی طلاق سے رجوع کے بعد آئندہ کی بجائے اس سے اگلے طہر میں طلاق دی جائے گی۔"

(فوائد سنن دارمی مترجم: ۲/ ۱۹۵، تحت حدیث: ۲۳۰۸)

اس عبارت میں واشگاف الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ طلاق بدِعی واقع ہو جاتی ہے۔

صحابہ کرام کے ہاں ممنوع طلاق کا مسئلہ

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہم دیکھتے ہیں کہ متعدد صحابہ ایک وقت کی طلاقِ ثلاثہ کے وقوع کا اگرچہ فتویٰ دیتے تھے مگر یہ صراحت بھی ان سے منقول ہے کہ ایک وقت کی طلاقِ ثلاثہ نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہے اور حرام و ناجائز بھی۔"

(تنویر الآفاق صفحہ ۱۰۵)

ندوی صاحب نے اس عبارت کو اپنی خاص غرض کی خاطر تحریر کیا مگر اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں دینا اگرچہ ممنوع ہے، پھر بھی وہ ایسی طلاق کے وقوع کا فتوی دیتے تھے۔

ائمہ اربعہ اور جمہور محدثین وفقہاء کا مسلک

علامہ وحید الزمان غیر مقلد طلاق الحائض پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء تو اس طرف گئے ہیں کہ شمار ہو گا۔"

(تیسیر الباری: ۷/ ۱۶۴)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق مذاہب اربعہ اور جمہور کے یہاں خواہ ایک وقت میں دی ہو یا دو تین ممنوع ہونے کے باوجود واقع ہو جاتی ہیں۔"

(تنویر الآفاق صفحہ ۳۱۲)

مولانا مبشر احمد ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہی جمہور ائمہ محدثین کا مذہب ہے اور یہی کتاب و سنت کے زیادہ قریب ہے۔"

(احکام و مسائل صفحہ ۴۹۳)

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اگر کسی شخص نے کتاب وسنت کے طریقے کے مطابق طلاق نہ دی، تو کیا اس کی طلاق ہو جائے گی؟ جمہور علماء (Majority) کا کہنا ہے یہ ہے کہ ایسی طلاق دینے والا گناہ گار ہو گا لیکن طلاق ہو جائے گی۔“

(مکالمہ صفحہ ۱۷۰، ناشر: دار الفکر الاسلامی، طبع اول: جنوری ۲۰۱۸ء)

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”دَورانِ حیض میں دی گئی طلاق کے متعلق اختلاف ہے کہ نافذ ہو گی یا نہیں؟ جمہور اہلِ علم کا موقف ہے کہ اس انداز سے طلاق دینا اگرچہ خلاف سنت ہے تاہم طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس کچھ حضرات کا خیال ہے کہ دَوران حیض میں دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہو گی کیوں کہ یہ طلاق خلاف سنت ہے اور خلاف سنت کام مردود ہوتا ہے، البتہ امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف جمہور اہلِ علم کے مطابق ہے کہ دوران حیض دی گئی طلاق نافذ ہو جاتی ہے۔“

(شرح بخاری:۵/۲۰۹)

معلوم ہوا کہ اگرچہ حالتِ حیض میں دینا طلاق دینا ممنوع اور خلاف سنت ہے مگر جمہور کے نزدیک ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ بھی حائضہ کی طلاق کا وقوع مانتے ہیں

امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری میں باب قائم کیا:

”اِذَا طُلِّقَتِ الْحَائِضُ يُعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاقُ جب حیض والی عورت کو طلاق دی جائے تو اس طلاق کو شمار کیا جائے گا۔“ (صحیح بخاری:۲/۷۹۰)

مولانا داود راز غیر مقلد کی رائے میں چوں کہ حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی، اس لئے باب کا ترجمہ مشکوک بنا دیا۔ انہوں اس کا ترجمہ یوں کیا:

”اگر حائضہ کو طلاق دے دی جائے تو یہ طلاق شمار ہو گی یا نہیں؟“

(شرح بخاری اردو:۷/۲۹، ۲۸)

"ہو گی یا نہیں؟" لکھ کر باب کے مضمون کو مشکوک بنا دیا اور شرح میں لکھ دیا محققین اہلِ حدیث کی رائے میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (حوالہ مذکورہ)

عربی سمجھنے والے جان سکتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں بغیر کسی شک کے کہا ہے کہ حائضہ عورت کو دی جانے والی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ متعدد غیر مقلدین نے بھی تسلیم کیا ہے۔

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خود اعتراف کیا ہے کہ دورانِ حیض دی ہوئی طلاق کو شمار کیا گیا خود امام بخاری کا رجحان بھی اسی طرف ہے جیسا کہ آئندہ باب سے معلوم ہوتا ہے۔"

(مختصر صحیح بخاری: ۲/ ۷۹۰)

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام بخاریؒ طلاقِ حیض کے محسوب ہونے کے قائل ہیں۔"

(حاشیہ حیاتِ ابن تیمیہ صفحہ ۶۲۰)

امام نووی رحمہ اللہ کی تحقیق

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام نووی نے دعویٰ کر رکھا ہے کہ ان ابن عمر صرح فی روایات مسلم وغیرہ بانہ حسبها علیه طلقة یعنی صحیح مسلم وغیرہ کی روایات میں ابن عمر کی یہ صراحت موجود ہے کہ موصوف کی طلاقِ حیض کو حضورؐ نے طلاق شمار کیا تھا۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۲۰۲)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"شریعت نے بحالت حیض طلاق سے اسی طرح منع کیا ہے جس طرح بحالت طہر بیک وقت طلاقِ ثلاثہ سے۔"

(تنویر الافاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۴۳)

ہم کہتے ہیں جیسے حالتِ حیض میں دی گئی طلاق ممنوع ہونے کے باوجود واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح تین

طلاقیں اکٹھی دینا اگرچہ منع ہے مگر جب کوئی دے گا تو واقع ہو جائیں گی۔

حدیث کے خلاف اہلِ ظواہر کی پیروی کا درس

غیر مقلدین کے ترجمہ والی ترمذی کے فوائد میں لکھا ہے:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی، کیوں کہ اگر وہ واقع نہ ہو تو آپ کا ''مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا'' کہنا بے معنی ہو گا، جمہور کا یہی مسلک ہے کہ اگرچہ حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے لیکن اسے طلاق واقع ہو جائے گی اور اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا، لیکن ظاہریہ کا مذہب ہے کہ طلاق نہیں ہوتی۔ ابن القیم نے زاد المعاد میں اس پر لمبی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ طلاق واقع نہیں ہو گی، ابو داود کی ایک روایت (رقم: ۲۱۸۵) کے الفاظ ہیں: لَمْ يَرَهَا شَيْئًا'' محتاط مذہب یہی ہے کہ طلاق کے ضمن میں حالتِ حیض میں ظاہریہ کے مسلک کو اختیار کیا جائے تاکہ طلاق کھیل نہ بن جائے۔''

(ترمذی مترجم: ۲/ ۱۹۴، ۱۹۳، ح: ۱۱۷۵)

مذکورہ ترمذی مترجم کے سرورق پر درج ذیل عبارت لکھی ہے:

''اشراف، مراجعۃ وتقدیم ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی استاذ حدیث جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ (ریاض)... تقدیم محدث العصر فضیلۃ الشیخ عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ فاضل جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ (ریاض)''

اس فائدہ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ از روئے حدیث حائضہ عورت کو دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس اعتراف واقرار کے باوجود تلقین کی کہ حدیث کے برخلاف ظاہریہ کے مسلک کو اختیار کیا جائے۔ یعنی حدیث کے خلاف ظاہریہ کی پیروی کا درس دیا جا رہا ہے اور وہ بھی خدمتِ حدیث کے خوش کن عنوان ضمن میں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کا واقع ہونا حدیث کا مسئلہ ہے، کھیل نہیں۔ اسے کھیل کا نام دینا نازیبا حرکت ہے۔ ہاں ایسی طلاق کو واقع نہ ماننا یقینا کھیل ہے جس سے بچنا چاہیے۔

بدعی طلاق کی بابت حافظ محمد زبیر کا عجیب وغریب طرز عمل

قارئین کرام! آپ پچھلے صفحات میں غیر مقلد علماء کا اعتراف پڑھ چکے کہ از روئے احادیث حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کا ایک گروہ طلاق الحائض کا وقوع نہیں مانتا۔ اس گروہ کے ایک رکن ڈاکٹر حافظ محمد زبیر صاحب بھی ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ”طلاق کے مسائل میں اگر کوئی راقم کی طرف رجوع کرے تو اس سے پوچھ لیتا ہوں کہ آپ کا مسلک کیا ہے؟ اگر حنفی ہو تو اس کے مسلک کے مطابق جواب دے دیتا ہوں اور اگر اہلِ حدیث ہو تو اہلِ حدیث علماء کا موقف بتلا دیتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی راقم کی رائے جاننا چاہے تو اپنا موقف بتلا دیتا ہوں، اور وہ یہی ہے کہ میرے نزدیک طلاق بِدعی واقع نہیں ہوتی۔“

(مکالمہ صفحہ ۱۷۲، ناشر: دار الفکر الاسلامی، طبع اول: جنوری ۲۰۱۸ء)

بدعی طلاق کی قسمیں

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”طلاق بِدعی یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو ایک وقت میں تین طلاقیں دے دیں یا پہلی طلاق سے رجوع کئے بغیر دوسری طلاق دے۔ طلاق بدعی یہ بھی ہے کہ ایک شخص حالت حیض (Mwnses) یا حالتِ نفاس (Postpareum-Period) میں بیوی کو طلاق دے۔ بدعی طلاق یہ بھی ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو اس طہر طلاق دے کہ جس میں اس سے تعلق قائم کر چکا ہو۔ اور بدعی طلاق یہ بھی ہے کہ ایک شخص دو گواہوں کی غیر موجودگی میں بیوی کو طلاق دے۔ طلاق کے باب میں شریعت یہ چاہتی ہے کہ طلاق کے وقت شوہر کی پوری رغبت بیوی کی طرف موجود ہو اور شوہر اپنے مکمل ہوش وحواس میں ہو۔“

(مکالمہ صفحہ ۱۷۱، ناشر: دار الفکر الاسلامی، طبع اول: جنوری ۲۰۱۸ء)

اس عبارت میں مذکور بدعی طلاقوں کے وقوع کی بابت جمہور غیر مقلدین کا نظریہ بتایا جائے۔ کیا ایسی طلاقیں واقع ہوتی ہیں یا نہیں؟ اگر بدعی ہونے کے باوجود واقع ہو جاتی ہیں تو اکٹھی دی جانے والی تین واقع کیوں نہ ہوں؟

کچھ مزید باتیں

مولانا اقبال کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بلا عذر خلع طلب کرنے والی عورت منافق ہے... حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بلاوجہ) خلع حاصل کرنے والی عورتیں منافق ہیں۔“ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔“

(کتاب الطلاق صفحہ ۳۷)

اس سے معلوم ہوا بلاوجہ کسی عورت کا خلع لینا منع ہے۔ اَب سوال یہ ہے کہ اگر عورت بلاوجہ خلع لے لیتی ہے تو اسے خلع حاصل ہو جائے گا؟

اقبال صاحب آگے لکھتے ہیں:

”بلا سبب بیوی کو طلاق دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرلے اور پھر جب اپنی ضرورت پوری کرلے تو اسے طلاق دے دے اور اس کا مہر بھی ادا نہ کرے۔“ اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔“

(کتاب الطلاق صفحہ ۳۸)

بلاوجہ بیوی کو طلاق دینا منع اور گناہ ہے مگر ممنوع اور گناہ ہونے کے باوجود کوئی بلاوجہ طلاق دے دیتا ہے تو واقع ہو جائے گی، اسی طرح اکٹھی تین طلاقیں دینا اگرچہ منع ہیں مگر کوئی تینوں طلاقیں دے چھوڑے تو وہ واقع ہو جائیں گی۔

(جاری)

محترم محسن اقبال صاحب حفظہ اللہ

چالیس سال عشاء کی وضوسے فجر کی نماز پڑھنے والے محدثین

اکثر نام نہاد اہلحدیث یہ کہتے ہیں کہ حنفی اپنے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں غلو کرتے ہیں اور اس میں سے ایک یہ بات ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ حالانکہ یہ واقعہ کئی محدثین نے نقل کیا ہے۔ چند محدثین کے حوالے درج ذیل ہیں۔

امام نووی شافعیؒ نے تہذیب الاسماء صفحہ 704 پہ، علامہ دمیریؒ نے حیات الحیوان جلد 1 صفحہ 122 پہ، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے تہذیب التہذیب جلد 10 صفحہ 450 پہ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ صفحہ 15 پہ، قاضی حسین بن محمد دیار مالکیؒ نے تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 366 پہ، عبد الوہاب شعرانی حنبلیؒ نے کتاب المیزان جلد 1 صفحہ 61 پہ، ابن حجر مکی شافعیؒ نے الخیرات الحسان صفحہ 36 پہ امام صاحبؒ کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ یہ چند مالکی، حنبلی اور شافعی محدثین تھے جنہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ واقعہ اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ چند حوالے درج ذیل ہیں۔

1) ابن المُغَلِّس الداودی: قال الدارقطنی: [شذرات الذهب في أخبار من ذهب (2 / 299).] إنه أفقه المشايخ، وإنه لم يرَ مثله؛ أقام أربعين سنة لاينام الليل، ويُصلي الصبحَ بوضوء العشاء.

2) أبو الخير القزويني الطالقاني: قال أبو القاسم الصوفي: [طبقات الشافعية الكبرى (6 / 10).] صلّى شيخنا القزويني بالناس صلاة الفجر بوضوء العشاء.

3) أبوحنيفة: قال أبويحيى الحماني، عن بعض أصحابه: إنّ أبا حنيفة كان يُصلي الفجر بوضوء العشاء، وقال أسد بن عمرو: صلى أبوحنيفة ـ فيما حفظ عليه ـ صلاة الفجر بوضوء العشاء أربعين سنة [البداية والنهاية (10 / 107)، وانظر: التكميل في الجرح والتَّعديل ومعرفة الثقات والضُّعفاء والمجاهيل (1 / 377 - محقّق) لابن كثير. تاريخ بغداد (13 / 355) للخطيب.

تهذيب الكمال (29/434) للمزى، وانظر: تاريخ ابن الوردى (1/188)

4) تاج الدين عبدالوهاب الذاكر المصرى؛ قال عند موته: [شذرات الذهب فى أخبار من ذهب (8/110)، والبداية والنهاية (1/163).] لى أربعون سنةً أُصلِّى الصبح بوضوء العشاء.

5) سعيد بن المسيب؛ قيل: [وفَيَات الأعيان (2/375)]

إنه صلى الصبح بوضوء العشاء خمسين سنة.

6) سليمان بن ترجان أبو القاسم التيمى؛ قيل: [النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة؛ لابن تغرى بردى.] كان يُصلى الغداة بوضوء العشاء سنين عديدة.

7) سليمان بن طرخان التيمى؛ ذكر ابن سعد: [الطبقات الكبرى (7/253).] أنه كان يُصلى الليل كله، ثم يصلى الغداة بوضوء العشاء الآخرة، وقال ابن الجوزى: [صفة الصفوة (3/296).] كان من العبَّاد المجتهدين، يُصلى الغداة بوضوء العشاء الآخرة، وقال معتمر بن سليمان: [حلية الأولياء وطبقات الأصفياء (3/28)، وشعب الإيمان (4/530)، وصفة الصفوة (3/297)، وشذرات الذهب فى أخبار من ذهب (1/206) لابن العماد، والعِبَر فى خبر من غبر (1/195)، وتذكرة الحفاظ (1/151)، وتاريخ الإسلام ووَفَيَات المشاهير والأعلام (3/879).] مكث أبى أربعين سنة يصوم يومًا ويُفطِر يومًا، ويُصلى الصبح بوضوء العشاء.

8) السيد أحمد البخارى العارف بالله تعالى الشريف الحسينى؛ قال الشيخ الإلهى: [شذرات الذهب فى أخبار من ذهب (8/105)، والبداية والنهاية (1/94)] إن السيد أحمد البخارى صلّى بنا الفجر بوضوء العشاء ست سنين.

9) عبدالرحمن بن الأسود النخعى؛ قال محمد بن إسحاق: [كتاب التهجُّد وقيام الليل (ص:199) لابن أبى الدنيا، وصفة الصفوة (3/95)، وتهذيب الكمال (16/532) للمزى، وتهذيب التهذيب (21/140).] قدم علينا عبدالرحمن بن الأسود بن يزيد حاجًّا، فاعتلَّت إحدى قدميه، فقام يُصلى - حتى أصبح - على قدم، قال: وصلى الفجر بوضوء العشاء۔

10) عبدالله أبو القاسم الخفاف، المعروف بابن النقيب البغدادى؛ قيل: [البداية والنهاية (12/18)، والنجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة] مكث دهرًا طويلًا يُصلى الفجر بوضوء العشاء.

11) عبدالواحد بن زيد البصرى؛ قيل: [البداية والنهاية (12 / 18)، والنجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة. شذرات الذهب فى أخبار من ذهب (1 / 280)، والعِبَر فى خبر مَن غَبَرَ (1 / 270).]: إنه صلى الغداة بوضوء العشاء أربعين سنة.

12) مالك؛ فى تاريخ المنتجالى: [نقلًا عن إكمال تهذيب الكمال فى أسماء الرجال (11 / 30) لمغلطاى.] أقام بضعًا وأربعين سنة، قلَّما يُصلى الصبح إلا بوضوء العشاء.

13) محمد بن إبراهيم بن عبدوس فقيه المغرب؛ قال عبدُالله بن إسحاق بن التبان: [سير أعلام النبلاء (13 / 64)] إن ابن عبدوس أقام أربع عشرة سنة يُصلى الصبح بوضوء العشاء.

14) منصور بن زاذان؛ قال هشيم: [كتاب التهجد وقيام الليل (ص:455)؛ لابن أبى الدنيا.] مكث منصور بن زاذان يصلى الفجر بوضوء العشاء الآخرة عشرين سنة.

15) هاشم بن بشير أبو معاوية السلمى الواسطى؛ قيل: [البداية والنهاية (10 / 184).] إنه مكث يُصلى الصبح بوضوء العشاء قبل أن يموت بعشر سنين.

16) هشيم؛ قال ابن أبى الدنيا: [تهذيب الكمال (30 / 287)، وشذرات الذهب (1 / 396)، وسير أعلام النبلاء (8 / 290)، والعبر فى خبر من غبر (1 / 286)، وتاريخ الإسلام ووَفَيَات المشاهير والأعلام (4 / 992)، وميزان الاعتدال؛ للذهبى (4 / 307)، وانظر: التكميل فى الجرح والتَّعديل ومعرفة الثقات والضُّعفاء والمجاهِيل (2 / 8).] حدثنى مَن سمع عمرو بن عون يقول: مكث هشيم يُصلى الفجر بوضوء العشاء الآخرة قبل موته بعشرين سنة.

17) وهب بن منبه؛ قال: [مصنَّف عبدالرزاق (1 / 56).] إنى لأصلى الظهر بوضوء العشاء، وقيل: [التكميل فى الجرح والتَّعديل ومعرفة الثقات والضُّعفاء والمجاهيل (2 / 140).] مكث عشرين سنة يُصلى الصبح بوضوء العشاء، وقال ابن الجوزى: [صفة الصفوة (2 / 294).] وقد رُوينا فى ترجمة طاوس أن وهب بن منبه صلى الغداة بوضوء العشاء أربعين سنة، وقال عبدُالصمد بن معقل: [الثقات (5 / 488)؛ لابن حبان.] مكثَ وهب بن منبه أربعين سنة يصلى الصبح بوضوء العشاء، وعنه ـ أيضًا ـ قال: [تهذيب الكمال

(31/145) ، وسير أعلام النبلاء (4 / 547)، وتاريخ الإسلام ووَفيات المشاهير والأعلام (3 / 334)؛ للذهبي.] صحبتُ عمي وهبًا أشهرًا يصلي الغداة بوضوء العشاء۔

18) يزيد بن هارون بن زادى : [بحر الدم (ص: 177) بحر الدم (ص: 177)] صلى صلاة الصبح بوضوء العشاء أربعين سنة.

{مستفاد من شبكة الألوكة الثقافية} منقول

یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سمیت 18 محدثین کے حوالہ جات ہیں جن کے بارے میں دوسرے آئمہ نے (بقول اہلحدیثوں کے) غلو کرتے ہوئے اس بات کو نقل کیا کہ ان محدثین نے کئی سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور احناف پر جاہلانہ اعتراض کرنے والے نام نہاد محققین کیا ان علماء پر بھی وہی اعتراضات کریں گے جو احناف پر اس موضوع سے متعلق کرتے ہیں؟

غلامِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

محسن اقبال

مولانا حمزہ احسانی صاحب مدیر مجلہ صفدر

عقیدہ حیات النبی کی عام فہم / آسان تعبیر

اور

مولانا منظور احمد مینگل کی متضاد باتیں

مضمون کی فہرست

عالَم اَرواح، عالَم دنیا، عالَم برزخ اور عالَم آخرت:

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روحیں پہلے پیدا فرمائی ہیں اور سب انسانوں کی روحیں اکٹھی پیدا کر دی ہیں۔ روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے، اُس کے لیے موت نہیں ہے۔ البتہ قیامت کے لیے جب پہلا صور

پھونکا جائے گا تو اُس وقت تمام روحیں بے ہوش ہو جائیں گی۔ روح کے لیے چونکہ موت نہیں ہے، اِس لیے زندگی اور موت کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔

جب تک انسان کا جسم وجود میں نہیں آتا، تب تک کا وقت اور زمانہ "عالَم اَرواح" (روحوں کا جہان) کہلاتا ہے۔ پھر مختلف مراحل طے کرنے کے بعد جب اِنسان کا جسم بن جاتا ہے تو اللہ کے حکم سے اُس میں روح ڈال دی جاتی ہے، روح جسم میں آتے ہی وہ جسم زندہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد روح کا جسم کے ساتھ ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے کہ قیامت کا صور پھونکے جانے کے وقت کے علاوہ کبھی یہ تعلق کلی طور پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ روح کا جسم سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رہتا ہے۔ البتہ اس تعلق کے مختلف درجات ہیں جو کسی عالم میں کم اور کسی عالم میں زیادہ ہوتے ہیں۔

"عالَم اَرواح" کے بعد "عالَم دنیا" کا آغاز ہو جاتا ہے۔ انسان کے دنیا میں رہنے کا جتنا وقت مقرر ہوتا ہے، اُتنا وقت روح جسم کے اندر رہتی ہے، اور وہ وقت مکمل ہونے کے بعد رُوح جسم سے نکل کر عِلِّیِّیْن (نیک لوگوں کی روحوں کا مقام) یا سِجِّیْن (برے لوگوں کی روحوں کا مقام) کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اِسی کو موت کہتے ہیں۔

یہاں سے "عالم دنیا" ختم اور "عالم برزخ" شروع ہو جاتا ہے۔ قیامت قائم ہونے تک یہی عالم ہے۔ اس کے بعد "عالم آخرت" ہے، جس میں پہلے "عالم قیامت" اور پھر "عالم جنت یا دوزخ" ہے۔

اختلاف صرف عالَم برزخ کی زندگی میں ہے:

"عالَم اَرواح" میں تو جسم کا وجود ہی نہیں ہوتا، اِس لیے عالم اَرواح سے متعلق موت وحیات کا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اور "عالم دنیا" اور "عالم آخرت" میں روح جسم کے اندر ہوتی ہے۔ اِس لیے اِن دونوں عالم میں بھی موت وحیات کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ "عالم دنیا" اور "عالم آخرت" کے درمیان جو "عالم بزرخ" ہے، اس میں انسان کا جسم "قبر" میں اور روح "علیین یا سجین" میں ہوتی ہے۔ اس عالم میں جسم کا روح کے ساتھ تعلق ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس تعلق کی وجہ سے انسان کا جسم قبر میں زندہ ہوتا ہے یا نہیں؟

پھر زیر نظر تحریر میں عام انسانوں کی بات نہیں، بلکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے متعلق بات ہے کہ اُن کے مبارک جسم اُن کی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ اِس میں منکرین حیاتِ انبیاء (مماتی گروہ [جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ]) کا اہل سنت سے اختلاف ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ حیات النبی، آسان اور مختصر الفاظ میں:

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ:

- دنیاوی زندگی مکمل ہونے کے بعد تمام انبیاء کرامؑ (سوا سیدنا عیسیٰؑ) نے موت کا جام نوش فرمایا۔
- جمہور کے نزدیک اُن کی روحیں اُن کے جسموں سے نکل کر اعلیٰ علیین کی طرف منتقل ہوگئیں۔
- انبیاء کرام کے دنیا والے پاکیزہ جسم اُن کی اپنی اپنی قبروں میں پوری طرح محفوظ ہیں۔
- روح نکلنے کے باوجود اُس کا دنیا والے جسم سے تعلق ختم نہیں ہوا بلکہ مضبوط تعلق باقی رہا۔
- روح کے تعلق کی وجہ سے دنیا والے جسموں کو قبر میں ایک قسم کی حیات اور زندگی حاصل ہے۔
- انبیاء کرام کی یہ زندگی اور حیات: شہدائے کرام کی حیات سے اعلیٰ اور افضل ہے۔
- اِس حیات کی وجہ سے انبیاء: قبر پر حاضر ہونے والوں کا سلام خود سنتے اور جواب دیتے ہیں۔
- دُور سے پڑھا جانے والا درود و سلام فرشتوں کے ذریعے اُن تک پہنچایا جاتا ہے۔
- انبیاء قبروں میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ نمازیں لطف کے لیے ہیں، اُن پر لازم نہیں۔
- انبیاء کرام علیہم السلام کو قبروں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق بھی دیا جاتا ہے۔
- یہ عقیدہ "عقیدہ حیاتِ انبیاء" کہلاتا ہے۔ اور یہ "ضروریاتِ اہل سنت" میں سے ہے۔
- یعنی "سنی" (اہل سنت میں شامل) ہونے کے لیے اِس عقیدے کو جاننا اور ماننا ضروری ہے۔
- اِس عقیدے کا منکر: اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج، بدعتی، گمراہ اور خراب عقیدے والا ہے۔

قبر کی زندگی (حیات) کے مختلف نام اور اُن کی وجہ:

- انبیاء کرام کی یہ حیات چونکہ "قبر" میں ہے، اِس لیے اِسے "حیاتِ قبر" بھی کہتے ہیں۔
- اور چونکہ موت تا قیامت کا زمانہ "برزخ" کہلاتا ہے، اِس لیے یہ "حیاتِ برزخی" بھی ہے۔
- یہ حیات چونکہ "دنیاوی" جسموں کو حاصل ہے، اِس لیے "حیاتِ دنیوی" بھی کہہ دیتے ہیں۔
- لیکن قبر میں چونکہ دنیا کی طرح مکلف نہیں، اِس لیے اِسے کبھی "دنیوی سی" بھی کہہ دیا جاتا ہے۔
- نیز روح جسم کے اندر نہیں بلکہ صرف تعلق ہوتا ہے، اِس لیے بھی "دنیوی سی" کہا جاتا ہے۔
- دنیاوی حالات اصلاً جسم کو ضمناً روح کو، برزخی حالات اصلاً روح کو ضمناً جسم کو پیش آتے ہیں۔

- اَصلاً روح کو پیش آنے کی وجہ سے "برزخی" حیات کو "حیاتِ روحانی" بھی کہا جاتا ہے۔
- برزخی حالات سے جسم بھی متأثر ہوتا ہے، اِس لیے کبھی "حیاتِ جسمانی" بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

حیات النبی کے منکرین [مماتی گروہ] جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا عقیدہ:

- باقی انسانوں کی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی موت آئی۔
- یعنی اُن کی روحیں جسموں سے نکل کر علیین میں چلی گئیں۔
- روح نکلنے کے بعد اُس کا جسم کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رہا۔
- جب روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا تو جسم میں کسی قسم کی کوئی حیات بھی نہیں رہی۔
- جب حیات نہیں تو قبر پر حاضر ہونے والے کا سلام سننے یا نماز پڑھنے کی صلاحیت بھی نہیں۔
- انبیاء کے جسم زمینی قبروں میں محفوظ ہیں۔ مگر (نعوذ باللہ) لکڑی، پتھر کی طرح بے جان ہیں۔
- انبیاء کی روحیں زندہ ہیں۔ اِس لیے اُن کی حیات فقط "حیاتِ روحانی" اور "برزخی" ہے۔
- اُن روحوں کو اللہ تعالیٰ وہاں "مثالی جسم" عطا فرما دیتے ہیں۔
- موت کے بعد کے حالات صرف روح پر آتے ہیں۔ دنیاوی جسم کو ان کا کوئی شعور نہیں ہوتا۔

نوٹ :جو مماتی بے اَدبی میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں، وہ اِس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ ہمارے فتوے کی زد میں صحابہ کرام بھی آئیں گے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:

- انبیاء کے اجسام مقدسہ کو قبروں میں زندہ ماننا: عقیدۂ توحید کے خلاف اور "شرک" ہے۔
- انبیاء کے دنیاوی جسم میں شعور کا عقیدہ رکھنے والے "ابوجہل کا ٹبر" ہیں۔

فریقین کے عقیدے کا خلاصہ:

سنی عقیدہ :انبیاء کے دنیا والے جسم زمینی قبروں میں حیات ہیں۔ قریب کا سلام خود سنتے ہیں۔

مماتی عقیدہ :انبیاء کے دنیا والے جسم میں کوئی حیات نہیں۔ قریبی صلوۃ وسلام بھی نہیں سنتے۔

عقیدہ کے دو پہلو: ۱۔ تسلیم کرنا... ۲۔ عقیدہ ماننا

کسی بھی عقیدے کو ماننے اور تسلیم کرنے کے دو پہلو ہوتے ہیں:

۱۔ اُسے تسلیم کرنا۔ ۲۔ اُسے عقیدہ ماننا

مثال نمبر ا: عقیدہ توحید

مثلاً: عقیدہ توحید کا ایک پہلو یہ ہے کہ: خدا تعالیٰ کو اُن کی ذات، صفات، عبادات اور خدائی اختیارات میں اکیلا تسلیم کیا جائے۔ یہ تو ہو گیا عقیدہ کو ماننا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ: اِس عقیدے کو "قطعی" اور "ضروریاتِ دین" میں سے مانا جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ: توحید نہ ماننے والوں (منکرین توحید) کو مسلمان نہ مانا جائے۔ یہ ہو گیا اُسے عقیدہ تسلیم کرنا۔ جیسے اول پہلو کا منکر توحید کا منکر ہے، اِسی طرح دوسرے پہلو کو نہ ماننے والے کا عقیدۂ توحید بھی مکمل نہ ہو گا۔ اور اُسے عقیدہ توحید ماننے والا نہ کہا جا سکے گا۔

مثال نمبر ۲: عقیدہ ختم نبوت

اِسی طرح عقیدہ ختم نبوت کا ایک پہلو یہ ہے کہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی تسلیم کیا جائے۔ یہ ہو گیا عقیدہ کو ماننا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ: اِس عقیدے کو قطعی اور ضروریات دین میں سے مانا جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ: ختم نبوت کے منکرین کو اسلام سے خارج اور کافر سمجھا جائے۔ یہ ہو گیا ختم نبوت کو "عقیدہ" ماننا۔ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تو تسلیم کرے، لیکن اِس بات کو "عقیدہ" نہ سمجھے بلکہ "تحقیق کا مسئلہ" سمجھے اور ختم نبوت کے منکرین کو بھی مسلمان سمجھے تو عقیدے کے اِس دوسرے پہلو کا منکر ہونے کی وجہ سے اُسے عقیدہ ختم نبوت کا ماننے والا نہ کہا جائے گا۔

مثال نمبر ۳: عقیدہ عدالتِ صحابہ

اہل سنت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ: تمام صحابہ کرام ؓ عادل ہیں۔ اِس عقیدے کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ: جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دِل و جان سے "عادل" تسلیم کیا جائے۔ یہ ہو گیا اِسے ماننا۔ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ: اِس عقیدے کو اہل سنت کا ضروری عقیدہ یعنی "ضروریاتِ اہل سنت" میں سے تسلیم کیا جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ: اِس عقیدے کے منکر کو اہل سنت سے خارج، بدعتی اور گمراہ سمجھا جائے۔ یہ ہو گیا اِس کو "عقیدہ" ماننا۔ اگر کوئی شخص سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عادل تو مانتا ہے، لیکن اِسے "عقیدہ" نہیں سمجھتا بلکہ "فروعی مسئلہ" سمجھتا ہے، اور اِس عقیدے کے منکر کو گمراہ اور اہل سنت سے خارج نہیں سمجھتا بلکہ اُسے بھی سنی کہتا ہے تو ایسا شخص اس عقیدے کو ماننے والا نہیں کہلائے گا بلکہ منکر ہی سمجھا جائے گا۔

عقیدہ حیات النبی کے دو پہلو:

حیاتِ انبیاء بھی چونکہ ایک "عقیدہ" ہے۔اِس لیے اِس عقیدے کے بھی دو پہلو ہیں:

(ا۔)پہلا پہلو یہ ہے کہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے دنیا والے جسموں کو وفات کے بعد، روح کے تعلق کے ساتھ زمینی قبروں میں زندہ تسلیم کیا جائے۔ یہ ہو گیا اِسے تسلیم کرنا۔

(۲۔)دوسرا پہلو یہ ہے کہ: اِسے "عقیدہ" اور "ضروریاتِ اہل سنت" میں سے سمجھا جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اِس حیات کے منکرین کو اہل سنت سے خارج اور گمراہ مانا جائے۔ یہ ہو گیا اِسے "عقیدہ" ماننا۔ جو شخص حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے دنیا والے جسموں کو قبروں میں زندہ تو مانتا ہو، لیکن اِس عقیدے کو "عقیدہ" اور "ضروریاتِ اہل سنت" میں سے نہ مانتا ہو بلکہ صرف "تحقیق کا مسئلہ" یا "فروعی مسئلہ" کہتا ہو اور منکرین حیاتِ انبیاء کو "اہل سنت سے خارج، بدعتی، گمراہ اور خراب عقیدے والا" نہ مانتا ہو تو وہ عقیدہ حیات النبی کے ایک پہلو کا منکر ہونے کی وجہ سے عقیدہ حیات النبی کا قائل نہ کہلائے گا۔

صرف روح یا جسم مثالی کی حیات اور علیین والی قبر میں حیات کے قائل کا حکم:

۱-جو شخص یہ کہے کہ "صرف روح" زندہ ہے، تو وہ بھی "حیات النبی" کا منکر کہلائے گا، اِس لیے کہ زندگی اور موت کا تعلق "جسم" کے ساتھ ہوتا ہے۔ روح پر تو موت آتی ہی نہیں۔ اور اہل سنت کا عقیدہ "جسم" کی حیات کا ہے۔ لہٰذا "صرف روح" کی حیات کا قائل اہل سنت کے عقیدے کا منکر کہلائے گا۔

۲-اسی طرح جو کہے "جسم مثالی" زندہ ہے تو وہ بھی "عقیدہ حیات النبی" کا منکر کہلائے گا، اِس لیے کہ: اہل سنت کا عقیدہ "دنیا والے جسم" کی حیات کا ہے، اور وہ اس کا منکر ہے۔

۳-اِسی طرح جو یہ کہے کہ: انبیاء "علیین والی قبر" میں زندہ ہیں، وہ بھی "حیات" کا منکر ہی کہلائے گا، کیونکہ اہل سنت کا عقیدہ "زمینی قبر" میں حیات کا ہے۔ اور وہ اس کا منکر ہے۔

نیز علیین میں قبر ہوتی ہی نہیں۔ قرآن وسنت میں "قبر" کا لفظ "زمینی" قبر پر بولا گیا ہے۔

اہل سنت کے عقیدے کی عام فہم مختصر قرآنی دلیل:

قرآن پاک میں ہے کہ:

جو اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے، اُسے مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہے۔

۱-شہید کا جسم قتل کیا جاتا ہے، روح نہیں۔ گویا قرآن کا کہنا یہ ہوا کہ: شہید کا جسم زندہ ہے۔

۲-شہید کا دنیاوی جسم قتل کیا جاتا ہے، مثالی نہیں۔ گویا قرآنی فیصلہ: شہید کا دنیاوی جسم زندہ ہے۔

۳-شہید زمینی قبر میں ہوتا ہے، علیین میں نہیں۔ گویا قرآن کا حکم: شہید زمینی قبر میں زندہ ہے۔

حیات النبی کو "عقیدہ" سمجھنے کا پہلو...اور... مولانا منظور احمد مینگل!

مولانا منظور احمد مینگل صاحب کی متعدد گفتگوئیں سننے سے معلوم ہوا کہ وہ منکرین حیاتِ انبیاء (مماتی گروہ، اشاعۃ التوحید والسنۃ) کو اہل سنت سے خارج، گمراہ اور بدعتی قرار نہیں دیتے۔ بلکہ ایسا کہنے کو ہی بے اعتدالی سمجھتے ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ: وہ عقیدہ حیات النبی کو "عقیدہ" اور "ضروریاتِ اہل سنت" میں سے نہیں مانتے بلکہ "تحقیق کا مسئلہ" اور "فروعی مسئلہ" سمجھتے ہیں۔ اور اہل سنت کے مسلمہ عقیدے کو عقیدہ نہ سمجھنا بذاتِ خود ایک گمراہی اور اُس عقیدے کی حیثیت کا اِنکار ہے۔ لہٰذا اِس پہلو سے مولانا منظور مینگل صاحب کو عقیدہ حیات النبی کا قائل کون تسلیم کر سکتا ہے؟

انبیاء کرام کی حیات فی القبر کو تسلیم کرنے کا پہلو...اور... مولانا مینگل کی متضاد باتیں:

یہ تو تھی حیات النبی کو "عقیدہ" ماننے کی بات۔ باقی رہی بات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر کو تسلیم کرنے کی، تو ہماری اَب تک کی معلومات کے مطابق مولانا منظور احمد مینگل صاحب اِس میں بھی مشکوک ہیں۔ کیونکہ اِس حوالے سے وہ متضاد باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اُن کی ملی جلی تمام باتیں سامنے رکھنے کے بعد ہم کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں۔ اگر وہ حیات النبی فی القبر کے قائل ہیں تو پھر تقیہ باز مماتیوں والی باتیں کیوں کرتے ہیں؟ اور اگر وہ حیات النبی کے قائل نہیں ہیں تو پھر اس کا اظہار و اقرار و اعلان کیوں کرتے ہیں؟ اِس صورت میں سوائے تقیہ کے اِسے اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟

آئندہ سطور میں ہم اُن کی متضاد باتیں پیش خدمت کریں گے، لیکن پہلے ہم مماتیوں کے تقیہ اور چند باتوں کا تذکرہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں، تاکہ اُن کی روشنی میں مولانا کی باتوں کا جائزہ لیا جا سکے۔

مماتیوں کا تقیہ:

۱-ہمارے جد امجد امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے تھے: میں نے اپنی ۹۰ رسالہ زندگی میں مماتیوں سے بڑھ کر تقیہ باز کوئی نہیں دیکھا۔

۲-کئی مدارس کے مدرسین وطلبہ اور کئی مساجد کے ائمہ اپنے آپ کو"حیاتی"اور"حیات النبی کا قائل" باور کرائے ہوئے تھے، لیکن بالآخر اُن کی حقیقت کھل گئی اور معلوم ہو گیا کہ وہ مماتی ہیں، لیکن تقیہ کیے ہوئے تھے۔اِس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

۳-رحیم یار خان کے مولانا محمد یوسف صاحب (مدیر: جامعہ عثمانیہ) نے بھی حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے سامنے اقرار کیا کہ: میں حیاتی ہوں۔ نیز اُنہوں نے"حیاتِ طیبہ"کے نام سے ایک رسالہ بھی لکھا جس میں مبہم انداز میں بات لکھی۔اور تاثر یہ دیا کہ وہ"حیات النبی کے قائل"ہیں۔ لیکن تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ وہ مماتی تھے اور تقیہ کے طور اپنے آپ کو حیاتی کہتے تھے۔اِسی وجہ سے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نے اُن کے ہاں جانے سے انکار کر دیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مجلہ صفدر: امام اہل سنت نمبر:۱۷۵

۴-شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ نے بھی ایک بیان میں بتایا کہ: مماتی لوگ تقیہ کر کے جامعہ فاروقیہ میں آتے ہیں۔ چنانچہ ایک تقیہ باز مماتی استاذ کو، حقیقت معلوم ہونے پر اُنہوں نے جامعہ فاروقیہ سے نکالا بھی تھا۔

تقیہ باز مماتیوں کے چند مشہور جملے:

اپنی بدعقیدگی کو چھپانے کے لیے اور سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کے لیے تقیہ باز مماتی مختلف قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں، چند ایک ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱-دونوں طرف اہل حق ہیں۔(حالانکہ عقیدہ کے منکرین اہل باطل ہوتے ہیں۔)

۲-ہم بھی حیات النبی کے قائل ہیں۔(حالانکہ صرف روح کو مانتے ہیں جو ہوتی ہی زندہ ہے۔)

۳-ہم حیات برزخی مانتے ہیں۔(مراد یہ کہ قبر میں جسم حیات نہیں۔ صرف روح حیات ہے۔)

۴-دنیا والی حیات تو مکلفانہ ہوتی ہے، ہم وہ نہیں مانتے۔(مراد دنیاوی جسم کی حیات کا انکار)

۵-ہم حیاتِ جسمانی کے بھی قائل ہیں۔(مراد یہ کہ علیین میں مثالی جسم کو حیات حاصل ہے۔)

۶-یہ علماء کا مسئلہ ہے، عوام کا نہیں۔(حالانکہ اصل عقیدہ علماء وعوام سب کے لیے ہوتا ہے۔)

۷-دونوں طرف کے لوگ غلو کر رہے ہیں۔(مراد یہ کہ منکرین کو گمراہ کہنا غلط ہے۔)

۸-ہمیں اِس مسئلے میں خاموش رہنا چاہیے۔(عقیدہ کے مسئلے میں خاموشی کا کیا مطلب؟)

۹-عقیدہ ہمارا بھی یہی ہے، لیکن بیان نہیں کرنا چاہیے۔(کیا عقیدہ چھپانے کے لیے ہوتا ہے؟)

۱۰-ہم حیاتِ قبر کے قائل ہیں۔(مراد یہ کہ:روح علیین میں ہے تو وہی قبر ہے۔)

۱۱-ہم حیاتِ قبر مانیں یا حیاتِ برزخ؟(حالانکہ دونوں اکٹھی ہیں:برزخ زمانہ ہے، قبر جگہ۔)

۱۲-ہم تو انبیاء کو جنت(علیین) میں زندہ مانتے ہیں۔(مراد: قبر میں زندہ نہیں مانتے۔)

۱۳-یہ اختلافی باتیں ہیں،اِن سے بچنا چاہیے۔(حالانکہ عقیدہ جاننا و ماننا لازم ہے۔)

۱۴-حیات النبی پنجاب کا مسئلہ ہے۔(حالانکہ عقیدہ پوری دنیا کے مسلمانوں کیلئے ہوتا ہے۔)

۱۵-اکابر دیوبند میں دونوں طرح کی آراء ہیں۔(حالانکہ منکر حیات سنی دیوبندی ہے ہی نہیں۔)

۱۶-اِس مسئلے پر مناظرہ نہیں کرنا چاہیے۔(عقیدہ پر نہیں تو پھر کس پر مناظرہ کرنا چاہیے؟)

۱۷-علماء کے تفردات کی طرح یہ بھی تفرد ہے۔(حالانکہ عقیدے میں تفرد نہیں ہوتا۔)

یہ چند باتیں ہم نے بطورِ نمونہ درج کی ہیں، استیعاب مقصود نہیں۔ تجربہ بلکہ کئی تجربات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اِس قسم کی باتیں کرنے والے بالآخر مماتی نکلتے ہیں۔

مولانا منظور احمد مینگل کے چند متضاد جملے

حیات النبی کے قائلین والی باتیں:

ایک طرف تو مولانا منظور مینگل صاحب: انبیاء کی حیات فی القبر کا اِقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

۱-نبی علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں، بالکل اِسی طرح جس طرح ہم دنیا میں زندہ ہیں۔
لیکن یہاں مکلف ہیں، قبر میں مکلف نہیں ہیں۔

۲-شہداء کی حیات عبارت النص سے، انبیاء کرام کی حیات مبارکہ دلالۃ النص سے ثابت ہے۔
شہداء نبی سے ادنیٰ ہیں،اُن کیلئے حیات ثابت ہے تو انبیاء کے لیے بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔

۳- تحقیق یہی ہے جسم پر نبی کا اطلاق حقیقتاً ہے۔ اور جسم قبر میں ہے، لہٰذا حیات بھی قبر میں ہوگی۔

۴-الانبیاء احیاء: جہاں مبتدا ہوگا، خبر بھی وہاں ہوگی۔ جہاں نبی ہیں حیات بھی وہاں ہوگی۔

حیات النبی کے منکرین والی باتیں:

دوسری طرف وہ: امنکرین حیات[۱] کو بھی ''حیات النبی کا قائل'' کہتے ہیں۔ اِس طرح اہل سنت کے

مسلمہ عقیدہ حیات النبی کا مفہوم بگڑ جاتا ہے۔ اور مولانا مینگل شکوک و شبہات کے دائرے میں آجاتے ہیں۔]۲[نیز وہ منکرین حیات النبی کو اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں۔اِس سے اُن کا اپنا عقیدہ مشکوک ہو جاتا ہے۔ [۳] اور اگر کوئی شخص منکرین حیات کو ''گمراہ'' کہے یا ''اہل سنت سے خارج'' کہنے کا شرعی حکم بیان کرے تو اِسے مولانا مینگل ''گالی دینا''، ''برا بھلا کہنا''، ''کافر کہنا'' وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں جو صریح ناانصافی اور خلافِ واقعہ ہے۔ مماتیوں کی طرف سے کفر و شرک کے فتووں اور غلیظ گالیوں کے باوجود اہل سنت کے (حیات النبی کے قائل) ذمہ دار علماء اور مفتیان میں سے کبھی کسی نے مماتیوں کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا نہ ہی مماتی علمائے کو گالیاں دینے کی روش اپنائی ہے۔ اگر کہیں کوئی شخص ایسا کرتا بھی ہے تو وہ اس کا ذاتی فعل ہے، اُسے مسلک اہل سنت کی طرف منسوب کرنا قطعاً غلط اور کھلی نااِنصافی ہے۔[۴] اور انتہائی تشویشناک بات یہ ہے کہ مولانا مینگل حیاتِ انبیاء کے قائلین خصوصاً اِس عنوان کے مناظرین پر جملے بھی کستے ہیں۔ جس سے سننے والے کو یہی گمان ہوتا ہے کہ: شاید مولانا مینگل کو عقیدہ حیات النبی سے ہی خار ہے۔

مولانا منظور احمد مینگل صاحب کے بیانات و دروس کے چند جملے ملاحظہ ہوں:

۱-الانبیاء احیاء پر دونوں فریقوں کا اتفاق ہے۔ البتہ اکثر علمائے دیوبند کہتے ہیں: احیاء فی قبورھم ھذہ۔ (اِن [زمینی] قبروں میں زندہ ہیں۔) مولانا طاہر پنج پیری اور شیخ القرآن کہتے ہیں: احیاء فی علیین۔ حیات مانتے ہیں، تعلق روح مانتے ہیں۔ لیکن دنیوی نہیں مانتے۔ حیات تو مانتے ہیں۔

- مولانا پنج پیری علامہ انور شاہ کے شاگرد ہیں، اُنھیں برا بھلا کہہ کر اپنی عاقبت تباہ نہ کرو!
- یہ (مسئلہ) مولانا طاہر پنج پیر کا تفرد ہو گا۔ آپ بے شک اُن سے اتفاق نہ کریں۔
- آپ تحقیق کرلیں، جن علماء کی تحقیق آپ کی تحقیق سے مختلف ہو، اُنھیں برا بھلا نہ کہو۔
- دوسری طرف والوں کی بھی علمی خدمات ہیں۔ وہ بھی ''حیاتِ انبیاء'' کے قائل ہیں۔
- مولانا پنج پیر بہت بڑے عالم تھے۔ شیخ القرآن بھی ہمارے اکابر میں سے ہیں۔

۲-دنیوی ہے، یا دنیوی کی طرح ہے، یا دنیوی کی سی طرح ہے۔ ھاھاھاھا (استہزائیہ ہنسی) اِن کو شرم آنی چاہیے آپ کے مناظرین کو۔ بے غیرت کو۔ اِس قسم کے مسائل میں لوگوں کو اُلجھا کے رکھا ہے۔

۳-موت جب آئی تو ایک منٹ کے لیے نبی کو ''میت'' تو آپ (حیاتی) بھی مانتے ہیں۔

- ایک منٹ کے مماتی تو آپ بھی ہیں۔
- روح نکلنے کے بعد تین دِن چارپائی پر رہے، وہ زندہ تھے یا میت؟
- اگر حیات دنیوی ہے تو دفن کیوں کیا؟ اور اگر میت ہے تو تین دن کے مماتی تو تم بھی ہو!

۴- یہ مسائل اِس قسم کے نہیں ہیں کہ جس میں کسی کی تضلیل وتفسیق کی جائے۔
- فریقین ضدی ہیں، ورنہ (حقیقت میں) جھگڑا نہیں ہے۔ (گویا صرف لفظی اختلاف ہے۔)

۵- اِن مناظرین نے کل تین مسائل کا رٹا لگایا ہے، اگر یہ صلح کرلیں تو پھر کھائیں گے کہاں سے؟
- یہ اکثر مناظر اغبیاء ہیں، دنیا کے نالائق ترین لوگ ہیں، تدریس نہیں آتی، ناکام ترین!
- باقی آپ کے پنجاب کو اللہ زندہ رکھے! (گویا حیات النبی صرف پنجاب کا مسئلہ ہے۔)
- یہ مسائل علماء کے تھے، علماء بھی مضبوط قسم کے۔ یہ اکابر کی حویلیوں کے مسائل تھے۔
- رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ مسائل پر مناظرہ کرنا حرام ہے۔
- یہ چند مسائل لفنگے لوگوں کا کام ہے۔
- شیعہ، جماعتِ اسلامی، اہلحدیث: اِن چیزوں (کی تردید) میں ہم نے زندگی تباہ کردی۔

مولانا کے چند بڑے بول:

۱- وہ ماں کا لعل پیدا ابھی نہیں ہوا قیامت تک کہ جو جواب دیدے۔

۲- (نبی تین دِن حیات تھے یا میت؟) بیٹا! تم بول بھی نہیں سکو گے۔

۳- تم دوبارہ جاکر پیدا ہو پھر پڑھو، پھر پیدا ہو پھر پڑھو، تب بھی جواب نہیں بنے گا تم سے۔

۴- زور لگالے جتنا لگا سکتا ہے۔ تیرے مناظروں کو میں جانتا ہوں۔

مولانا کے مزاج میں اعتدال: نہ پہلے تھا، نہ اَب ہے:

مولانا موصوف خود بھی ایک عرصہ تک اہل سنت کے بعض عقائد واَفکار کی اشاعت و حفاظت کے لیے سرگرم رہتے تھے۔ اِس سلسلے میں "تحفہ المناظر" کے نام سے اُن کی ایک کتاب بھی مطبوعہ ہے۔ لیکن اُن کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت بھی اُن میں اعتدال اور میانہ روی نہیں تھی۔ (اور افسوس کہ: اَب بھی نہیں ہے۔) چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ: میں نے خود ابن تیمیہ، ابن قیم، اپنے بھائی مولانا طیب کشمیری وغیرہ کو کافر کہا،

ضال ومضل کہا۔ اَب رو رہا ہوں۔

اَب جب کہ مولانا عقائد و اَفکار کی اشاعت و حفاظت کے کام کو نشانے پر رکھے ہوئے ہیں تو اعتدال کا دامن اَب بھی اُن کے ہاتھ سے دُور ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے وہ اِفراط میں تھے۔ اور اَب وہ تفریط کی راہ پر گامزن ہیں۔

مولانا کے سوالات واِشکالات کے جوابات

[1] موت کے بعد دفن سے پہلے نبی زندہ تھے یا میت؟

جواب: بخاری شریف میں روایت ہے: نیک مردہ قبر میں جانے سے پہلے ہی کہہ رہا ہوتا ہے: قدمونی، قدمونی! مجھے قبر کی طرف جلدی لے چلو۔ کیونکہ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ آگے اُس کے لیے انعامات کا سلسلہ ہے۔ اور اگر اُس کا اگلا انجام اچھا نہیں ہوتا تو وہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ: ابھی ٹھہر جاؤ، ابھی ٹھہر جاؤ۔ کیونکہ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ آگے اُس کے لیے سزا و عذاب ہے۔

یہ روایت بتاتی ہے کہ: موت کے بعد دفن سے پہلے بھی ایک عام مردے میں اتنا شعور ہوتا ہے، کہ اسے معلوم ہوسکے کہ وہ کہاں ہے اور اسے قبر کی طرف لے جایا جارہا ہے یا نہیں۔ اور شعور زندگی کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور زندگی روح کے تعلق کے بغیر نہیں ہوتی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ دفن سے پہلے بھی کچھ نہ کچھ حیات ہوتی ہے۔ جب ایک عام مردے کو وفات کے بعد دفن سے پہلے اتنا شعور ہوسکتا ہے اور وہ حیات ہوسکتا ہے تو نبی کیوں نہیں ہوسکتا؟ لہٰذا حیات النبی کے قائلین نہ تین دِن کے مماتی ہیں اور نہ ایک منٹ کے۔

روح کے جسم کے ساتھ تعلق کے تین درجات:

علماء کرام نے لکھا ہے کہ: روح کے جسم کے ساتھ تعلق کے تین درجات ہیں:

۱- زندہ و بیدار: اِس میں شعور بھی ہوتا ہے، جسمانی نشوونما بھی اور حرکت بالارادہ بھی۔

۲- نیند کی حالت: جسمانی نشوونما، خون کا دوران، نبض وغیرہ چلتے ہیں، لیکن حرکت بالارادہ نہیں۔

۳- روح نکلنے کے بعد: صرف شعور ہوتا ہے۔ نہ حرکت بالارادہ، نہ جسمانی نشوونما۔

اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ: روح نکلنے کے بعد بھی روح کا ایک درجے کا تعلق اور "حیات" ہوتی ہے۔

[2] اگر حیات ہے تو دفن کیوں کیا؟

جواب : اِس لیے کہ وہ حیات برزخی ہے، جسم سے روح نکلتے ہی عالم دنیا ختم اور عالم برزخ شروع ہو جاتا ہے۔ اور قبر بھی عالم برزخ کا ایک حصہ ہے۔ لہٰذا قبر میں اُتارنا برزخی حیات کے خلاف نہیں۔

اِلزامی جواب : شہید بھی تو قتل ہونے کے باوجود حیات ہے، اُسے کیوں دفن کیا جاتا ہے؟

[۳] یہ مولانا پنج پیر اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کا "تفرد" اور تحقیق ہے۔

جواب : ۱۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کے فیصلے پر تائیدی دستخط فرما دیئے تھے۔ گویا وہ بھی انبیاء کی حیات فی القبور کے قائل تھے۔ لہذا منکرین حیات کے ساتھ بار بار ان کا نام لینا غلط فہمی یا غلط بیانی ہے۔

۲۔ تفرد کے لئے جہاں شخصیت کے علم و تقویٰ کو دیکھا جاتا ہے، وہیں مسئلہ بھی دیکھا جاتا ہے۔ اگر اہل سنت کے کسی اتفاقی عقیدے کے خلاف ہو تو اسے تفرد نہیں گمراہی کہا جاتا ہے۔ لہذا انبیاء کے حیات فی القبر کے انکار کو تفرد کہنا اور اس مسئلہ کو "تحقیق کا مسئلہ" کہنا غلط، باطل اور اکابر کی تصریحات کے خلاف ہے۔

[۴] حیات النبی کے انکار کی وجہ سے کسی کو گمراہ یا فاسق قرار دینا غلط ہے۔

جواب : جب اہل سنت کے علماء نے انبیاء کی حیات فی القبر پر بھی اتفاق کیا ہے اور اس کے عقیدہ ہونے پر بھی۔ نیز اِس کے منکر کو گمراہ و بدعتی اور اہل سنت سے خارج بھی کہا ہے۔ جید علماء و محققین اور دسیوں مستند مفتیان و دار الافتاؤں) بشمول دیوبند (کے فتوے موجود ہیں۔ تو پھر ان کو گمراہ کہنے سے منع کرنا چہ معنی دارد؟

[۵] یہ مسئلہ جید اکابر کی مجالس کا ہے، عوام کا نہیں۔

جواب : ۱- نفس عقیدہ تو ہر مسلمان کا مسئلہ ہے۔ البتہ اس کی علمی تفصیلات بے شک علماء کا مسئلہ ہیں۔ لیکن مطلقاً اِسے علماء کا مسئلہ کہنا گویا عوام کو عقیدے سے جاہل رکھنے کی کوشش کے مترادف ہو گا۔

۲- مماتی لوگ اِس عقیدے کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر کے گمراہ کرنے کی کوشش عوام میں کرتے ہیں، لہٰذا اُن کا تعاقب اور تردید بھی عوام میں ہونی چاہیے۔

[۶] حیات دنیوی سی، حیات دنیوی کی سی کا مذاق اُڑانا۔

جواب : علمی باتوں کا مذاق اُڑانا اہل علم کو زیب نہیں دیتا۔ اِس کی وضاحت شروع میں آچکی ہے کہ: حیات قبر دنیاوی جسم کو حاصل ہوتی ہے، لیکن: ۱- وہاں مکلف نہیں ہے۔ آپ نے خود بھی یہی کہا ہے۔

۲-روح جسم کے اندر نہیں ہوتی، صرف تعلق ہوتا ہے۔ گویا حیاتِ قبر شعور کی حد تک "دنیا کی سی" ہے۔ اِس لیے کبھی 'دنیوی' اور کبھی 'دنیوی سی' یا 'دنیوی کی سی' کہہ دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہنے والے بھی اکابر علماء ہیں۔ عقیدے کی علمی بحث میں اکابر کا مذاق اُڑانا، مذاق اُڑانے والے کی اپنی حیثیت کو ظاہر کیا کرتا ہے۔

[۷]مولانا پنج پیری مرحوم علامہ انور شاہؒ کے شاگرد ہیں، لہٰذا اُن کو گمراہ نہ کہا جائے۔

جواب: کسی کو گمراہ کہنا عقائد و اعمال کی بنا پر ہوتا ہے نہ کہ تلمذ کی بنا پر۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام کا اظہار کرنے والے جن لوگوں نے کلمہ چھوڑ دیا تھا، اُنھیں مرتد کہا جا سکتا ہے تو علامہ انور شاہؒ کے گمراہ شاگرد کو گمراہ کیوں نہیں کہا جا سکتا؟

[۸]مولانا پنج پیری بھی "روح کا تعلق" مانتے ہیں۔

جواب: مولانا پنج پیر روح کا تعلق کس چیز سے مانتے ہیں؟ آپ نے خود ہی تو فرمایا کہ: وہ قبر میں حیات نہیں مانتے، دنیا والے جسم کی حیات کے قائل نہیں۔ تو پھر روح کا تعلق کس چیز سے مانتے ہیں؟

[۹]مولانا پنج پیر بھی "حیات" مانتے ہیں۔

جواب: اگر صرف اَلفاظ کو دیکھنا ہے تو قادیانی بھی ختم نبوت کو مانتے ہیں۔ عیسائی بھی توحید کو مانتے ہیں۔ اور اگر عقیدہ لفظوں کا کھیل نہیں بلکہ معنی بھی دیکھا جاتا ہے تو منکرین حیات صرف روح کو حیات مانتے ہیں، جس کا زندگی موت سے تعلق نہیں، وہ تو زندہ ہی ہوتی ہے۔ اصل جو عقیدہ ہے، وہ جسم کی حیات کا ہے۔

[10]اِن مسائل میں پڑنا لفنگے لوگوں کا کام ہے۔

جواب: حضرت بنوری، حضرت مفتی محمود، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا سلیم اللہ خان، دار العلوم دیوبند کے مہتمم، محدث، مفتیان، وفاق المدارس اور جمعیۃ علماء اسلام کے سیکڑوں علماء رحمہم اللہ نے اِس سلسلے میں تحریرات لکھیں، فتاویٰ دیئے، اجلاس کیے، بیانات فرمائے، کیا یہ سب لفنگے ہیں؟

مولانا منظور مینگل خود ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ: جو شخص کسی کی طرف کوئی برا لقب / فتویٰ منسوب کرتا ہے، اگر دوسرا شخص اُس کا اہل نہ ہو تو وہ لقب / فتویٰ واپس کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے۔

خادم اہل سنت حمزہ احسانی غفرلہ

۲۲/ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ-۲۷/ ستمبر ۲۰۲۴ء، بروز جمعہ

رب نواز بھٹی (قسط:۸)

(بہ سلسلہ غیر مقلدین قرآن وسنت کی کسوٹی پر)

غیر مقلدین کے دعویٰ عمل بالقرآن کی حقیقت

ازروئے قرآن نبی پر جادو کا اَثر ہو سکتا ہے مگر اثری صاحب منکر ہیں

شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد کہتے ہیں:

”جادو چوں کہ کفر و شرک کا کام ہے۔لہذا نبی پر جادو نہیں ہو سکتا۔یعنی اگر کوئی کرے بھی تو اس کا اثر نہیں ہوتا۔“

مولانا عبدالرحمن کیلانی غیر مقلد نے اثری صاحب کے اس نظریہ پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی پر جادو کا اَثر ہونا قرآن سے ثابت ہے۔فرعون کے جادوگروں نے جب ہزارہا لوگوں کے مجمع میں اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو وہ سانپ بن کر دوڑنے لگیں تو اس کا اثر مجمع پر ہوا کہ:فلما القوا سحروا اعین الناس واسترھبوھم وجآء وا بسحر عظیم۔ (۱۱۶/۷)جب جادوگروں نے (اپنی رسیاں اور لاٹھیاں)ڈال دیں تو لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا(یعنی ان کی نظر بندی کر دی اور انہیں دہشت زدہ کر دیا اور)اور بہت بڑا جادو لائے۔اس دہشت کا اَثر موسیٰ علیہ السلام کے دِل پر بھی ہو گیا تھا۔ارشاد باری ہے:فاوجس فی نفسہ خیفة موسی قلنا لا تخف انک انت الاعلی (۶۸/۶۷)موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے تو ہم نے بذریعہ وحی کہا۔اے موسیٰ ڈرو مت تم ہی غالب رہو گے۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۳۱۰)

تفسیرِ قرآن میں من مانیاں

تفسیر قرآن میں صحابہ اور تابعین سے بے پرواہی

امام آلِ غیر مقلدیت علامہ وحید الزمان اپنے غیر مقلدین کے متعلق لکھتے ہیں:

"غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہلِ حدیث کہتے ہیں، انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے، نہ سلف صالحین، صحابہ اور تابعین کی۔ قرآن کی تفسیر، صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں۔"

(لغات الحدیث: ۲/۹۱، ش... میر محمد کتب خانہ کراچی)

قرآن کی تفسیر خواہش نفس کے مطابق کرنے کی جرأت

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"بعضے اہلحدیث...... تفسیر قرآن میں صحابہ اور سلف صالحین کا طریقہ چھوڑ کر نئے نئے معانی اور مطالب اپنی خواہش نفس کے موافق نکالتے ہیں۔"

(لغات الحدیث، ج:۱، ص:۲۱، د)

تکلفاً قرآن وحدیث کا لاحقہ ساتھ لگائے رکھنا

حافظ محمد سعید غیر مقلد نے لکھا:

"دوسرے [غیر مقلد گروہ، (ناقل)] نے تقلیدی زنجیروں کو توڑا اور درِ اجتہاد کو اس قدر کشادہ کر دیا کہ وہ منہج سلف سے ہٹ کر الحاد کی دہلیز تک جا پہنچا، مگر تکلفاً قرآن وحدیث کا لاحقہ ساتھ لگائے رکھا۔"

(پیش لفظ: مختصر صحیح بخاری، صفحہ ۵۵)

معتزلہ کی تاویلات کو قرآن وحدیث میں رائج

مولانا عبد العزیز (سیکرٹری جمعیت اہلحدیث ہند) لکھتے ہیں:

"آج اس (جماعت اہلحدیث) میں ایک ٹولی مولوی ثناء اللہ صاحب کے وجود مبارک سے ایسی پیدا ہو گئی جس نے تہیہ کر لیا ہے کہ محدثین کرام کی محنتوں پر پانی پھیر دیا جائے اور صفاتِ باری تعالیٰ، معجزات انبیاء کرام اور ایسے ہی دوسرے مسائل میں ابو مسلم معتزلی اور اس کے دوسرے بھائیوں کی تاویلات کو قرآن وحدیث میں رائج کر دیا جائے۔"

(فتنہ ثنائیہ، صفحہ ۲، مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد اول)

تفسیر قرآن میں اقوالِ سلف سے بے پرواہی

مولانا عبد اللہ روپڑی صاحب غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد کی سلف بیزاری کو بیان کرتے ہوئے لکھا:

”آپ اقوالِ سلف کی پرواہ نہیں کرتے۔ دیکھیے تفسیر القرآن بکلام الرحمن میں اور دیگر کئی رسائل میں اس نے کس طرح سلف کی مخالفت کی ہے۔ ہم اس کی چند مثالیں نقل کیے دیتے ہیں۔“

(فتاویٰ اہلحدیث: ۱/ ۷۵)

تفسیر میں حلولیہ، اتحادیہ، جہمیہ اور معتزلہ کے مذاہب کو جمع کرنا

شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب، امر تسری صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

”صفاتِ الٰہی کے متعلق اس کی تفسیر کو دیکھنے کے بعد میں اس رائے پر پہنچا ہوں کہ یہ ایک بدعتی اور گمراہ کی کلام ہے ... مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں حلولیہ، اتحادیہ، جہمیہ اور معتزلہ کے مذاہب کو جمع کر رکھا ہے ... میں نے اس پر اپنی حجت قائم کر دی مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ پس اس کے کفر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں۔“

(فیصلہ مکہ صفحہ ۱۷)

سلف وخلف کے خلاف تفسیر

شیخ سلیمان بن محمد جمہور ابجدی فرماتے ہیں:

”میں نے مولوی ثناء اللہ کی تفسیر ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ دیکھی ہے۔ اس کو سلف صالحین اور ائمہ خلف کے مسلک کے خلاف پایا۔ پس تفسیر القرآن بکلام الرحمن میں جن آیات کی تفسیر میں نے دیکھی ہے اس کا مفسر خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے ۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جہمی ہے، اس کی تمام کوششیں اس تصنیف میں ضائع ہو گئیں اور الٹا ان سب لوگوں کا گناہ سمیٹ لیا جنھوں نے اس کی مبتدعات کی اتباع کی پس مولوی ثناء اللہ شرعاً ہر طرح پایہ عدالت سے ساقط ہے ... وہ توبہ نہ کرے تو نہ تو اس کو سلام کہا جائے اور نہ

اس کے ساتھ نشست و برخواست کی جائے اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے اور نہ اس کی قبر پر دعا کے لیے کھڑا ہو۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۲۰)

تفسیر قرآن کے نام پر معتزلہ اور جہمیہ کے عقائد کی اشاعت

ابو سلیمان عبد الرحمن صاحب (مدرسہ دار الکتاب والسنہ صدر دہلی) "مولوی محمد صاحب جونا گڈھی جواب دیں" عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"قارئین کرام! مولوی محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی نے اپنے اخبار محمدی مجریہ ۱۵/جون سنہ ۳۸ء میں لکھا ہے کہ: "اغلاط (تفسیر) ثنائی کی نسبت ایک حرف تک نہ لکھنا چاہیے" سو میری مولوی صاحب کی خدمت میں مخلصانہ التماس ہے کہ کیا جناب کے نزدیک مولوی ثناء اللہ کی عربی تفسیر کے جن مقامات سے بوجہ خلاف ہونے تفسیر سلف کے علماء اہلِ حدیث نے اختلاف کیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے تفسیر کردہ معانی درست ہیں تو کھلے طور پر اعلان کر دیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر کردہ معانی میرے نزدیک بھی درست ہیں۔ لہٰذا کوئی شخص ان کے خلاف ایک حرف تک نہ لکھے۔ اگر آپ کے نزدیک سلف صالحین کی تفاسیر درست ہیں تو پھر آپ اپنی سرگوشی کو مدنظر رکھتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب کو کیوں نہیں ہدایت کرتے کہ وہ سلف سے اتفاق کر لیں اور جماعت اہلِ حدیث میں معتزلہ، جہمیہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے عقائد نہ پھیلائیں۔ مجھے اُمید ہے کہ مولوی محمد صاحب اس کا بہت جلد جواب عنایت کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی ۵ ۱۳۷ھ ذی قعدہ صفحہ ۲۷)

صحابہ کرام کی تفسیر کو چھوڑ کر ابو مسلم معتزلی کی تفسیر کو مایہ ناز سمجھنا

مولانا عبد العزیز (سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلحدیث ہند) لکھتے ہیں:

"آہ! آج اہلحدیث کی حالت یہ ہے کہ جو شخص مذہب اہل حدیث میں معتزلہ و متکلمین کی تاویلات و تحریفات کی آمیزش کر کے اس کو اہلحدیث کی طرف سے پیش کرے، اس کے

لیے کوئی ملامت نہیں ہے! جو شخص صحابہ کرام کی تفسیر کو چھوڑ کر ابو مسلم معتزلی کی تفسیر کو اپنی کتاب کے لیے مایہ ناز سمجھتا ہو، اس پر کوئی انکار نہیں ہے!! جو شخص تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تمام محدثین کرام کے مسلک کے خلاف صفات باری تعالیٰ میں معتزلہ اور متکلمین کی تاویلات کو رائج کرتا ہو، اس کے لیے کوئی زجر و توبیخ نہیں ہے۔''

(فیصلہ مکہ صفحہ ۲۴، مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد اول)

اہلِ اسلام کے خلاف تفسیر

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''چوں کہ تفاسیر اہلِ اسلام کے مطابق تفسیر کرنے سے معجزہ ثابت ہوتا تھا اس واسطے وہ تفسیر کی جس سے معجزہ کا ثبوت نہ ہو۔''

(حاشیہ: الاربعین صفحہ ٦، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اہلِ اسلام کی مسلمہ تفاسیر کو چھوڑ کر معتزلی ملحد کا قول اختیار کیا

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ای تنقصون حظوظ انفسکم بالمجابنۃ عن النساء یعنی رمضان شریف کی راتوں میں عورتوں سے کنارہ رہنا اور پرہیز کرنا یہی خیانت تھی۔ یہ تفسیر بھی خلاف اہلِ اسلام ہی ہے، اس لیے کہ تفاسیر معتبرہ اہلِ اسلام میں یہی لکھا ہے کہ اُن کی خیانت یہ تھی کہ رمضان شریف کی راتوں میں باوجود ممانعت کے عورتوں سے مجامعت کرتے تھے۔ اور مولوی ثناء اللہ نے یہ تفسیر ابو مسلم اصفہانی سے لی ہے اور وہ ایک معتزلی ملحد مزاج ناسخ منسوخ سے منکر آدمی تھا۔ علماء اہلِ سنت نے اس کو اور اس کے متبع کو جاہل لکھا ہے۔ افسوس ہے کہ اس مولوی فاضل نے تمام تفاسیر مسلمہ اہلِ اسلام کو چھوڑ کر ایک معتزلی ملحد مزاج آدمی کا مقلد بن کر اپنی تفسیر میں اکثر اُس کے اقوال کو اختیار کیا۔ یہ مولویت اور فاضلیت ہے یا زیغ اور جہالت آیہ کریمہ فتاب علیکم و عفا عنکم فالان باشروھن سے صاف ظاہر ہے کہ ابتداء اسلام میں

رمضان شریف کی راتوں میں بھی مجامعت کی ممانعت تھی جیسا کہ دن میں ہے۔ بعض مسلمانوں سے خیانت ہوگئی۔ اللہ عز و جل نے فرمایا کہ میں تمہاری خیانت کو جانتا ہوں مگر میں نے تمہاری خیانت کو معاف کیا اور سابق حکم سے در گذر! فالان باشروھن اب اجازت ہے کہ اپنی عورتوں سے رات کو جماع کرو۔ اس آیت کے ساتھ وہ پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔"

(الاربعین صفحہ ۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر اہلِ سنت سے اعراض اور ابو مسلم اصفہانی کی پیروی

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے "اہلِ اسلام کی مسلمہ تفاسیر کو چھوڑ کر معتزلی ملحد کا قول اختیار کیا" عنوان کے تحت مذکورہ مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"چوں کہ تفاسیر اہلِ اسلام کے مطابق تفسیر کرنے سے ناسخ و منسوخ کا مسئلہ ثابت ہوتا تھا اس واسطے اہلِ سنت کی تفاسیر چھوڑ کر ابو مسلم اصفہانی معتزلی کا مقلد بنا۔"

(حاشیہ: الاربعین صفحہ ۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غلط تفسیر کی تاکہ معجزہ ثابت نہ ہو

غزنوی صاحب نے امر تسری صاحب کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"ص ۷۴ میں آیت فصرھن کی تفسیر میں لکھتے ہیں املھن ای اجعلها مائلة الیک بحیث اذا ترکتها تمیل الیک ثم بعد میلانها الیک و تعودها اجعل علی کل جبل منهن جزء ای واحدا واحدا یعنی جانوروں کو اپنے ساتھ ہلا لو پھر ایک ایک کو جدا جدا پہاڑ پر بٹھا دو۔ پھر بلا اُن کو تیرے پاس دَوڑ کر آویں گے۔ یہ معنٰی بھی کل تفاسیر اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔ سوائے ابو مسلم ملحد مزاج کے اور کسی نے یہ معنٰی نہیں کئے۔ تفسیر کبیر میں ہے کل المفسرین الذین کانوا قبل ابی مسلم اجمعوا علی انہ حصل ذبح ذلک الطیور و تقطیع اجزائها فیکون انکار ذلک انکارا للاجماع ۔ غرض کہ کل تفاسیر اہلِ اسلام اس پر متفق ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے جانوروں کو ذبح کیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے چار پہاڑوں پر ان کے ٹکڑے رکھ دیئے، پھر

ان کو بلایا زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آگئے۔"

(الاربعین صفحہ ۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غزنوی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"چوں کہ تفاسیر اہلِ سنت کے مطابق تفسیر کرنے سے معجزہ اور خرق عادت جو اس کے نیچر کے خلاف تھا ثابت ہوتا تھا اس واسطے اجماع کا مخالف ہو کر ابو مسلم اصفہانی ملحد کا...بن گیا"

(الاربعین صفحہ ۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اس عبارت میں جہاں "..." لگے ہوئے ہیں اس جگہ کا لفظ مدہم ہونے کی وجہ سے صحیح پڑھا نہیں گیا۔

تفسیر میں فرقہ ضالہ کی پیروی تاکہ سیدہ مریم کی کرامت ثابت نہ ہو

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

"ص ۵۶ یمریم انی لک ھذا قالت ھو من عند اللہ کی تفسیر میں فاضل صاحب در افشانی کرتے ہیں کہ کانت علیھا السلام تنسب ما کان عندھا الی اللہ فلیس فیه دلیل علی ان مریم الصدیقة کان یاتیھا فاکھة الصیف فی الشتاء و فاکھة الشتاء فی الصیف یعنی مریم علیہا السلام کا ماحضر کو اللہ کی طرف نسبت کرنے سے اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ مریم علیہا السلام کے پاس موسم گرمی کے میوے جاڑے میں اور جاڑے کے میوے گرمی آتے تھے۔ اے مسکین بے خبر! یہ معنیٰ تو حبر الامۃ ابن عباسؓ اور مجاہد سے تفسیر ابن جریر میں اور حسن سے ابن عساکر میں سنداً موجود ہے۔ اور تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ مریم علیہا السلام کے پاس غیب سے رزق آتا تھا اور گرمی کے موسم میں سیال کے میوے اور سردی کے موسم گرمی کے میوے آتے تھے۔ فاضل صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں اہلِ سنت کی تفاسیر کو چھوڑ کر فرقہ ضالہ معتزلہ کی تفسیر کو اختیار کیا۔"

(الاربعین صفحہ ۱۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ملاحدہ کو خوش کرنے والی تفسیر

غزنوی صاحب نے اس مقام پر حاشیہ میں لکھا:

”اگر تفاسیر اہل سنت کے موافق تفسیر کرتے تو کرامت اور خرق عادت جو اس کے نیچر کے خلاف ہے ثابت ہوتی لہذا تفاسیر اہل اسلام ایسی تفسیر کی جس سے ملاحدہ خوش ہو جاویں۔“

(حاشیہ: الاربعین صفحہ ۱۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تاكله النار کی من مانی تفسیر

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

”ص ۷۳ حتی یاتینا بقربان تاكله النار کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای یحرقه الکاهن بالنار والعجب من قید النار بالسماوی لیت شعری من این اخذ هذا القید یعنی جلا دیتے اس کو کاہن آگ سے اور تعجب ہے اس پر جو مقید کرتا ہے نار کو ساتھ آسمانی کے۔ کاش میں جانتا کہ کہاں سے لیا ہے اس قید کو۔ ہائے افسوس بر خلاف تفاسیر اہلِ اسلام کے فاضل نے کہاں سے اس نار کو نار کاہن سے مخصوص کیا۔“

(الاربعین صفحہ ۱۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

والذين عقدت ايمانكم کی تفسیر میں معتزلی کا قول لیا

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

”ص ۸۱ میں والذين عقدت ايمانكم کی تفسیر میں لکھتے ہیں انعقدت العهود بينكم ای الزوج و الزوجة۔ مصنف تفسیر ثنائی نے بر خلاف تمام تفاسیر اہلِ سنت وجماعت کے ابو مسلم اصفہانی معتزلی کی تقلید کر کے عقدت ایمانکم سے خاوند اور بیوی مراد لی ہے اور تفاسیر اہلِ سنت وجماعت عقدت ایمانکم سے مراد حلیف اور مواخات یعنی برادر خوانگی اور متبنی اور وہ وارث جس کو میت محروم الارث بنا لیتے ہیں۔ دیکھو تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، در منثور، معالم، فتح البیان۔ یہ معانی صحابہ اور تابعین سے ثابت کرتے ہیں۔ اور تفسیر کبیر میں ہے کہ عقدت ايمانكم سے مراد زوج اور زوجہ لینا ابو مسلم اصفہانی کا قول ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۱۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

یہ معنیٰ بھی تفاسیر اہلِ سنت وجماعت کے خلاف ہے

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

”ص ۱۰۷ ولم يتقبل من الاخر کی تفسیر میں لکھتے ہیں قد اطلعا بواسطة آدم ان تقبل من احدهما ولم يتقبل من الاخر یعنی بواسطہ آدم علیہ السلام انہوں نے اطلاع پائی کہ ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی نامقبول۔ یہ معنیٰ بھی تفاسیر اہلِ سنت وجماعت کے بر خلاف ہے کیوں کہ تفاسیر اہلِ اسلام اتفاق سے یہ معنی کرتے ہیں کہ قبولیت اس سے معلوم ہوئی کہ آسمان سے آگ آئی اور ہابیل کی قربانی کو کھاگئی اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ گئی جیساکہ ابن جریر میں ہے... تمام مفسرین اہلِ اسلام اسی پر ہیں اس کے خلاف کا باعث یہ معلوم ہوتا ہے کہ آں صاحب اگر موافق اہلِ سنت کے تفسیر کرتے تو معجزہ اور کرامت ثابت ہوتی لیکن معجزہ اور کرامت اُن کے فہم ناقص میں خلاف قانون قدرت ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۱۲، ۱۱... مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

کتاب کی تفسیر لوح محفوظ کی بجائے علم الٰہی

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

”ص ۱۲۶ میں آیت ما فرطنا في الكتاب من شيء اى علم البارى سے تفسیر کرتے ہیں۔ یہ بھی تمام تفاسیر اہلِ اسلام کے خلاف ہے کیوں کہ مصنف تفسیر ثنائی نے کتاب کی تفسیر علم الٰہی سے کی ہے اور اہلِ سنت وجماعت کی تفسیروں میں اس آیت میں کتاب سے مراد لوح محفوظ یا قرآن شریف ہے۔ دیکھو تفاسیر اہلِ اسلام۔“

(الاربعین صفحہ ۱۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

امام مبین کی تفسیر لوح محفوظ کی بجائے صحف اعمال

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

”اسی طرح آیت وكل شيء احصيناه في امام مبين کی تفسیر ص ۳۶۹ میں صحف اعمال سے کی ہے اور تفاسیر اہلِ اسلام اس آیت میں امام مبین کی تفسیر لوح محفوظ سے

کرتے ہیں۔"

(الاربعین صفحہ ۱۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر میں منکرین تقدیر کی معاونت

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

"اور آیت ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا کی تفسیر ص ۴۵۰ میں ای فی علم اللہ سے کی ہے۔ ان آیات کی یہ تفاسیر تمام اہلِ اسلام کی تفاسیر کے خلاف ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۱۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اس جگہ غزنوی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"چوں کہ اہل سنت و جماعت کے موافق تفسیر کرنے سے تقدیر کا مسئلہ ثابت ہوتا تھا جس سے معتزلہ، قدریہ منکر ہیں اس واسطے اہل سنت کی تفاسیر چھوڑ کر معتزلہ قدریہ کا معاون و ممد رہا۔"

(الاربعین صفحہ ۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ہر جگہ لوح محفوظ کی تفسیر علم الٰہی سے کی

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

"اور آیت لقرآن کریم فی کتاب مکنون کی تفسیر ص ۴۴۷ میں ای فی علم اللہ سے... اور آیت بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ کی تفسیر ص ۴۹۳ میں ای فی علمه سبحانه سے کی ہے۔ یہ بھی اہلِ سنت کی تفسیروں کے خلاف ہے۔ میں نے اس جگہ صرف چھ آیتوں کا ذِکر کیا ہے سوا اس کے جس جگہ قرآن شریف میں لوح محفوظ کا ذِکر آیا ہے۔ اس کی تفسیر علم اللہ سے کی ہے اور تمام اہلِ اسلام کے نزدیک لوح محفوظ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔ اور مصنف تفسیر ثنائی عربی سب مسلمانوں کے خلاف لوح محفوظ لکھی ہوئی کتاب نہیں مانتا۔"

(الاربعین صفحہ ۱۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر میں اکابر صحابہ کو چھوڑ کر ملحد مزاج کی اتباع

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

”ص ۱۷۴ میں اس آیت کی الئن خفف اللہ عنکم و علم ان فیکم ضعفا الایۃ کی تفسیر لیست بمنسوخۃ لان کون الحکم مشروطا بشرط... سے کی ہے۔ غرض اس کی یہ ہے کہ یہ آیت آیت سابقہ کا ناسخ نہیں۔ اور اکابر صحابہ اور تفاسیر معتبرہ اہلِ اسلام کلہم اس پر متفق ہیں کہ آیت الئن خفف اللہ عنکم کے ساتھ آیت سابقہ منسوخ ہے۔ مصنف تفسیر ثنائی نے تمام اہلِ اسلام کو چھوڑ کر ابو مسلم اصفہانی ملحد مزاج معتزلی کے قول کی تقلید کی اختیار کی ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۱۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اس مقام پر غزنوی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں:

”چوں کہ تفاسیر اہلِ سنت کے مطابق تفسیر کرنے سے ناسخ منسوخ کا مسئلہ جو اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے، ثابت ہوتا ہے۔ اس واسطے اہلِ سنت کی تفسیر چھوڑ کر ابو مسلم معتزلی کی تفسیر اختیار کی۔“

(الاربعین صفحہ ۱۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اقوال صحابہ اور تابعین کے خلاف تفسیر

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

”ص ۱۸۹ اس آیت سنعذبھم مرتین کی تفسیر میں لکھا ہے ای مرارا مرۃ بعد مرۃ یعنی دنیا کی حیات میں بار بار ان کی تکلیف دی جاوے گی۔ یہ معنٰی بھی اقوال صحابہ و تابعین کرام کے اور تفاسیر معتبرہ اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔ تفاسیر معتبرہ اہلِ سنت سب اس پر متفق ہیں کہ مرتین سے ایک دنیا کا عذاب ہے اور ایک قبر کا عذاب ہے۔ چوں کہ اہلِ سنت اسی آیت سے عذاب قبر کا اثبات کرتے ہیں لہٰذا مصنف تفسیر ثنائی نے اُن سے خلاف کر کے فرقہ ضالہ

معتزلہ کی تائید کی۔"

(الاربعین صفحہ ۱۶، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر میں نیچر کو اپنایا اور سبیل المؤمنین چھوڑ دیا

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

"ص ۲۱۲ اس آیت فجعلنا عاليها سافلها کی تفسیر میں لکھا ہے: ای اسقطنا سقف بيوتهم عليهم یعنی ہم نے اُن کے مکانات کی چھتیں اُن پر گرائیں۔ یہ تفسیر بھی تمام تفاسیر اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔ سب مفسرین اہلِ اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ آیت قرآنی والمؤتفكة اهوى اسی پر ناطق ہے کہ جبریل علیہ السلام نے لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو اکھیڑ کر قریب آسمان لے جا کر پھر پلٹا کے زمین پر دے مارا مگر چوں کہ یہ بات اس کے نیچر کے خلاف تھی۔ لہٰذا سب مفسرین اسلام اور سبیل المؤمنین کو چھوڑ دیا۔"

(الاربعین صفحہ ۱۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر میں سیدنا داود علیہ السلام کے معجزہ کا انکار

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

"ص ۲۹۰ میں اس آیت وسخرنا مع داود الجبال يسبحن والطير تذكره حين غفلة ولنعم ماقيل ؎ **برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار: ہر ورقے دفتر یست معرفت کرد گار۔** مصنف تفسیر ثنائی کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں اور جانوروں کو دیکھ کر اللہ عز و جل یاد آتا تھا نہ کہ پہاڑ اور جانور آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے۔ افسوس صد افسوس دعویٰ تو ہو اہلِ حدیث کا اور تفسیر ہو مطابق مذہب معتزلہ کے۔ اہلِ سنت کی تمام تفاسیر معتبرہ اسی پر ہیں کہ پہاڑ اور جانور داود علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے۔ تفاسیر معتبرہ اہلِ اسلام کو نظر انداز کر مذہب اعتزال کا حامی بنا۔ اہلِ حدیث تو درکنار کسی ادنی مسلمان کا کام ہی ہرگز نہیں۔"

(الاربعین صفحہ ۲۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غزنوی صاحب نے حاشیہ میں لکھا:

"داود علیہ السلام کے معجزے سے انکار۔"

(حاشیہ: الاربعین صفحہ ۲۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر میں سیدنا داود علیہ السلام کے دوسرے معجزے کا انکار

غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

"ص ۳۶۰ اس آیت والنا له الحديد کی تفسیر میں لکھا ہے ای علمناه الانة الحديد یعنی ہم نے داود علیہ السلام کو لوہا نرم کرنے کا طریقہ سکھا دیا۔ یہ تفسیر بھی تمام تفاسیر اہلِ اسلام سے خلاف ہے۔ تفاسیر اہلِ اسلام اس پر متفق ہیں کہ اللہ عزوجل نے داود علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ یہ داود علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ اگر مصنف تفسیر ثنائی کی تفسیر کی جائے تو اس میں داود علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے۔ اللہ عزوجل نے ہر لوہار اور سنار کو لوہا کو لوہا نرم کرنے کا طریق سکھا دیا ہے، لوہے کو پانی بناتے ہیں۔"

(الاربعین صفحہ ۲۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تلبیسانہ تفسیر

مولانا ابو ادریس عبد الغفور غزنوی لکھتے ہیں:

"اس عاجز نے بھی تفسیر ثنائی عربی دیکھی، فی الواقع اس کا مصنف بے چارے عوام الناس پر تلبیس کرتا ہے اور ظاہر میں اس نے اہلِ حدیث کا لباس پہنا ہوا ہے اور باطن میں ملحد اور معتزلی ہے۔ اس کے الحاد اور اعتزال پر اس کی تصانیف شاہد ہیں جو کچھ مجیب [مولانا عبد الحق غزنوی (ناقل)] نے جواب لکھا ہے، وہ سب صحیح اور موافق اہلِ سنت و جماعت ہے۔ عام مسلمانوں پر اور خصوصاً اہلِ حدیث پر لازم ہے کہ اس شخص کی تصانیف سے پرہیز کریں اور اس کی صحبت سے بچیں اور یہ شخص لائق امامت اور قابلِ اتباع نہیں ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۲۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر کے نام پر عقائد باطلہ کا پرچار

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ جناب غلام علی صاحب لکھتے ہیں:

"بموجب تحریرات بالائے علماء ایسی تفسیر کا اعتبار نہ کرنا چاہیے اور مصنف تفسیر مذکور اگر اپنے عقائد باطلہ سے توبہ نہ کرے تو جو حکم علمائے مذکورین نے لکھا ہے بجا ہے مگر میرے نزدیک اگر اسی حالت میں مر جاوے تو لایصلی علیه ولا یدفن فی قبور المسلمین۔"

(الاربعین صفحہ ۲۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے اور مسلمانوں کے قبروں میں دفن نہ کیا جائے۔

متقدمین ومتاخرین کے مخالف اور گمراہ فرقوں کے موافق تفسیر

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ جناب محمد جمال امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

"تفسیر القرآن بکلام الرحمن کے چند مقام میری نظر سے گذرے ہیں۔ تفسیر مذکور کو معتبر تفاسیر متقدمین ومتاخرین خلاف وفرقہائے ضالہ کے موافق پایا۔ مصنف تفسیر ہذا اگر اپنے اغلاط عقائد باطلہ سے رجوع نہ کرے تو جماعت اہلِ حدیث بلکہ اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۲۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اقوال کاذبہ اور اعتقادات باطلہ سے پُر تفسیر

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ جناب دینا نگری صاحب لکھتے ہیں:

"تفسیر عربی مولوی ثناء اللہ کشمیری امرت سری کی میری نظر سے گذری۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیر پُر تزویر اقوال کاذبہ اور اعتقاداتِ باطلہ سے پُر ہے اور اکثر اقوال جہمیہ معتزلہ نیچریہ وغیرہ فرق ضالہ سے جو معجزات حضرت سید خیر الانامؐ کے منکر ہیں، مزین ہے۔ اہلِ سنت وجماعت کے طریق سے خارج ہے۔ سلف صالحین اور خیر القرون اور ائمہ مجتہدین کے

بر خلاف ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۳۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفاسیر معتبرہ کے خلاف

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ جناب غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

"بعض مواقع تفسیر عربی مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرت سری بمطالعہ احقر گذشتہ بے شک ایں مواضع از تفاسیر معتبرہ کہ بنظر بندہ در آمدہ مخالف ست۔"

(الاربعین صفحہ ۳۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اس فارسی عبارت کا مطلب ہے کہ مولوی ثناء اللہ کی تصنیف عربی تفسیر کے بعض مقامات احقر کے مطالعہ سے گزرے۔ بلاشبہ یہ مقامات ان معتبر تفسیروں کے خلاف ہیں جو بندہ کے زیر نگاہ رہیں۔

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ عبد اللہ صاحب لکھتے ہیں:

"بندہ نے تفسیر عربی مصنفہ مولوی ثناء اللہ کی اکثر مواضع سے سنی، ان کو بالکل تفاسیر معتبرہ کے خلاف پایا۔"

(الاربعین صفحہ ۳۱،۳۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

خیر القرون کے خلاف تفسیر

حافظ عبد المنان وزیر آبادی غیر مقلد کہتے ہیں:

"میں نے تفسیر عربی مصنفہ ثناء اللہ امرت سری کی مواضع متعددہ سے سنی۔ اکثر تفسیر سلف صالحین اور خیر القرون کے خلاف ہے بلکہ اکثر موقع پر تفسیر بالرائ ہے، جس کے حق میں حدیثوں میں وعید شدید آتا ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۳۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد علاء الدین صاحب لکھتے ہیں:

"جو کچھ مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی اور حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی تفسیر مولوی ثناء اللہ ساکن امرت سری کی دیکھ کر تحریر فرماتے ہیں، وہ اس خاکسار کے نزدیک حق ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۳۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر میں معتزلہ کے نقش قدم پر

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ اصغر علی روحی صاحب لکھتے ہیں:

" فصاحب تفسیر القرآن بکلام الرحمن اقتفی آثارھم فی مواضع شتی۔"

(الاربعین صفحہ ۳۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: تفسیر القرآن بکلام الرحمن کے مصنف اُن [معتزلہ وغیرہ (ناقل)] کے نقش قدم پر چلے ہیں۔

تفسیر میں یہود کے نقش قدم پر

محمد بن القاضی محمد حسن خان پوری نے امرت سری تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"انکر معجزات الانبیاء و کرامات الاولیاء و خوارقھم واولھا تاویلا قبیحا وانکر النسخ کالیھود وخالف جمیع اھل الاسلام ۔"

(الاربعین صفحہ ۳۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: معجزات انبیاء، کرامات اولیاء اور ان کے خوارق کا انکار کیا، ان کی قبیح و شنیع تاویل کی، یہود کی طرح نسخ کا انکار کیا اور تمام اہلِ اسلام کے مخالف چلا۔

تفاسیر اہلِ اسلام کے مخالف

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ قاضی محمد زمان صاحب لکھتے ہیں:

"بے شک ثناء اللہ مذکور اہلِ سنت و جماعت سے خارج ہے اور اُس کی تفاسیر اہلِ اسلام کے مخالف۔ مسلمانوں کو ایسے زندیق سے بچنا چاہیے۔"

(الاربعین صفحہ ۳۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر بالرای کے مرتکب

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد ربانی بن فخر الدین راجری صاحب لکھتے ہیں:

"لاریب ان المولوی الموصوف ملحد داخل تحت وعید من قال

فی القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔"

(الاربعین صفحہ ۳۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: بلاشبہ مولوی موصوف ملحد ہے اور اس وعید میں داخل ہے کہ جس نے قرآن میں اپنی رائے پیش کی، اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

خیانتیں ہی خیانتیں

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ نادر دین صاحب لکھتے ہیں:

"فانہ خائن قد خان اللہ ورسولہ وعبادہ وخادع اھل الاسلام حیث اظھر و ادعی انہ من اھل السنۃ الکرام وھو کان فی الباطن من شر اھل الاحداث والبدعۃ اللئام۔"

(الاربعین صفحہ ۳۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: پس بلاشبہ وہ خائن ہے، اس نے اللہ، اس کے رسول اور اس کے بندوں سے خیانت کی اور اہل اسلام کو دھوکہ دیا اس لیے کہ خود کو مکرم اہل سنت ظاہر کیا اور دعوی کیا۔ جب کہ وہ اندرونی طور پر احداث وبدعت والے شریر اور مذموم لوگوں میں سے ہے۔

دین کو مکمل کرنا اور خیر القرون والوں کو گمراہ کہنا

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ ناصح صاحب لکھتے ہیں:

"قال اللہ تعالی الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ وثناء اللہ الضال۔ الآن یکمل الدین و یزعم ان خیر القرون کانوا فی ضلال مبین۔"

(الاربعین صفحہ ۳۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے آج کے دن تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے (الآیۃ) گمراہ ثناءاللہ اَب دین کو مکمل کرتا پھر رہا ہے اور گمان کرتا ہے کہ خیر القرون والے گمراہ تھے۔

صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور علمائے راسخین کے مخالف تفسیر

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ قاضی محسن الدین صاحب لکھتے ہیں:

” الاسلام ما علیہ الصحابۃ والتابعون الائمۃ المجتھدون والعلماء الراسخون وثناء اللہ الامرتسری قد خالفھم کلھم فی تفسیرہ وخلع ربقۃ اتباعھم عن عنقہ فلا ریب انہ خارج من اھل السنۃ والجماعۃ داخل فی اھل الاھواء والبدعۃ۔“

(الاربعین صفحہ ۳۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: اسلام تو وہ ہے جس پر صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور علمائے راسخین ہیں اور ثناء اللہ امرتسری نے تو اپنی تفسیر میں ان سب کی مخالفت کی ہے۔ ان کی اتباع کی رسی کو اپنی گردن سے اتار پھینکا ہے۔

الحاد و نیچریت پر مشتمل تفسیر

”الاربعین“ کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ حافظ محمد رمضان پشاوری صاحب لکھتے ہیں:

”ان التفسیر الثنائی الذی ھذا صفتہ لاشک انہ من تفاسیر الملاحدۃ خذلھم اللہ و صاحب التفسیر من ملاحدۃ النیچریۃ۔“

(الاربعین صفحہ ۳۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: بلاشبہ تفسیر ثنائی جس کی یہ شان ہے یہ ملحدین (اللہ انہیں رسوا کرے) کی تفسیروں میں سے ہے اور اس تفسیر کا مصنف ملحدوں اور نیچری لوگوں میں سے ہے۔

”الاربعین“ کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ منہاج الدین صاحب لکھتے ہیں:

”ان التفسیر المذکور لا شک انہ من تفاسیر الملاحدۃ اخزاھم اللہ۔“

(الاربعین صفحہ ۳۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: یقیناً مذکورہ تفسیر بلاشبہ ملحدین (اللہ انہیں رُسوا کرے) کی تفسیروں میں سے ہے۔

ناقابلِ اعتبار تفسیر

”الاربعین“ کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد یونس صاحب لکھتے ہیں:

”یہ تفسیر اقوال سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے برخلاف ہے۔ بنا بریں قابل اعتبار نہیں۔اور تفسیر بالرائی ہے جس کی بابت حدیث صحیح میں آچکا ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۳۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

سلف وخلف کے خلاف

”الاربعین“کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد عبد الحکیم صاحب لکھتے ہیں:

”تفسیر ثناءاللہ قابل اعتبار نیست چہ خلاف سلف وخلف است۔“

(الاربعین صفحہ ۴۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: ثناءاللہ کی تفسیر قابل اعتبار نہیں کیوں کہ سلف وخلف کے خلاف ہے۔

مشرب ”اہل السنۃ والجماعۃ“ کے خلاف

”الاربعین“کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ عبد اللہ خان صاحب لکھتے ہیں:

”تفسیر مولوی ثناءاللہ کی بے شک خلاف مشرب اہل السنۃ والجماعۃ کے ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۴۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اہل اسلام امرتسری صاحب کی تفسیر نہ دیکھیں

”الاربعین“کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں:

”کوئی اہلِ اسلام تفسیر ثناءاللہ کو نہ دیکھے۔“

(الاربعین صفحہ ۴۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اقاویل باطلہ، عقائد فاسدہ پر مشتمل تفسیر

”الاربعین“کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ ابو الفیض احمد صاحب لکھتے ہیں:

”کتاب ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“مصنفہ مولوی ثناءاللہ صاحب کو میں نے غور سے دیکھا، بہت مقام اور مآخذ اُس کے مخالف مذہب محدثین ومفسرین محققین وسلف صالحین ہیں۔ اقاویل باطلہ وعقائدِ فاسدہ فِرقِ ضالہ ملحدین جہمیہ معتزلہ سے اَخذ کیا ہے۔ اہلِ حدیث ہو کر مخالفت کرنا مقام حیرت ہے۔ عوام لوگ ایسی کتابوں کو دیکھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔“

(الاربعین صفحہ ۴۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

محمد عبد العزیز نامی بزرگ نے لکھا:

"الجواب صحیح والرأی نجیح ۔"

(الاربعین صفحہ ۴۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: جواب صحیح اور رائے کامیاب ہے۔

جلا دینے کے لائق تفسیر

مولانا محمد عبد الحق ملتانی صاحب لکھتے ہیں:

"فھذا التفسیر احری بان یحرق ویمحی کیلا یغتر بہ مغتر ۔"

(الاربعین صفحہ ۳۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: پس یہ تفسیر اس لائق ہے کہ اسے جلا اور مٹا دیا جائے تاکہ کوئی دھوکہ کھانے والا دھوکہ نہ کھا سکے۔

قرآن پر جرأت والی تفسیر

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ عبد الغفار صاحب لکھتے ہیں:

"میں ثناء اللہ کو عرصہ سے دیکھتا تھا کہ وعظوں میں تقریروں میں بہت غلو کرتا ہے اور پھر تفسیر کو بھی دیکھا اور اردو کو بھی عربی کو بھی۔ تفسیر بالرائے سے پُر، پھر اس پر متعجب تھا کہ باوجود امرتسری ہونے کے کوئی اس کا تعاقب نہیں کرتا۔ سو الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ اللہ نے کسی خاص بندے کو ہمت دے کر اُس کے خرافات اور حرکات لایعنی کو لوگوں پر ظاہر کیا اور اُس کی بے ہودہ گوئی پر علماء کی مہریں ثبت کرائیں۔ خدا ایسی ہمت والے کو جزاء خیر دے اور مفسرین بالرائے کا اللہ عزوجل پردہ زمین سے قلع قمع کرے کیوں کہ یہ لوگ اپنے منہ میاں مٹھو بننے کے لیے اور لوگوں کو اپنی طرف توجہ دلانے کے لیے قرآن شریف پر جرأت کر کے ضلوا واضلوا کا مصداق بنتے ہیں۔ موسم کی گرمی تو سہاری نہیں جاتی، دوزخ کی گرمی کس طرح سہاریں گے۔"

(الاربعین صفحہ ۴۶، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر خود ساختہ ہے اور نام تفسیر القرآن بکلام الرحمن

مولانا عبد الحق ملتانی لکھتے ہیں:

"تفسیر ثنائی عربی را دیدم اسم بے مسمی یافتم کہ صاحبش کلام ِالہی را بہ رائے خود تفسیر کردہ و مامش تفسیر "تفسیر القرآن بکلام الرحمن "نہادہ۔کلام الہی و دراں ایں چنیں جرأت و دلیری کردن کاراں کسان ست کہ از جناب پاک تبارک و تعالی شرم و حیا ء از عذابش خوف ندارد۔"

(الاربعین صفحہ ۴۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: تفسیر عربی کو میں نے دیکھا اسم بے مسمی پایا کیوں کہ اس کا مصنف کلام الٰہی کی اپنی رائے سے تفسیر کرتا ہے اور اس تفسیر کا نام "تفسیر القرآن بکلام الرحمن" رکھا ہوا ہے۔ کلام الٰہی اور اس میں جرأت کرنا اُن لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ سے شرم وحیاء اور اس کے عذاب کا خوف نہ ہو۔

تقریظ نگار کا تاثر کہ یہ تفسیر اہلِ اسلام کے مخالف ومتصادم ہے

مولانا عبد السلام صاحب لکھتے ہیں:

"كنت رأيت بعض مواضع من هذا التفسير فاستحسنته فقرظت عليه لكن لما اجلت فيه النظر وعرضته تفاسير الاسلام وجدته مخالفا لها۔"

(الاربعین صفحہ ۴۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: میں نے اس تفسیر کے بعض مقامات کو دیکھ کر اسے اچھا خیال کر لیا تھا لیکن جب اسے گہرائی سے دیکھا اور اسے اہلِ اسلام کی تفسیروں پر پیش کیا تو اسے اُن کا مخالف پایا۔

مضامین سراسر قواعد اہلِ سنت کے خلاف

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ عبد العظیم صاحب لکھتے ہیں:

"مضامین ان کے سراسر قواعد اہلِ سنت والجماعت کے خلاف پائے... اہل اسلام کو ضرور ہے کہ اس تفسیر کے دیکھنے اور پڑھنے اور مولوی [ثناء اللہ امرتسری (ناقل)] صاحب کی مجلس سے پرہیز کریں ایسا نہ ہو کہ مثل مصنف مذکور عقائد اسلامیہ سے نکل جاویں۔"

(الاربعین صفحہ ۵۰،۴۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

طریقہ متقدمین سے گریز اور بوئے نیچریت ٹپکتی ہے

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد منفعت علی صاحب لکھتے ہیں:

"بندہ نے بعض بعض جگہ سے عبارات مولوی ثناء اللہ اور اس پر مطاعن کو دیکھا ہے، بے شک طرز تفسیر مولوی ثناء اللہ سے پایا جاتا ہے کہ طریقہ متقدمین سے گریز اور بوئے نیچریت ٹپکتی ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۵۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد عبد الغنی صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا مولوی منفعت علی صاحب کے جواب کی بندہ بھی تصدیق کرتا ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۵۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

محدثین کی تفسیروں کے خلاف اور ملاحدہ، زنادقہ، مبتدعہ کے موافق

"الاربعین" کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ عبد الرحمن پنجابی صاحب لکھتے ہیں:

"بلغنی بعض تفاسیر المولوی ثناء اللہ فرایتہ مخالفا لتفاسیر المحدثین و موافقا لتفسیر الملاحدۃ والزنادقۃ المبتدعۃ ... فلاریب فی انہ دخال من الدجاجلۃ."

(الاربعین صفحہ ۵۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: مولوی ثناء اللہ کی تفسیر میرے پاس پہنچی، میں نے اسے محدثین کی تفسیروں کے خلاف اور ملحدین، زندیقوں اور بدعتیوں کے موافق پایا... پس اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔

اہلِ بدعت والحاد کے موافق تفسیر

”الاربعین“ کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد صادق مدراسی صاحب لکھتے ہیں:

” فانی رأیت مواضع شتی من تفسیر القرآن بکلام الرحمن الذی فسرہ المولوی ثناء اللہ الامرتسری فوجدتہ موافقا لتفسیر اھل الاحداث والالحاد ومخالفا لتبیین اھل القرآن والحدیث۔“(الاربعین صفحہ ۵۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: میں نے مولوی ثناء اللہ کی تفسیر ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ کے بعض مقامات دیکھے، پس میں نے اسے اہلِ بدعت والحاد کے موافق اور قرآن وحدیث والوں کے بیانات کے مخالف پایا۔

تفسیر ثنائی کے غلط ہونے میں کوئی کلام نہیں

مولانا ابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں:

”تفسیر ثنائی کے غلط ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ میں اس تفسیر میں مولوی ثناء اللہ صاحب کا موافق نہیں۔ نہ طرز بیان میں، نہ استشہاد آیات میں، نہ حل مشکلات میں، نہ تاویل صفات میں۔ میں تو اس کو ایک نیا خبط سمجھتا ہوں۔“

(الاربعین صفحہ ۵۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر میں ضلالت کی باتیں

مولانا عبد الواحد بن عبد اللہ الغزنوی (مسجد چینی لاہور) لکھتے ہیں:

”مناسب ہے کہ توبہ کرکے اصلاح ما افسد کرلے یعنی جس طرح اُس نے سلف صالحین کی مخالفت کرکے تفسیر میں ضلالت کی باتیں لکھی ہیں۔ اَب ان کی اصلاح کرکے اسی طرح لوگوں میں پیش کر دیوے کہ یہ ضلالت کی باتیں جو میں نے تفسیر میں لکھی ہیں اَب میں ان سے تائب ہو کر مسلمانوں کو مطلع کرتا ہوں تاکہ کوئی شخص ان پر فریفتہ نہ ہو۔“

(الاربعین صفحہ ۵۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

یہ تفسیر مذہبی کورس میں داخل نصاب ہونے کے لائق نہیں

”الاربعین“ کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد عبد اللہ ٹونکی صاحب لکھتے ہیں:

”میری رائے میں یہ تفسیر نہ تو اہل سنت والجماعت میں قابل اعتبار ہونے کے لائق ہے اور نہ علی گڈھ کالج کے مذہبی تعلیمی کورس میں داخل ہونے کے قابل ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۵۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

جلا دینے اور نابود کر دینے کے لائق تفسیر

”الاربعین“ کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ میر احمد اللہ صاحب لکھتے ہیں:

”مولوی ثناء اللہ کی دونوں تفسیریں عربی اور اردو اور ترک اسلام اور اس کا مناظرہ اور آیات متشابہات کا دیکھنا اور پاس رکھنا سب ناجائز ہے جیسا کہ تفسیر نیچری اور مرزائی اور چکڑالوی کا دیکھنا منع ہے بلکہ جو شخص ان کتابوں کے رد پر قادر نہ ہو وہ ان کو جہاں پاوے جلا دیوے، نابود کر دیوے۔“

(الاربعین صفحہ ۵۶، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غلط تفسیر

مولوی ابو تراب محمد عبد الحق نے امر تسری صاحب کی تفسیر کے متعلق کہا:

”ہمارے نزدیک مولوی صاحب کی تفسیر غلط ہے۔

(الجسر البليغ صفحہ ۱۳۵ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

سعودیہ کے کسی دَور کے حاکم شیخ عبد العزیز نے امر تسری صاحب کے متعلق کہا:

”تب عن هذه الضلالات والتحريفات۔“

(الفيصلة الحجازية السلطانية صفحہ ۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: ان گمراہیوں اور تحریفات سے توبہ کرو۔

قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ

مولانا عبد الاحد خان پوری غیر مقلد نے امر تسری صاحب کو مخاطب کر کے لکھا:

"آپ نے کلام اللہ کو مخلوق کہہ دیا۔"

(الفيصلة الحجازية السلطانية صفحہ ۳۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر قرآن کے نام پہ فتنہ انگیزی

مولانا عبد العزیز (سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلِ حدیث ہند لاہور) لکھتے ہیں:

"مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جو حضرت امام مولانا عبد الجباز صاحب غزنوی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولوی ثناء اللہ کی تفسیر (عربی) کو جماعت اہلِ حدیث کے لیے ایک فتنہ قرار دیا اور کہا کہ مرزائی فتنہ سے یہ زیادہ فتنہ ہے۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی پر احبار و رہبان کے الفاظ چسپاں

مولانا عبد العزیز (سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلِ حدیث ہند لاہور) نے مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی کے متعلق درج ذیل شعر لکھا:

"وهل افسد الدين الا الملوك ... واحبار سوء و رهبانها۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: دین کو تو بادشاہوں علمائے سوء اور رہبان نے برباد کیا۔

امرتسری صاحب کا اپنا اعتراف

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

"میری تفسیر کے بعض مقامات جمہور اہلِ سنت کے برخلاف ہیں... مولانا کے زیر اثر احباب اس شہادت کو غور سے پڑھیں اور اگر نقل میں شک ہے، تو دفتر اہلِ حدیث میں آکر ملاحظہ کر لیں۔"

(اخبار اہلِ حدیث امرتسر ۱۸/ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ بمطابق یکم فروری ۱۹۱۸ء صفحہ ۳)

اس کا عکس حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی کتاب "تاریخ ختم نبوت" صفحہ ۲۰۸ پہ دیکھ سکتے ہیں۔

امرتسری صاحب نے رجوع نہیں کیا

مولانا عبد العزیز (سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلِ حدیث ہند لاہور) لکھتے ہیں:

"مولوی ثناء اللہ صاحب نے خط نسخ نہیں کھینچا بلکہ جس قدر اغلاط کی تعیین خود انہی کے منظور کردہ حضرات منصفین نے کی، ان کی بھی جگہ بہ جگہ تردید کرتے چلے گئے اور حضرات منصفین کی اس عبارت کا کہ: تفسیر القرآن بکلام الرحمن کے مقامات مذکورہ بلاشبہ ایسے ہیں کہ فرق ضالہ کے خیالات کو تائید پہنچاسکتے ہیں اور اہلِ سنت اہلِ حدیث کے مخالف اس سے خوش ہوں اور عند المقابلہ اس تفسیر سے تمسک کریں۔ فیصلہ آرہ صفحہ ۴۷۔نہ ان پر، نہ ان کے حواریوں پر کوئی اثر پڑا اور بدستور انہی معتزلانہ خیالات پر قائم رہے۔ اس کے بعد پھر کئی بار مولوی صاحب موصوف کو مسلک اہلِ حدیث کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی گئی مگر افسوس کوئی اثر نہ ہوا اور بدستور اپنے مقالات وخیالات پر قائم رہے اور کسی اصلاح کے لیے کوئی عملی قدم اُٹھانے کو تیار نہ ہوے۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ٦، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا عبد العزیز دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"جب اہلِ حدیث کے علماء نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے معتزلانہ عقائد اور ان کی تفسیر کے خلاف صدائے حق بلند کی تو انہوں نے بجائے قبول کرنے کے علمائے حق کے کلاف افترا پردازیاں شروع کردیں۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۳۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

دوسرے رسالہ میں لکھا:

"آپ کو مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم (استاذ مولوی ثناء اللہ صاحب) مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم اور مولانا عبد الجبار صاحب مرحوم نے برادرانہ طریق پر سمجھایا مگر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ الٹے بضد ہوئے اور معتزلانہ عقائد کی اشاعت پر مصر ہوئے۔"

(فتنہ ثنائیہ صفحہ ٦، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا شمس الحق غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اغلاط کو مکابرۃ تسلیم نہیں کیا باوجود ثابت ہونے براہین قاطعہ علی الاغلاط کے"

(الانصاف لرفع الاختلاف صفحہ ۱۶ بحوالہ فیصلہ مکہ صفحہ ۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا عبد المجید سوہدروی غیر مقلد نے بھی ''سیرت ثنائی'' میں تسلیم کیا ہے کہ علماء کے سمجھانے اور توجہ دلانے کے باوجود امرتسری صاحب نے رجوع نہیں کیا ہے۔

تفسیر میں حلولیہ واتحادیہ کے مذاہب کو جمع کر رکھا ہے

شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب (سابق قاضی الریاض دار الخلافۃ مملکت نجد) لکھتے ہیں:

''مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں حلولیہ، اتحادیہ، جہمیہ اور معتزلہ کے مذاہب کو جمع کر رکھا ہے۔''

(فیصلہ مکہ صفحہ ۱۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

صحیح احادیث اور تفاسیر صحابہ کے مخالف

شیخ حسن بن یوسف زکریا دمشقی (سابق مدرس حرم) لکھتے ہیں:

''مولوی ثناء اللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح احادیث اور تفاسیر صحابہ کے مخالف ہے اور سلف صالحین اور قرون ثلاثہ کے اجماع کے خلاف ہے۔''

(فیصلہ مکہ صفحہ ۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

سلف صالحین اور ائمہ خلف کے خلاف

شیخ سلیمان بن محمد بن جمہور نجدی لکھتے ہیں:

''میں نے مولوی ثناء اللہ کی تفسیر ''تفسیر القرآن بکلام الرحمن'' دیکھی۔ میں نے اس کو سلف صالحین اور ائمہ خلف کے مسلک کے خلاف پایا۔''

(فیصلہ مکہ صفحہ ۲۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

محدثین کے مسلک کو جواب

مولانا عبد العزیز (سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلِ حدیث ہند لاہور) لکھتے ہیں:

''مولوی ثناء اللہ صاحب نے انہی متکلمین کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے تفسیر اور دوسری تصنیفات میں محدثین کرام کے مسلک کو جواب دیا۔''

(فیصلہ مکہ صفحہ ۲۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

دوسرے رسالہ میں لکھا:

"محدثین کے مسلک کو چھوڑ کر معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کا مسلک اختیار کیا۔"

(فتنہ ثنائیہ صفحہ ٦، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اسی رسالہ "فتنہ ثنائیہ" میں دوسرے مقام پر لکھا:

"ہمارے اختلاف و بحث کا محور صرف مولوی ثناء اللہ صاحب کے وہ عقائد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات انبیاء کرام کے معجزات اور دوسری آیات قرآنیہ ہیں محدثین کرام کے مسلک کے خلاف کیا گیا ہے اور معتزلہ، جہمیہ، متکلمین وغیرہ کی خوشہ چینی کی گئی ہے۔"

(فتنہ ثنائیہ صفحہ ۳۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

متقدمین اور متاخرین کی موافقت سے بے پرواہی

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے لکھا:

"قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ بہشت دو قسم پر ہے۔"

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"متقدمین سے کسی نے نہیں لکھا کہ دو جنت اور دو دوزخ ہیں۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۲۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اس کے جواب میں امرتسری نے لکھا:

"بس یہ میرا عقیدہ ہے چاہے کوئی متقدمین و متاخرین میں سے اس کا قائل ہوا ہو یا نہیں۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۲۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

قرآن وحدیث سے اپنے استنباط کو قطعی سمجھنا استکبار ہے

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"آج میں آپ کے سامنے کھلے لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے دل سے یہ بات نکال دیں کہ قرآن وحدیث کے وہی معنی صحیح ہیں جو آپ کہتے ہیں یہ قطعاً استکبار ہے کہ دوسرے کو اپنے فہم کا تابع کیا جائے۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۳۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

قرآن میں سود دینے کی ممانعت نہیں

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”سنئے اور کان کھول کر سنئے! آپ نے قرآن مجید سے کوئی آیت اس مضمون کی پیش نہیں کی اور نہ ہی کر سکتے ہیں کہ سود دینا بھی حرام ہے۔“

(مظالم روپڑی صفحہ ۳۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حدیثوں کو قرآن کے خلاف ٹھہرانے کی کاوش

امر تسری صاحب نے فتوی دیا کہ زکوٰۃ کافر کو دے سکتے ہیں۔ جب انہیں بتایا گیا کہ یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے تو اس کے جواب میں یوں کہا:

”میرے مخالفین حدیثوں کو جس پیرائے میں پیش کرتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے فرقہ منکرین حدیث کو قوت ملے گی۔ اعتبار نہ ہو تو ان کی وکالت میں مجھ سے کچھ سنئے اور جواب کے لیے تیار ہو جایئے۔ آپ کی پیش کردہ حدیث نصوصِ قرآنیہ کے خلاف ہے۔“

(مظالم روپڑی صفحہ ۳۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

قرآن سے کافر کو زکوۃ دینے کا جواز کشید کرنا

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد کا فتوی ہے کہ کافر کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اُن کے فتوی پر تعاقب ہوا کہ یہ فتوی حدیثوں کے خلاف ہے تو انہوں نے کہا کہ کافر کو زکوۃ دینا قرآن سے ثابت ہے۔ پھر بزعم خود یوں دلائل دیئے:

”ماں باپ کافر ہیں، مشرک ہیں، بدعتی اور قبر پرست ہیں۔ ان سب کے حق میں ارشاد ہے: صاحبھا فی الدنیا معروفا (دنیا میں والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو) اصناف مذکورہ غریب ہیں، بوڑھے ہیں خود کمائی نہیں کر سکتے۔ کوئی شخص حافظ عبد اللہ جیسے متقی کا مرید ہے۔ ماں باپ کھانا مانگتے ہیں تو وہ جواب میں کہتا ہے لا یاکل طعامک الا تقی (حافظ صاحب کا فتوی ہے کہ متقی کے سوا کسی کو کھانا کھلانا جائز نہیں) آخر ماں باپ کے اصرار پر بیٹا بحکم حافظ صاحب ان کو کہتا ہے کہ امر تسر میں سکھوں کا ایک لنگر ہے جسے بابائل صاحب کہتے ہیں وہاں جا کر کھانا کھا لیا کرو۔ (۲) حافظ صاحب کے بہن بھائی اور دوسرے قریبی رشتے دار بدعتی

اور نادار ہیں وہ حافظ صاحب سے استمداد کرتے ہیں اور سنے سنائے یہ آیت: آت ذاالقربی حقہ بھی پیش کرتے ہیں مگر حافظ صاحب جواب میں کہتے ہیں کہ تمہیں روٹی دینا جائز نہیں۔(لا یاکل طعامک الا تقی)(۳) کسی آپ جیسے متقی نے کسی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کر لیا اور عورت نان و نفقہ مانگتی ہے تو جواب میں یہ شخص مذکور کہتا ہے کہ تم کافرہ ہو تمہارا نان و نفقہ میرے ذمہ نہیں کیوں کہ حدیث میں آیا ہے لا یاکل طعامک الا تقی۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۳۶،۳۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

قرآن سے من مانا مسئلہ کشید کرنا

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد نے انما الصدقات للفقراء الخ آیت پیش کر کے لکھا:

"اس نصِ قرآنی میں ان مستحقین کے ساتھ ایمان کا لفظ نہیں ہے، اس لیے میں بھی اپنی طرف سے ایمان کی قید نہیں لگاتا۔ حدیث نبوی توخذ من اغنیاء هم و ترد الی فقراء هم (زکوۃ مال دار مسلمانوں سے لی جائے گی اور نادار مسلمانوں کو دی جائے گی) میرے خلاف نہیں، کیوں وہ اس نص مطلق کی قید نہیں ہے بلکہ وہ اس عموم کی اس صفت ہے۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۳۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

زیادہ ہی خطرناک تفسیر

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد کی تفسیر کے متعلق کہا:

"مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر سے بھی زیادہ ہی خطرناک اور خلاف سنت ہے۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۳۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

تبیانا لکل شیء وغیرہ آیات سے غلط مطلب کشید کرنا

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"علاوہ ازیں اہلِ قیاس سے پوچھتے ہیں کہ تم قیاس کس صورت میں کرتے ہو۔ اگر کہیں اس صورت میں کہ جب قرآن وحدیث میں کوئی دلیل اس کے متعلق مذکور نہ ہو تو پھر یہ بات باطل اور لغو رکہی جائے گی کیوں کہ سورۃ مائدہ والی آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چھوٹی

بڑی چیز کو ہمارے لیے واضح کر دیا ہے: ﴿وکل صغیر و کبیر مستطر﴾ (القمر: ۵۳)''''
اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔'' ﴿مافرطنا فی الکتاب من شیء ﴾ (الانعام: ۳۸) ''ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔'' ﴿تبیانا لکل شیء ﴾ (النحل: ۸۹) ''ہر شیء کا شافی بیان ہے۔'' پیر صاحب کو ہمارا چیلنج ہے کہ وہ کوئی بھی مسئلہ ایسا پیش کرے جو قرآن مجید میں نہ ہو فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا۔ پھر بتائیں قیاس کی کیا ضرورت ہے۔''

(مقالاتِ راشدیہ: ۲/ ۲۸۶)

راشدی صاحب کا ان آیات سے قیاس کو غیر ضروری اور غیر ثابت باور کرانا کئی وجوہ سے غلط ہے۔

۱۔ اسلاف نے ان آیتوں سے قیاسِ شرعی کی مذمت مراد نہیں لی بلکہ وہ تو قیاس کو شرعی دلیل مانتے ہیں۔

۲۔ قیاس کا ثبوت حدیثوں سے ملتا ہے اس لئے راشدی صاحب کا حدیثوں کے خلاف معنیٰ کشید کرنا غلط ہے۔

۳۔ منکرین حدیث ان جیسی آیات سے دلیل لیتے ہیں کہ جب سب کچھ قرآن میں ہے تو حدیثوں کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ راشدی صاحب نے ان آیتوں کو مدار بنا کر کہا جب سب کچھ قرآن میں ہے تو قیاس کی کیا حاجت رہی؟

۴۔ راشدی صاحب کی طرف سے قیاس کے انکار کی بنیاد اس نکتہ پر ہے کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا ثبوت قرآن میں نہ ہو۔ جب کہ معتمد غیر مقلدین نے لکھا ہوا ہے کہ بہت سے مسائل غیر منصوص ہیں بلکہ بعضوں تو یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ غیر منصوص مسائل کی تعداد منصوص سے زیادہ ہے۔

پیسوں کی خاطر آیت کی غلط تفسیر

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''پھر ایک مجلس جس میں حافظ محمد شریف صاحب اور مولوی عبد اللہ صاحب ثانی اور مولوی ابراہیم صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب روپڑی و دیگر ذی علم موجود تھے۔ دوستوں نے مجھ سے بیان فرمایا کہ مولوی احمد الدین صاحب روزہ سے تھے کہ ایک صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ اس وقت روزہ افطار کر دیں تو میں آپ کو ایک بکری دُوں گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ لاؤ

اس کی قیمت ادا کرو، میں ابھی روزہ افطار کرتا ہوں چنانچہ انہوں نے رقم ادا کر دی تو آپ نے فرمایا کہ میں شام کو روزہ افطار کروں گا۔ اَب افطار کرنے کا یہی مطلب ہے۔ کیوں کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ فالآن باشروھن (بقرہ) اَب مباشرت کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ شام کو مباشرت کرو۔ اسی طرح پر شام کو روزہ افطار کروں گا۔ تو اس پر اَب کا لفظ صادق آجائے گا، لہٰذا رقم میرے لئے درست ہے۔ میں نے کہا کہ آیت کریمہ میں مباشرت اور ابتغاء اور اکل اور شرب چار چیزوں کا ذِکر ہے جن کی ابتداء لیل سے فجر تک بتائی گئی ہے پھر فجر سے لیل تک روزہ ہے۔ دریں صورت الآن سے رات ٹھہری لہٰذا قیمت واپس کر دی جائے۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۴۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

تخت بلقیس کے حاضر کئے جانے کا انکار

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"شیخ ابن عربی نے بھی فصوص الحکم ص ۲۰۴ میں عرش بلقیس کی بابت تقریباً وہی تحریر فرمایا ہے جو کہ میں نے شائع کیا ہوا ہے۔ فصوص کا ترجمہ جو ۱۳۲۱ھ شائع ہوا ہے۔ اس میں یوں مرقوم ہے کہ عرش نے نہ مسافت طے کی اور نہ زمین کے طناب کھچے گئے اور نہ آصف نے ان کو زمین پھاڑ کر دکھلایا۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۲۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

نمل سے مراد انسان ہیں، چیونٹیاں نہیں!!

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اصل بات یہ ہے کہ وہ [نملة (ناقل)] ایک ملکہ تھی جس نے سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی مطیعہ ہو کر اپنی قوم کو تباہی سے بچالیا تھا جس کی تفصیل میں نے البیان المختار فیما ورد من انبیاء الرسل الاخیار میں شائع کر دی ہوئی ہے۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۲۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

اثری صاحب لکھتے ہیں:

”آیت کریمہ میں انسانوں کی ایک قوم ہی مراد ہے، چیونٹیاں نہیں۔“

(حاشیہ: العطر البلیغ صفحہ ۹۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

ہدہد پرندہ کو انسان بنانے کی کاروائی

قرآن کریم سورۃ نمل میں ایک پرندہ ہدہد کا تذکرہ ہے جس سے بطور معجزہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے گفتگو بھی کی ۔ حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد اسے پرندہ ماننے سے انکاری ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ اگر اسے اپنی حقیقت کے مطابق پرندہ مانیں تو سیدنا سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ پرندے کی بولی سمجھنا اور پرندے کا ملکہ بلقیس کے حالات بیان کرنا معجزہ ہی تو ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں:

”مولوی عطاء اللہ صاحب کے طلباء نے دریافت کیا کہ ہدہد کی بابت البیان المختار میں بیان کیا ہے کہ وہ ایک انسان تھا۔ یہ تفسیر سلف کے خلاف ہے۔“(العطر البلیغ صفحہ ۱۹ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

تنبیہ: ”البیان المختار“ عنایت اللہ اثری کا رسالہ ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں:

> ”پھر ہُدہُد کی بابت دوستوں کے دریافت کرنے پر اصل حقیقت ظاہر کی گئی کہ اس کی تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہوا باز بہت بڑا جید عالم تھا جسے سب نے ازالۃ الشکوک کے بعد پسند اور تسلیم کیا۔“

(العطر البلیغ صفحہ ۷۵، ۷۶ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

ہدہد کو پرندہ کی بجائے جید عالم کو تسلیم کرنے والے کون تھے مدعیان اہلِ حدیث یا کوئی اور لوگ؟

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت کبھی نہ تھی!!

قرآن میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ”واحلل عقدۃ من لسانی ،میری زبان کی گرہ کھول دے۔“ (سورۃ طہٰ) اہل سنت مفسرین نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے کہ سیدنا موسی علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی، اس کے زائل کرنے کے لئے انہوں نے یہ دعا کی تھی مگر حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد اس کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

> ”لکنت (گرہ) کا خیال غلط ہے اور گرہ پڑنے کا واقعہ جھوٹ ہے جیسے کہ میں البیان المختار

میں شائع کر چکا ہوں۔ اسے احباب نے پسند فرمایا۔ ورنہ انتخاب الٰہی میں نقص لازم آتا ہے کہ اسے تبلیغ کے لیے کیوں تجویز کیا جو کہ بیان بھی نہیں کر سکتا۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۸۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

اثری صاحب مزید لکھتے ہیں:

"میں نے قال رب اشرح لی صدری سے بصیرا (طٰہٰ) تک آیاتِ کریمہ کا درس دیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں لکنت کا صاف صاف انکار کیا جیسے کہ میں البیان المختار میں بیان کر دیا ہوا ہے۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۱۰۵ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

آیت سے اجماع کی حجیت کی بجائے دوسرا من پسند مطلب لیا

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"نومبر ۶۱ء کو سیالکوٹ میں جماعت اہلِ حدیث کا جلسہ تھا جس میں حافظ محمد شریف صاحب کی دعوت پر حاضر ہو کر ۱۸ کو ظہر سے عصر تک اہلِ صحاح ستہ و دیگر محدثین کی کی خدمات کا مفصل بیان کیا اور آیت کریمہ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له لهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین المومنین (نساء) کو عنوان ٹھہرایا۔ ذی علموں کو خیال ہوا کہ اتباع سلف بیان کرے گا مگر میں نے کہا کہ سبیل المومنین سے مراد طریق المومنین ہے کہ سبیل اور طریق دونوں ہم معنی ہیں جیسے کہ ولایھدیھم سبیلا (نساء) ولا یھدیھم طریقا (نساء) فرما دیا ہے۔ اور محدثین کے نزدیک طریق رجال سند اور رواۃ حدیث کا نام ہے تو دریں صورت آیت کریمہ کا یہ معنی ہوا کہ جن لوگوں (صحابہ) نے آپ سے براہ راست الھدی (حدیث) سنی ہے ان کے لیے تو وہ واضح ہے اور جن لوگوں (تابعین، تبع تابعین اور محدثین) نے اسے وسائط کے ساتھ سنا ہے تو ان کے لئے ذرائع کے ساتھ واضح ہے۔ پھر اس کے بعد اس مضمون کو اور خدمات کو پوری طرح سے بیان کیا اور ان کے فضائل کو جو حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں، بیان کیا۔" (العطر البلیغ صفحہ ۱۱۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

ساق کا معنی پنڈلی کی بجائے بنیاد کرنا

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”۱۴ر فروری ۶۲ء کو روزانہ درس قرآن مجید کے سلسلہ میں سورہ نمل میں کشفت عن ساقیھا الایۃ (نمل) بیان ہوا کہ ھا ضمیر کا قریہ مرجع ہے اور ساق بمعنٰی بنیاد ہے جو کہ کبھی پختہ اور کبھی کمزور ہوتی ہے اور یہاں تثنیہ ہے جس سے ایک ساق اندر کی اور دوسری ساق باہر کی مراد ہے اور دونوں کمزور ہیں۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمارا ملک تو آئینہ (شیشہ) کی طرح اندر اور باہر سے صاف اور ستھرا ہے اور اسی لیے ہی آپ کو یہاں بلایا گیا ہے کہ خود مشاہدہ کرو اور اپنے ملک کو اسی نہج پر درست کرو... البیان المختار میں اسے واضح کر دیا ہوا ہے کہ اس نے اپنے ملک سبا کی اندرونی اور بیرونی کمزوریوں کا بیان کیا کہ اندرون ملک بغاوت ہے کہ پولیس کا انتظام ہماری طرف سے ٹھیک نہیں اور عدلیہ کا انتظام ٹھیک نہیں اور کہ یہ ٹھیک نہیں، وہ ٹھیک نہیں اور بیرون ملک سفارت ٹھیک نہیں۔ فوج ٹھیک نہیں اور سرحدات محفوظ نہیں۔ ہر طرح سے اضطراب اور اضطرار ہے، کوئی اطمینان نہیں۔“ (العطر البلیغ صفحہ ۱۳۸،۱۳۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

جھولے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کرنے کا انکار

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

” تکلم فی المھد کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ ایسے شبہات کے موقع پر اپنی شکل وصورت سے بول کر اپنے باپ کا پتہ بتا دے۔ (۱) خواہ جائز ہے یا کہ (۲) ناجائز، باپ تو بہر حال ضرور ہے، مگر نبوت ہمیشہ نمبر ۱ میں رہی ہے اور نمبر ۲ سے وہ ہمیشہ بہر حال پاک ہے۔“

(عیون زمزم فی میلاد عیسی بن مریم صفحہ ۲۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

اثری دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”تکلم فی المھد کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ جو جو بچہ اپنی اپنی ماں کی گود میں منذور ہے اسے جوان ہو کر شرعاً نکاح کی اجازت ہے، اس کے خلاف رواج کو سب سے پہلے میری والدہ ماجدہ نے عملاً توڑا ہے اور اَب میں اسے اپنے لیکچروں کے ذریعہ توڑ رہا ہوں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ قالین، کرسی، منبر وغیرہ پر بیٹھ یا کھڑے ہو کر تقریر کیا کرے گا۔ مھد

کالفظ قرآن مجید میں دوزخیوں اور جنتیوں دونوں کے لیے آیا ہے۔"

(عیون زمزم فی میلاد عیسی بن مریم صفحہ ۱۲۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

"فاشارت الیه" کا غلط مطلب بیان کرنا

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مشار الیہ اس کے زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں کہ انہوں نے ہی نکاح کرایا ہے ان سے ہی بات چیت کریں وہ اچھا جواب دیں گے۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے ہرگز مشار الیہ نہیں اور نہ ان سے کچھ دریافت کیا گیا اور نہ انہوں نے کچھ جواب دیا ہے، اگر ایسا ہوتا تو الفاظ یوں ہوتے کہ کیف یکلمنا وھو فی المھد صبی کہ وہ گود میں بچہ ہے ہمارے اعتراض کا کیسے جواب دے سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ بووقت ولادت تمام انسانوں کے بچے بے علم اور نادان پیدا ہوتے ہیں اور با معنیٰ باتوں کے لیے علم کی ضرورت ہے جو بچوں میں نہیں تو پھر ان سے بات کی توقع کیسے اور پھر وہ قانوناً ذمہ دار اور جواب دہ بھی نہیں۔ اچھا عام خیال مطابق بچہ نے جو بول کر بیان دیا ہے، اس میں ماں کی صفائی کا کوئی بیان نہیں۔"

(عیون زمزم فی میلاد عیسی بن مریم صفحہ ۱۲۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

چوری اور پھر سینہ زوری

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ایسے فرضی معجزوں کو پیش نظر رکھ کر ہی آج تک قرآن مجید کی اس طرح کی تفسیر ہوتی رہی ہے۔ علماء کرام کی خدمت میں ہی اسے پیش کیا جائے اگر وہ اسے قبول فرما کر معجزات میں شامل فرمالیں تو اُن کے مسلک کے مطابق ان کو مبارک ہو، میرے نزدیک تو یہ پسندیدہ نہیں۔"

(عیون زمزم فی میلاد عیسی بن مریم صفحہ ۱۲۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

اھل سے شوہر مراد لیا

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا اہل سے مراد مریمؑ کا شوہر ہے کہ وہ اس کے یہاں سے کبیدہ خاطر ہو کر اپنے میکے چلی گئی کہ اپنے سسرال کے یہاں پھر کبھی واپس نہ ہو گی جیسے کہ فاتخذت من دونھم حجابا سے صاف طور پر عیاں ہے اور اس بگاڑ کی وجہ بھی ہے کہ عدم مس کی شکایت ہے اور خانہ آبادی سے مایوسی ہے اور جن مقاصد کے پیشِ نظر نکاح ہوا تھا میں بمثل سابق روک ہے۔“

(عیون زمزم فی میلاد عیسی بن مریم صفحہ ۱۳۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سیدہ مریم کا کوئی شوہر تھا ہی نہیں۔ یہاں ”اہل“ سے مراد اُن کے گھر والے ہیں۔

”مکانا شرقیا“ میں مکان کی تفسیر جگہ کی بجائے حالت سے کرنا

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مکانا شرقیا میں مکان بمعنی حالت ہے جیسے کہ اسم شر مکانا (یوسف) من ھو شر مکانا (مریم) میں استعمال ہوا ہے اور شرق بمعنی قطع و شقاق ہے جیسے کہ لغت میں شائع ذائع ہے اور یہ کہ حیث طلعت و اتت منکوحۃ اور مطلب یہ ہے کہ وہ کبیدہ خاطر اور ناراض ہو کر اپنے میکے گھر چلی گئی۔“

(عیون زمزم فی میلاد عیسی بن مریم صفحہ ۱۳۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

”بشرا سویا“ کی تفسیر میں مریم کے لیے خود ساختہ شوہر تجویز

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”فتمثل لھا بشرا سویا کی بابت عام طور پر یہی شائع ذائع ہے کہ وہ فرشتہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ خوب صورت جوان مرد کی شکل بن کر آیا تھا مگر تفسیر کبیر اور تفسیر ابو سعود میں ایک قول یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد اس کا شوہر یوسف نجار ہے جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں۔“

(عیون زمزم فی میلاد عیسی بن مریم صفحہ ۱۳۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

فائدہ: بعض لوگ فتمثل لھا بشرا سے غلط استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح جبریل نور ہو کر انسانی شکل میں آئے ، ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور تھے مگر انسانی لبادہ میں تشریف لائے۔ عرض ہے کہ یہاں تمثل باب تفعل ہے اور اس باب کا خاصہ تکلف ہے یعنی جبریل نے بہ تکلف انسانی لبادہ اختیار کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمثل ر بہ تکلف انسان بن کر آنے کی تصریح نہیں۔

امرتسری اور اثری دونوں کی تفسیر غلط ہے

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"نومبر ۴۴ء جمعیت اہلِ حدیث امرتسر کا گول باغ میں جلسہ ہوا جس میں مولوی عبد اللہ صاحب ثانی کی دعوت پر میں بھی شامل ہوا... بعد نماز ظہر توحید پر میری تقریر ہوئی۔ میرے بعد مولانا ابو القاسم صاحب بنارسی کھڑے ہوئے اور اثنائے تقریر فرمایا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر القرآن بکلام الرحمن کی نسبت حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی کی تفسیر آیات اللسائلین زیادہ غلط ہے مگر افسوس کہ علمائے کرام مولوی صاحب کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور حافظ صاحب کو کچھ نہیں کہا جاتا۔ یہ رقابت نہیں تو اور کیا ہے۔"

(الجسر البلیغ صفحہ ۱۳۵ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

عنایت اللہ اثری کی تفسیر پہ منکرین حدیث کی طرف سے داد

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"چکڑالوی ماہانہ "بلاغ القرآن لاہور" میں عصمت کو بنام ناموس رسالت شروع کیا ہوا اور جون ۱۹۶۱ء کے پرچہ میں میرے رسالہ کا اقتباس بھی لیا ہے۔ نیز فرمایا کہ: "دَورِ حاضر میں حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی ثم الگجراتی کا جذبہ قابل ستائش ہے۔ آپ نے عبوست نبوی کے روایتی نظریے کی مخالفت میں تفسیر العنبس عن تفسیر العبس کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں تیوڑی چڑھانا اور منہ موڑنا کسی کافر کا فعل بتایا ہے اور آں حضرت کو اس سے بری ثابت کیا ہے۔" اول تو ایڈیٹر صاحب نے زبان عربی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے میری کتاب کا نام غلط لکھ دیا ہے وہ تسفیر اور تفسیر میں امتیاز نہیں کر سکے

پھر انہوں نے عبس پر الف لام ڈال دیا ہے جو عربی سے بے خبری ہے اور اسی طرح گجراتی پر الف لام ڈال کر اسے خراب کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے صرف آنحضرت پر اکتفا کیا ہے۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۱۰۰۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

عنایت اللہ اثری کی تفسیر پہ مرزائیوں کی خوشی

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"چودھری محمد حسین چیمہ وکیل گجرات نے اپنے یہاں کے پرچہ احمدی ماہ نامہ 'روح الاسلام، لاہور بابت ماہ اکتوبر ۶۳ء میں اپنے مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اور ان کی تفسیر کا ذِکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: "ہم آج بڑی خوشی سے اعلان کرتے ہیں کہ مولانا مرحوم کے رشحات قلم سے متاثر ہو کر ضلع گجرات کے سب سے بڑے عالم اور فقیہ اور محدث نے جو کہ پاکستان بھر کے چیدہ فاضلوں میں سے ایک مستند عالم ہیں اور جماعت اہلِ حدیث کے امیر اور مسجد اہلِ حدیث کے امیر اور مسجد اہلِ حدیث گجرات کے خطیب ہیں جن کا اسم گرامی حافظ عنایت اللہ صاحب اثری وزیر آبادی ہے حال ہی میں انہوں نے ایک مفصل اور مبسوط کتاب جو ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے شائع کی ہے اس کتاب میں قرآن شریف کی متعدد آیات اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ نہیں تھے۔ یہ بڑی دل چسپ اور پُر معارف کتاب ہے۔ اَب دیکھیں کہ حافظ عنایت اللہ صاحب کی اس کتاب کے متعلق کوثر نیازی صاحب کا کیا رد عمل ہوتا ہے۔ ہم قارئین کو لطف اندوز کرنے کے لیے اس اس کتاب میں سے چند پیرے نقل کرتے ہیں۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۲۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد آگے لکھتے ہیں:

"پھر موصوف نے اس کے ص ۸ سے ص ۱۳ تک عبارت نقل فرما کر فرمایا کہ: "شکر ہے ہمارے علماء میں سے اس عالم کو جرأت ہوئی کہ عیسائیت کے بڑھتے ہوئے فتنہ کے پیش نظر

انہوں نے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت کا جائزہ لیا اور انہیں عام انسانوں کے زمرہ میں لا کھڑا کیا۔ ہم حافظ عنایت اللہ صاحب سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ جہاں انہوں نے جرأت سے کام لے کر حضرت مسیح کا باپ ثابت کیا ہے وہاں وہ یہ بھی قرآن و حدیث ہی سے ثابت کر دیں گے کہ مسیح علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۷۰۰ سو برس قبل دنیوی زندگی کو خیر باد کہہ کر اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے اور جنت الفردوس میں داخل ہو گئے۔ اگر ان کے دل میں یہ خوف ہو کہ لوگ انہیں احمدیوں کا ہم نوا کہہ دیں گے اور ان پر احمدی ہونے کا اتہام لگا دیں گے تو وہ وفات مسیح کے مضمون لکھنے کے بعد یہ اعلان درج کر سکتے ہیں کہ میں احمدی نہیں ہوں، اہلِ حدیث ہوں۔ صرف احمدیت کی تلقین کردہ صداقتوں کو تسلیم کرتا ہوں۔''

(العطر البلیغ صفحہ ۱۸۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

مرزائیوں کی طرف سے عنایت اللہ اثری کو مبارک باد

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''۲۹ر ستمبر ۶۳ء کا ایک ملفوف موصول ہوا جو کہ حکیم اللہ دتہ صاحب لاہوری مرزائی کی طرف سے میرے نام وزیر آباد سے آیا کہ: ''اتفاقاً میرے دوست نے آپ سے عیون زمزم منگوائی اور سب شروع سے لے کر آخر تک پڑھی۔ میں آپ کی تحقیق اور محنت و کاوش، فکر و جدت، خیال، طرز استدلال کی داد دیئے بغیر نہیں رَہ سکتا اور اس امر پر آپ کو مستحق مبارک باد سمجھتا ہوں۔''

(العطر البلیغ صفحہ ۱۷۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

قرآنی معارف کے عنوان سے کوک شاستر کی اشاعت

غیر مقلدین میں ''امام العصر'' کا خطاب پانے والے بزرگوں میں ایک نام ''مولانا عبد اللہ روپڑی'' کا ہے۔ انہوں نے قرآنی آیت کی تفسیر لکھی، اس تفسیر کا تعارف مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد کی زبانی ملاحظہ ہو۔ امر تسری صاحب لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی کے دل میں معارف قرآن لکھنے کا شوق پیدا ہوا

تو آپ نے سب سے پہلے آیت اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کو منتخب کیا اور یکم مئی ۱۹۳۲ء کے پرچہ میں معارف القرآن کا عنوان دے کر یہ آیت لکھی ہے اور اس سے بڑے بڑے معارف مستنبط کیے ہیں جن کی بابت یہ کہنا بالکل بجا ہے لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ (نہ تو آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کانوں نے سُنا) ہم پبلک سے حافظ صاحب کے معارف کی قدر کرانے کو انہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ ”رحم کی شکل قریباً صراحی کی ہے رحم کی گردن عموماً چھ انگل سے گیارہ انگل اسی عورت کی ہوتی ہے ہم بستری کے وقت قضیب (آلہ مرد) گردن رحم میں داخل ہوتی ہے اگر گردن رحم اور قضیب لمبائی میں برابر ہوں تو منی وسط (گہرائی) رحم میں پہنچ جاتی ہے ورنہ ورے رہتی ہے اور بعض دفعہ مرد کی منی زیادہ دفق (زور) کے ساتھ نکلے تو یہ بھی ایک ذریعہ وسط میں پہنچنے کا ہے مگر یہ طاقت اور قوت مردمی پر موقوف ہے“ (تنظیم یکم مئی ۳۲ء صفحہ ۶ کالم : ۱) رحم مثانہ (پیشاب کی تھیلی اور رودہ مستقیم (پائخانہ نکلنے کی انتڑی) کے درمیان پٹھے کی طرح سفید رنگ کا گردن والا ایک عضو ہے جس کی شکل قریب قریب الٹی صراحی کے بتلایا کرتے ہیں مگر پورا نقشہ [نقشہ بنا دیتے تو شاید مفید ہوتا۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری)] اس کا قدرت نے خود مرد کے اندر رکھا ہے مرد اپنی آلت (ذکر) کو اُٹھا کر پیڑو کے ساتھ لگائے تو آلت مع خصیتین رحم کا پورا نقشہ ہے۔ آلت بمنزلہ گردن رحم کے ہے اور خصیتین بمنزلہ پچھلا حصہ کے ہیں۔ پچھلا حصہ رحم کا ناف کے قریب سے شروع ہوتا ہے اور گردن رحم کی، عورت کی شرم گاہ میں واقع ہوتی ہے جیسے ایک آستین دوسری آستین میں ہو۔ گردن رحم پر زائد گوشت لگا ہوتا ہے اس کو رحم کا منہ کہتے ہیں اور یہ منہ ہمیشہ بند رہتا ہے ہم بستری کے وقت آلت کے اندر جانے سے کھلتا ہے یا جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ قدرت نے رحم کے منہ میں خصوصیت کے ساتھ لذت کا احساس رکھا ہے اگر آلت اس کو چھُولے تو مرد عورت دونوں محظوظ ہوتے ہیں خاص کر جب آلت اور گردن رحم کی لمبائی میں یکساں ہوں تو یہ مرد عورت کے کمال محبت اور زیادتی لذت اور حمل کا ذریعہ ہے رحم منی کا شائق ہے اسی لیے ہم بستری کے وقت رحم کا جسم گردن کی طرف مائل ہو جاتا ہے گردن رحم کی عموماً چھ انگشت اسی عورت کی ہوتی ہے اور زیادہ

سے زیادہ گیارہ انگشت ہوتی ہے۔ منہ رحم کا عورت کی شرم گاہ میں پیشاب کے سوراخ سے ایک انگلی سے کچھ کم پیچھے ہوتا ہے [حافظ صاحب نے بڑی محنت سے پیائش کی ہے۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری)] اور گردن رحم کی کسی عورت میں دائیں جانب اور کسی میں بائیں جانب مائل ہوتی ہے رحم کے باہر کی طرف اگرچہ ایسی نرم نہیں ہوتی لیکن باطن اس کا نہایت نرم شکن دار ہوتا ہے تاکہ آلہ کے دخول کے وقت دونوں محظوظ ہوں نیز ربڑ کی طرح کھینچنے سے کچھ جاتا ہے تاکہ جتنا آلہ داخل ہوا اتنا بڑھتا جائے کنواری عورتوں میں رحم کے منہ کچھ رگیں سی تنی ہوتی ہیں جو پہلی صحبت سے پھٹ جاتی ہیں اس کو ازالہ بکارت کہتے ہیں۔"

(مظالمِ روپڑی صفحہ ۵۴ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ان معارف پر مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"ان معارف کو ملاحظہ کرکے امور ذیل کی بابت اطلاع دیں کہ (۱) کیا یہ معارفِ قرآن ہیں یا کوک شاستر؟" (۲) یہ معارف آیت موصوفہ سے مستنبط ہوسکتے ہیں؟ (۳) سلف صالحین میں سے کسی چھوٹے بڑے مفسر نے ان معارف کو مستنبط کیا ہے؟ (۴) کیا علمائے کرام اجازت دیں گے کہ ان معارف کو ایک چھوٹے سے رسالے کی صورت میں لکھوا کر لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس میں داخل تعلیم کیا جائے؟ (۵) کیا حافظ عبد اللہ صاحب موجد معارف پسند کریں گے کہ خاص ان کے موضع کیمر پور کے مدرسہ بنات میں اس رسالہ (معارف قرآن یا کوک شاستر) کو داخلِ نصاب کیا جائے۔ اگر ناپسند کریں تو کیا یہ معارف صرف مردوں کے لیے ہیں۔ عورتوں کا ان معارفِ قرآنیہ میں حصہ کیوں نہیں؟ شرم! سچ ہے۔

حافظا! مے خور در ندی کن وخوش باش و لے

دام تزویر مکن چوں دگراں قراں را۔"

(مظالمِ روپڑی صفحہ ۵۵ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

سلفیت کے شیدا "مفسر" قرآن میں من مانی کے مرتکب

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"کچھ ایسی ہی کیفیت ہمارے زمانے کے بعض مفسرین کی ہے۔ دیکھئے مصر کے علامہ محمد عبدہ اور ان کے شاگرد علامہ رشید رضا کہ مصر میں اُن کی اصلاحی اور سیاسی مساعی بڑی قابل قدر ہیں اور آخر الذکر تو سلفیت کے بھی شیدا معلوم ہوتے ہیں لیکن فلسفہ جدیدہ اور اس کے شاگردوں (مستشرقین وغیرہم) سے شدید طور پر متاثر ہیں اور افسوس کہ اُن کی تفسیر "المنار" کافی حد تک مفید ہونے کے باوجود صحابہ و تابعین وائمہ سلف کے مسلک سے ناآشناؤں کے لئے مضر بھی ہے۔ مسئلہ حیاتِ مسیح، احادیثِ دجال پر تنقید، سود کی بحث، طیراً ابابیل کی تفسیر وغیرہ ان امور میں فلسفہٴ حاضرہ سے شعوری یا غیر شعوری تاثر کی وجہ سے ان کے قلم سے حق کے خلاف سرزد ہو گیا ہے۔ عفا اللہ عنا وعنہم اور یہ بات واقعہ کے سراسر خلاف ہے کہ تفسیر منار امام ابن جریر اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے طرزِ تفسیر پر ہے۔"

(حاشیہ اصول تفسیر امام ابن تیمیہ صفحہ ۲۲)

تفسیر کے خوش کن عنوان سے ملحدین کے لیے دروازہ کھولنا

بھوجیانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"اسی قسم کے خدشہ کا اظہار مصر ہی کے ایک اہلِ حدیث عالم علامہ محمد منیر دمشقیؒ نے بھی فرمایا ہے جو علامہ محمد عبدہ کے مدرسۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں (استاد، شاگرد) کے مداح بھی ہیں۔ تفسیر مذکور کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: فتح لغيره بابا واسعا من ملحدى زماننا فى ذلک وهذا السنن الغير المشروعة۔ (انموذج من الاعمال الخیریۃ ص ۳۰۲) ہمارے زمانے کے ملحدین کے لیے اس تفسیر نے (تاویل و تحریف کا) دروازہ کھول دیا ہے اور یہ نامناسب طریقہ ہے۔ پھر اس کی چند مثالیں ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ یہاں استقصاء مقصود نہیں اس کے لیے کئی جلدوں کی ضرورت ہے۔ بلکہ مقصد اُن چند باتوں کی نشان دہی ہے جو کئی سال سے غلط ہونے کی وجہ سے کھٹک رہے تھے، باوجود یہ کہ لوگ اس پر گرے پڑتے ہیں اور غلط صحیح میں کچھ امتیاز نہیں کرتے۔"

(حاشیہ اصول تفسیر امام ابن تیمیہ اردو صفحہ ۲۳)

تفسیر میں معتزلہ کی تاویلات کے پلندا پہ پھولے نہیں سماتے

بھوجیانی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"اور یہ صورت کچھ اَب ہی سامنے نہیں آ رہی ہے بلکہ نویں صدی میں بعض زیدی معتزلہ نے جب حدیث اور اہلِ حدیث کے خلاف طوفان بپا کیا تو یہی طریقہ انہوں نے بھی اختیار کیا۔ چنانچہ اس کے جواب میں اُس وقت کے ایک محقق اہلِ حدیث بزرگ علامہ محمد بن ابراہیم الوزیر (متوفی ۸۴۰) کو لکھنا پڑا کہ تاویلات کا یہ پلندا جو بعض اہلِ حدیث میں بھی پایا جاتا ہے: فمن فيض علومكم هذه التى افتخرتم بممارستها،یہ سب تمہارے (معتزلہ) ہی علوم کے "فیض" کا اثر ہے جن پر تم پھولے نہیں سماتے۔"

(حاشیہ اصول تفسیر امام ابن تیمیہ اردو صفحہ ۲۳)

قرآن کی چھ قراءتوں کے منسوخ ہونے کا دعویٰ

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قرآن پاک کا یہ شرف ہے کہ اول وہ ایک ہی نسخہ ہے، ایک ہی قراءت پر موجود ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ باقی قراءتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔"

(مقالاتِ راشدیہ: ۲/۲۸۹)

مولانا غلام العلی قصوری غیر مقلد نے کہا:

"صحاح میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات طرح کی بولیاں پر کلام اللہ پڑھنا جائز رکھا اور حضرت عثمان کے وقت باجماع وہ سب قراءتیں منسوخ ہوئیں سوائے لغت حجاز کے۔"

(تحقيق الكلام فى مسئلة البيعة والالهام بحوالہ اثبات الالهام و البيعة صفحہ ۳۵)

چھ قراءتوں کے تواتر کا انکار

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے قصوری صاحب کی مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"سب قراءتوں کو منسوخ کہنا غلط ہے سوائے لغت حجاز کے اور قراءتوں کے موقوف

ہونے کا سبب یہ ہے کہ با یام خلاف عثمان رضی اللہ عنہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا جو ایک شخص موافق قراءت ابن بن کعب کے قرآن مجید پڑھتا ہے اور دوسرا ابن مسعود کے اور تیسرا ابو موسیٰ کے مطابق اور اختلاف کے سبب آپس میں جھگڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو کافر بتلاتے ہیں تو عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ حال عرض کیا امیر المؤمنین نے بہ ہدایت حضرت حذیفہ تمام مصاحف جلوا دیئے۔ اس وقت اُن قراءتوں کا سند صحیح و متواتر سے ثابت ہونا محال ہے جب تک اُن قراءتوں کے جاننے والے موجود تھے وہ بے شک مختلف طرح پر پڑھتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود کے شاگرد مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف پڑھتے تھے۔ اگر صحابہ کا اجماع ہوتا تو یہ بزرگوار کیوں خلاف کرتے۔ البتہ ہم اس وقت مجبور ہیں کیوں کہ سوائے مصحف عثمان کے سند متواتر سے کوئی قراءت ہمیں نہیں پہنچتی بحکم ضرورت اُس پر اکتفاء کرتے ہیں ہمارے خوش فہم ملا صاحب [مولانا غلام العلی قصوری غیر مقلد (ناقل)] نے اسی کو اجماع سمجھ لیا۔"

(اثبات الالہام و البیعۃ بادلۃ الکتاب والسنۃ صفحہ ۳۵)

قرآن سے غلط استدلال کا اک نمونہ

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قائلین قیاس اسی مسئلہ میں قیاس کرتے جو کہ منصوص نہ ہو اگرچہ یہ خود غلط بات ہے کیوں کہ سب مسائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں تبیانا لکل شیء النحل : ۸۹۔"

(مقالاتِ راشدیہ:۵/۷۵)

مگر یہ بتانے کی زحمت بھی گوارا کر لیتے کہ اگر سارے مسائل قرآن و حدیث میں منصوص ہیں تو غیر مقلدین نے اپنی کتابوں میں قیاسی مسائل کی بھر مار کیوں کی ہوئی ہے ؟ثبوت کے لئے "غیر مقلدین کا قیاسی دین" کتاب کا مطالعہ کریں۔

اولی الامر کا معنی اہل استنباط نہیں

مولانا داود ارشد لکھتے ہیں:

”ہمارے مہربان نے اولی الامر کا معنیٰ مجتہدین کیا ہے جس پر دلیل یہ قائم کی ہے کہ قرآن پاک میں اولی الامر سے مراد اہلِ استنباط ہیں الجواب:... صریحا جھوٹ بولا کہ قرآن میں انہیں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔“

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۴۷۱)

حالاں کہ خود قرآن میں اہل استنباط کو اولی الامر کہا گیا ہے ولو ردوه الى الرسول والى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم ۔(سورۃ النساء، آیت:۸۳)

اہل استنباط مجتہدین اور فقاء کو کہا جاتا ہے۔

پرندوں کے ذبح کئے جانے کا انکار

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری (غیر مقلدین کے شیخ الاسلام) کی تفسیر پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اسی طرح اجعل على كل جبل منهن جزأ کی تفسیر واحدا واحدا کے ساتھ کی ہے (یعنی ایک ایک پرندہ پہاڑ پر رکھ دے) گویا پرندوں کے ذبح سے انکار ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب الکلام المبین کے ص ۲۷ میں لکھتے ہیں حکم ہوا کہ چار جانور لے کر ان کو اپنے سے ہلا، پھر ان میں کا ایک ایک پہاڑ میں رکھ کر ان کو بلا وہ تیری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے ... غرض پرندوں کے ذبح ہونے سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو صاف انکار ہے حالاں کہ ابو مسلم معتزلی سے پہلے کسی نے پرندوں کے ذبح ہونے سے انکار نہیں کیا۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث:۱/۷۶...۷۸، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

غمام کی تفسیر بادل کی بجائے بارش

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسی طرح تفسیر مذکور میں وظللنا عليهم الغمام کے معنی یہ لکھے ہیں ارسلنا السماء عليهم مدرارا (یعنی ہم نے ان پر بارش اتاری) حالاں کہ سلف نے کہا کہ بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کیا اور یہ موسیٰؑ کا معجزہ تھا۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/۷۵، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

سیدہ مریم کی کرامت کا انکار

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسی طرح قالت ھو من عند اللہ کی جگہ پھلوں کی تفسیر میں لکھتے ہیں کانت تنسب ماکان عندھا الی اللہ لقولہ تعالی ومابکم من نعمۃ فمن اللہ (یعنی جو مریم علیہا السلام کے پاس تھا) اس کو اللہ کی طرف نسبت کرتی تھی کیوں کہ سب نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ تو گویا مریم علیہ [صحیح علیہا ہے (ناقل)] السلام کی کرامت ثابت نہیں ہوئی۔ اسی واسطے حاشیہ میں صاف لکھتے ہیں کہ: فلیس فیہ دلیل علی ان مریم الصدیقۃ کان یاتیھا فاکھۃ الصیف فی الشتاء وفاکھۃ الشتاء فی الصیف، اس آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ مریم علیہ [صحیح علیہا ہے (ناقل)] السلام کے پاس گرمی کے میوے سردی میں اور سردی کے میوے گرمی میں آتے تھے۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/۷۹، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

آگ آسمانی کی بجائے کاہن کا جلانا مراد

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسی طرح حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای یحرقہ الکاھن بالنار (یعنی قربانی کا گوشت کاہن آگ کے ساتھ جلا دیتے) حالاں کہ سلف نے اس کی تفسیر آگ آسمانی کے ساتھ کی ہے۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/۷۵، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

پہاڑوں اور پرندوں کا تسبیح پڑھنا سیدنا داود علیہ السلام کا معجزہ نہیں

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسی طرح سخرنا مع داود الجبال یسبحن والطیر کی تفسیر تذکرہ حین غفلۃ کے ساتھ کی ہے (یعنی پہاڑ اور پرندے داود علیہ السلام کو غفلت کے وقت یاد دلاتے

تھے) پھر اس پر یہ شعر پیش کیا ہے برگ درختان سبز در نظر ہشیار......ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار یعنی پہاڑوں اور پرندوں کا داود علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھنا یہی تھا کہ ان کو دیکھ کر کر خدا یاد آجاتا تھا تو گویا دواد علیہ السلام کا کوئی معجزہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ تمام صلحاء کا یہی حال ہے۔"

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۷۹، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

اقوال سلف سے بے پرواہی

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مولوی ثناء اللہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں اہلِ حدیث ہوں لیکن طرز عمل ان کا اہلِ حدیث کے خلاف ہے تو پھر اہلِ حدیث ہونے کا دعویٰ ان کے منہ سے کس طرح زیبا ہو سکتا ہے۔ اہلِ حدیث تو قرآن وحدیث کے بعد اقوال سلف کو لیتے تھے۔ آپ اقوالِ سلف کی پرواہ نہیں کرتے۔ دیکھئے تفسیر القرآن بکلام الرحمن میں اور دیگر کئی رسائل میں اس نے کس طرح سلف کی مخالفت کی ہے ہم اس کی چند مثالیں نقل کئے دیتے ہیں۔ ان پر غور کر کے بتلائیں کیا وہ اہلِ حدیث کہلانے کے مستحق ہیں۔"

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۷۵، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

یہ معنیٰ تو صحابہ نے نہیں مراد لئے

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مثلاً انہوں نے اپنی "تفسیر القرآن بکلام الرحمن" میں فی لوح محفوظ کے معنیٰ فی علمه سبحانه یعنی علم الٰہی کے لکھے ہیں تو یہ عرب اول یعنی صحابہ نے نہیں سمجھے بلکہ وہ تو اس سے تختی سمجھتے رہے جس میں خیر و شر لکھی ہوتی ہے... اسی طرح انہوں نے اپنی تفسیر مذکور میں والنا له الحدید کے معنیٰ یہ لکھے ہیں وعلمناه الانة الحدید (یعنی داودؑ کو لوہے کے نرم کرنے کا طریقہ سکھایا یعنی آگ کے ساتھ) حالاں کہ یہ معنیٰ اہلِ زبان صحابہ نے نہیں سمجھے وہ تو یہی سمجھتے رہے کہ داودؑ کے ہاتھ میں لوہا موم کیا۔"

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۷۵، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

تفسیر میں بلاوجہ حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی لینا

حافظ عبداللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مولوی ثناء اللہ نے الکلام المبین کے ص ۸۷ سے ۸۹ تک اس معنیٰ پر زور دیا ہے کہ آگ کے ساتھ لوہے کے نرم کرنے کا طریقہ سکھایا... آپ نے آیت کے حقیقی معنیٰ (نرم کیا) چھوڑ کر مجازی معنی (تعلیم) کے کئے ہیں (جو نیچری وغیرہ کرتے ہیں جو معجزات سے منکر ہیں) تو اگر آپ کی وہی مراد ہوتی جو تفاسیر سلف سے ثابت ہے تو حقیقی معنی چھوڑ کر جس میں دوسرا احتمال نہیں ایک مجازی معنی کرنا جس میں گمراہ فرقوں کا تمسک ہو اس کی کیا وجہ؟ کیا اسی کا نام تفسیر ہے۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۷۵، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

امرتسری صاحب نے تفسیری من مانیوں سے رجوع نہیں کیا

حافظ عبداللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”خاندان غزنویہ نے جب ان کو یہ الزام دیا کہ آپ کی تفسیر مفسرین (سلف) کے خلاف ہے تو وہ ان کے جواب میں ”الکلام المبین“ کے ص ۶۸ میں لکھتے ہیں: مفسرین کے خلاف کا ذِکر تو دیوانوں کا ھوّا ہے جس سے تو نابالغ ڈرا کرتے ہیں انتھی۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۸۰، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

تفسیر میں معتزلہ اور مرزائیوں کے اصول اپنائے

مولانا محمد حسین بٹالوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہ بات بھی آپ لوگوں کے غور و فکر کے قابل ہے کہ تفسیر قرآن کے باب میں جو آپ کے مؤکل، مفسر (ثناء اللہ امرتسری) کا عمل دستور العمل ہے یہی بعینہ سرسید مرزا غلام احمد اور چکڑالوی کا دستور العمل ہے۔ وہ لوگ بھی بمجرد لغت تفسیر قرآن کرتے ہیں۔ اور جس قول کو معتزلہ کا ہو خواہ کسی اور کا اپنے خیال کے موافق پاتے ہیں استشہاد کرتے ہیں۔ تفسیر نیچری، تہذیب الاخلاق، ازالہ اوہام قادیانی تفسیر چکڑالوی ملاحظ ہوں۔“

(اشاعۃ السنۃ نمبر: ۱۰ جلد ۲۱ صفحہ ۲۹۶ بحوالہ تاریخ ختم نبوت صفحہ ۳۴۴)

مفتی محمد مجاہد صاحب حفظہ اللہ (قسط:۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل چالیس احادیث کا مجموعہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمومی و خصوصی فضائل مختصر حاشیہ کے ساتھ بیان کیے جائیں گے تاکہ ناظرین کو مدعا سمجھنے میں آسانی ہو۔

(1) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی لشکر کے سربراہ

صحیح البخاری (18/4):

2799 – 2800 – حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ فَقُلْتُ: مَا أَضْحَكَكَ قَالَ: أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ يَرْكَبُونَ هَذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ. قَالَتْ: فَادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ فَفَعَلَ مِثْلَهَا فَقَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا فَقَالَتْ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ. فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا انْصَرَفُوا مِنْ غَزْوِهِمْ قَافِلِينَ فَنَزَلُوا الشَّأْمَ فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ.

(حدیث نمبر: 2799)

ترجمہ: ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے اور ان سے ان کی خالہ ام حرام بنت ملحان ؓ نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے قریب ہی سو گئے۔ پھر جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، میں عرض کیا کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو غزوہ کرنے کے لیے اس بہتے دریا پر سوار ہو کر جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر چڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر

آپ میرے لیے بھی دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ آپ ﷺ سو گئے اور پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی کیا (بیدار ہوتے ہوئے مسکرائے) ام حرام ؓ نے پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی عرض کی اور آپ ﷺ نے وہی جواب دیا۔ ام حرام ؓ نے عرض کیا آپ دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہو گی چناچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت ؓ کے ساتھ مسلمانوں کے سب سے پہلے بحری بیڑے میں شریک ہوئیں جس کی سربراہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے غزوہ سے لوٹتے وقت جب شام کے ساحل پر لشکر اترا تو ام حرام ؓ کے قریب ایک سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن جانور نے انہیں گرا دیا اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

(2) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا

صحیح البخاری (207/4):

3641 ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ قَالَ عُمَيْرٌ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ يُخَامِرَ قَالَ مُعَاذٌ وَهُمْ بِالشَّأْمِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ هَذَا مَالِكٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَقُولُ وَهُمْ بِالشَّأْمِ.

(حدیث نمبر: 3641)

ترجمہ: ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید بن جابر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمیر بن ہانی نے بیان کیا اور انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر قائم رہے گا، انہیں ذلیل کرنے کی کوشش کرنے والے اور اسی طرح ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ

پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی حالت پر رہیں گے۔ عمیر نے بیان کیا کہ اس پر مالک بن یخامر نے کہا کہ معاذ بن جبل ؓ نے کہا تھا کہ ہمارے زمانے میں یہ لوگ شام میں ہیں۔ امیر معاویہ ؓ نے کہا کہ دیکھو یہ مالک بن یخامر یہاں موجود ہیں، جو کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے معاذ ؓ سے سنا کہ یہ لوگ شام کے ملک میں ہیں۔

(اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروپ کا حق پر ہونا ثابت ہوا)

(3) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق پر ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی

صحیح مسلم (113/3):

152 - (1065) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: تَمْرُقُ مَارِقَةٌ فِي فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ فَيَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ.

(حدیث نمبر: 2459)

ترجمہ: ابوربیع زہرانی، قتیبہ بن سعید، ابوعوانہ، قتادہ، ابونضرہ، حضرت ابوسعید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں دو گروہ ہو جائیں گے تو ان میں سے تیسرا مارقہ (یعنی خوارج کا گروہ) نکلے گا ان خوارج سے وہ گروہ جہاد کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہو گا۔

(یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے زیادہ قریب تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ بھی حق پر تھا)

ایک ضروری وضاحت

چودہ سو سال کے تمام اہلسنت محدثین، مؤرخین، فقہاء محققین اور اصولیین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایمان قبول کیا اور تادم حیات ایمان پر ثابت قدم رہے۔ صحابہ کے لیے قرآن وسنت میں جتنے فضائل ومناقب وارد ہوئے میں دیگر صحابہ کی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی بالاجماع ان تمام مناقب وفضائل کے کامل طور پر حقدار ہیں۔

(4) فضیلت معاویہ رضی اللہ عنہ بحیثیت قریشی

حضرت معاویہ قبیلہ قریش کی مشہور شاخ بنو امیہ کے چشم و چراغ ہیں، آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:
معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔ پانچویں پشت میں جا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجر نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ایک اصولی ضابطہ ہے کہ قبیلہ قریش کے جو مناقب بیان کیے گئے ہیں اس میں وہ صحابہ بھی داخل ہیں جو خاندان قریش کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا تعلق بھی خاندان قریش کے ساتھ تھا۔

صحیح مسلم (58/7):

1 - (2276) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْمٍ، جَمِيعًا عَنِ الْوَلِيدِ، قَالَ ابْنُ مِهْرَانَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ أَبِي عَمَّارٍ شَدَّادٍ أَنَّهُ سَمِعَ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ.

(حدیث نمبر: 5938)

ترجمہ: محمد بن مہران رازی محمد بن عبد الرحمن بن سہم ولید ابن مہران ولید بن مسلم، اوزاعی ابی عمار شداد، حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور قریش کو کنانہ میں سے چنا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے چنا۔

(5) فضیلت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بحیثیت صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحیح البخاری (28/5):

3764 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ: حَدَّثَنَا الْمُعَافَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ، وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: دَعْهُ فَإِنَّهُ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم.

(حدیث نمبر:3764)

ترجمہ: کہا ہم سے حسن بن بشیر نے بیان کیا، ان سے عثمان بن اسود نے اور ان سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ معاویہ ؓ نے عشاء کے بعد وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی وہیں ابن عباس ؓ کے مولیٰ (کریب) بھی موجود تھے، جب وہ ابن عباس ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (امیر معاویہ ؓ کی ایک رکعت وتر کا ذکر کیا) اس پر انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔

(6) حضرت معاویہ ؓ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور مومنوں کے ماموں ہیں

حضرت معاویہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے مشہور اور قریبی رشتہ داری یہ ہے کہ آپ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ کے حقیقی بھائی ہیں، اور خبر قرآنی کے مطابق حضرت ام حبیبہ تمام مسلمانوں کی ماں ہیں، اسی وجہ سے محدث اور فقیہ حضرت امام احمد بن حنبل نے حضرت معاویہ کو خال المومنین (تمام مسلمانوں کے ماموں) کا لقب عنایت فرمایا ہے۔

السنة لأبي بكر بن الخلال (433/2):

657 - أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَطَرٍ، وَزَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، أَنَّ أَبَا طَالِبٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ: أَقُولُ: مُعَاوِيَةُ خَالُ الْمُؤْمِنِينَ؟ وَابْنُ عُمَرَ خَالُ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: نَعَمْ، مُعَاوِيَةُ أَخُو أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَرَحِمَهُمَا، وَابْنُ عُمَرَ أَخُو حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَرَحِمَهُمَا، قُلْتُ: أَقُولُ: مُعَاوِيَةُ خَالُ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: نَعَمْ"

اسناده صحيح

ابو طالب نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا: میں یہ کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر مومنین کے ماموں ہیں کیا یہ بات درست ہے؟ تو حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا جی ہاں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں کے حقیقی بھائی ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت حفصہ رضی اللہ

عنہ کے حقیقی بھائی ہیں پھر اس شخص نے کہا کہ کیا میں حضرت معاویہ کو مومنین کا ماموں کہہ سکتا ہوں تو حضرت امام احمد بن حنبل نے جواب دیا بالکل کہہ سکتے ہیں۔

(7)حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو گی

المستدرك على الصحيحين (3/172):

أخبرني أحمد بن جعفر القطيعي، ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثني أبي، ثنا أبو سعيد، مولى بني هاشم، ثنا عبد الله بن جعفر، حدثتنا أم بكر بنت المسور بن مخرمة، عن عبيد الله بن أبي رافع، عن المسور، أنه بعث إليه حسن بن حسن يخطب ابنته، فقال له: قل له فليقاني في العتمة، قال: فلقيه فحمد الله المسور وأثنى عليه ثم قال: أما بعد، وايم الله ما من نسب ولا سبب ولا صهر أحب إلي من نسبكم وسببكم وصهركم، ولكن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: فاطمة بضعة مني يقبضني ما يقبضها ويبسطني ما يبسطها، وإن الأنساب يوم القيامة تنقطع غير نسبي وسببي وصهري وعندك ابنتها ولو زوجتك لقبضها ذلك فانطلق عاذرا له هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه

[التعليق - من تلخيص الذهبي] 4747 - صحيح

"حضرت مسور بیان کرتے ہیں کہ حسن بن حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کی بیٹی کا رشتہ کے لئے پیغام بھیجا، انہوں نے جواباً کہا: ان سے کہئے گا کہ وہ مجھے عشاء کے وقت مل لیں، چنانچہ حضرت حسن بن حسن عشاء کے وقت ان سے ملاقات کے لئے گئے حضرت مسور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد بولے: خدا کی قسم! تمہارے نسب تمہارے سبب اور تمہارے ساتھ رشتہ داری سے بڑھ کر میری نظر میں کسی چیز کی اہمیت نہیں ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے اس کی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور اس کی خوشی سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔ اور قیامت کے دن تمام نسب ختم ہو جائیں گے سوائے میری نسبی رشتہ داری، میری سببی رشتہ داری اور میری سسرالی رشتہ داری کے۔ جبکہ تمہارے ہاں پہلے سے ان

کی صاحبزادی موجود ہے اگر میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں تو یہ چیز اس سید زادی کو تکلیف دے گی۔ یہ کہہ کر انہوں نے معذرت کر لی۔

" یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل نہیں کیا۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس فضیلت میں یقینی طور پر داخل ہیں ان کو بھی جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو گی کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والوں میں سے ہیں۔

(8)حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

المستدرك على الصحيحين (3/732):

حدثنا علي بن حمشاذ العدل، ثنا بشر بن موسى، ثنا الحميدي، ثنا محمد بن طلحة التيمي، حدثني عبد الرحمن بن سالم بن عتبة بن عويم بن ساعدة، عن أبيه، عن جده، عن عويم بن ساعدة، رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إن الله تبارك وتعالى اختارني واختار بي أصحابا فجعل لي منهم وزراء وأنصارا وأصهارا، فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل منه يوم القيامة صرف ولا عدل هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه

[التعليق - من تلخيص الذهبي] 6656 - صحيح

"حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرا انتخاب فرمایا اور میرے لئے صحابہ کرام کو چنا اور ان میں سے میرے وزیر بنائے، میرے مددگار بنائے، میرے سسرالی رشتہ دار بنائے، جس نے میرے ان تعلق داروں کو گالی دی، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اس کا نہ کوئی عمل قبول ہو گا نہ اس کے حق میں سفارش قبول کی جائے گی۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل نہیں کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی خاندان والوں کو برا بھلا کہنے والا پر اللہ تعالی کی لعنت ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی اسی خاندان کے فرد ہیں۔

(9)حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض کفر کی علامت ہے

الاعتقاد للبیہقی (ص317):

بَابُ الْقَوْلِ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَعَلَى آلِهِ وَرَضِيَ عَنْهُمْ قَالَ اللَّهُ تبارك وتعالى {مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ} [الفتح:29]

(القرآن - سورۃ نمبر 48 الفتح۔ آیت نمبر 29)

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہو گئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں۔ تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔

قران مقدس کی اس آیت کے بالکل اخری حصہ کو غور سے پڑھیں تو یہ بات سمجھ اتی ہے کہ صحابہ سے جلنا اور بغض رکھنا یہ کافروں کے نشانی ہے۔ یہ حکم جملہ صحابہ کرام کا کے بارے میں ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس میں داخل ہیں۔

(10)حضرت معاویہؓ سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے مترادف ہے

سنن الترمذی (5/696):

3862 ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قال: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قال: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ أَبِي رَائِطَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم اللَّهَ اللَّهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ، وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

(حدیث نمبر:3862)

ترجمہ: عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں، اور میرے بعد انہیں ہدف ملامت نہ بنانا، جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جس نے انہیں ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ وہ اسے اپنی گرفت میں لے لے۔

یہ حدیث بھی جملہ صحابہ کے بارے میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی اس کے عموم میں داخل ہیں۔

نوٹ: اگرچہ بعض محدثین نے اس حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے مگر دیگر محدثین نے اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔ اس کے متن پر منکر ہونے کا حکم کسی نے بھی نہیں لگایا اس کے متن کی تائید قران وسنت سے ہوتی ہے۔

(11) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بحیثیت فقیہ اور مجتہد

صحیح البخاری(5/28):

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ، فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ؟ قَالَ: إِنَّهُ فَقِيهٌ.

(حدیث نمبر:3765)

ترجمہ: ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کیا فرماتے

ہیں، انہوں نے وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ خود فقیہ ہیں۔

(12) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب وحی

صحیح مسلم (4/1945 ت عبد الباقی):

حدثني عباس بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ المعقري. قالا: حدثنا النضر (وهو ابن محمد اليمامي). حدثنا عكرمة. حدثنا أبو زميل. حدثني ابن عباس قال: كان المسلمون لا ينظرون إلى أبي سفيان ولا يقاعدونه. فقال للنبي صلى الله عليه وسلم: يا نبي الله! ثلاث أعطنيهن. قال "نعم" قال: عندي أحسن العرب وأجمله، أم حبيبة بنت أبي سفيان، أزوجكها. قال "نعم" قال: ومعاوية، تجعله كاتبا بين يديك. قال "نعم". قال: وتؤمرني حتى أقاتل الكفار، كما كنت أقاتل المسلمين. قال "نعم

(حدیث نمبر: 6409)

ترجمہ: عباس بن عبد العظیم عنبر احمد بن جعفر معقری نضر ابن محمد یمامی عکرمہ ابوز میل حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مسلمان نہ تو ابو سفیان کی طرف دیکھتے تھے اور نہ ہی ان کے پاس بیٹھتے تھے۔ تو ابو سفیانؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی تین باتیں مجھے عطا فرمائیں آپ نے فرمایا: جی ہاں! بتاؤ۔ عرض کیا: میری بیٹی ام حبیبہ بنت ابو سفیان اہل عرب سے حسین و جمیل ہیں میں اس کا نکاح آپ ﷺ سے کرتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: بہتر عرض کیا اور معاویہؓ کو اپنے لئے کاتب وحی مقرر کر لیں آپ ﷺ نے فرمایا: بہتر آپ ﷺ مجھے حکم دیں کہ میں کفار سے لڑتا رہوں جیسا کہ میں مسلمانوں سے لڑتا تھا آپ ﷺ نے فرمایا بہتر ابوز میل نے کہا اگر یہ خود نبی ﷺ سے ان باتوں کا مطالبہ نہ کرتے تو آپ ﷺ یہ کام نہ فرماتے کیونکہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ سے جس بھی چیز کا مطالبہ کیا جاتا تو آپ ﷺ اس کے جواب میں ہاں ہی فرماتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی ہونے پر دیگر روایات بھی موجود ہیں اختصار کے پیش نظر صرف ایک بیان کی گئی ہے۔

(13) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حضرت معاویہ سے محبت کا اظہار

صحیح مسلم (4/2051 ت عبد الباقی):

(2663) حدثنا إسحاق بن إبراهيم الحنظلي وحجاج بن الشاعر - واللفظ لحجاج - (قال إسحاق: أخبرنا. وقال حجاج: حَدَّثَنَا) عَبْدُ الرَّزَّاقِ. أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بن مرثد، عن المغيرة بن عبد الله اليشكري، عن معرور بن سويد، عن عبد الله بن مسعود. قال:

قالت أم حبيبة: اللهم! متعني بزوجي، رسول الله صلى الله عليه وسلم. وبأبي، أبي سفيان. وبأخي، معاوية. فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "إنك سألت الله لآجال مضروبة، وآثار موطوءة، وأرزاق مقسومة. لا يعجل شيئا منها قبل حله. ولا يؤخر منها شيئا بعد حله. ولو سألت الله أن يعافيك من عذاب في النار، وعذاب في القبر، لكان خيرا لك".

(حدیث نمبر: 6770)

ترجمہ: ابو بکر بن ابی شیبہ، ابو کریب ابی بکر و کیع، مسعر علقمہ بن مرثد مغیرہ بن عبد اللہ یشکری معرور بن سوید حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ زوجہ نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ام حبیبہؓ نے کہا اے اللہ مجھے اپنے خاوند رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور والد ابو سفیان اور بھائی معاویہ سے متمتع کرنا نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تو نے اللہ سے مقرر شدہ اوقات وایام اور تقسیم شدہ رزق کا سوال کیا ان میں سے کسی چیز کو وقت مقرر سے مقدم اور مؤخر نہیں کیا جاتا اور اگر تو اللہ سے سوال کرتی کہ وہ تجھے جہنم کے عذاب یا قبر کے عذاب سے پناہ دے تو وہ بہتر اور افضل ہوتا۔

(14) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقدار ہیں

صحیح مسلم (8/27):

96 - (2604) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ. (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا: حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْقَصَّابِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ: فَجَاءَ

فَحَطَأَنِي حَطْأَةً وَقَالَ: اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: فَجِئْتُ فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ قَالَ: ثُمَّ قَالَ لِيَ: اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: فَجِئْتُ فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ: لَا أَشْبَعَ اللهُ بَطْنَهُ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قُلْتُ لِأُمَيَّةَ: مَا حَطَأَنِي؟ قَالَ: قَفَدَنِي قَفْدَةً.

(صحیح مسلم حدیث نمبر:6628)

ترجمہ: محمد بن مثنی، عنبری ابن بشار ابن مثنی امیہ بن خالد شعبہ، ابی حمزہ قصاب حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے میرے دونوں کندھوں کے درمیان تھپکی دی اور فرمایا جاؤ معاویہ کو بلا کر لاؤ حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ میں آیا اور پھر میں نے عرض کیا وہ (کھانا) کھا رہے ہیں ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا جاؤ معاویہ کو بلا کر لاؤ حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ میں نے پھر آ کر عرض کیا وہ کھانا کھا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے ابن المثنی نے کہا میں نے امیہ سے کہا حطانی کیا ہے انہوں نے کہا تھپکی دینا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ چونکہ اس بد دعا کے مستحق نہیں تھے جیسے کہ شراح حدیث نے لکھا ہے اس لیے ان کا اخرت میں اللہ تعالی کی رحمت کا امیدوار ہونا ثابت ہوا۔

(15)>حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کاٹنا

صحیح مسلم(4/58):

(1246) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ ، عَنْ طَاوُسٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ قَالَ: قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللّٰه علیه وسلم بِمِشْقَصٍ وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ، أَوْ رَأَيْتُهُ يُقَصَّرُ عَنْهُ بِمِشْقَصٍ، وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ .

(حدیث نمبر:3022)

ترجمہ: محمد بن حاتم، یحیٰ بن سعید، ابن جریج، حسن بن مسلم، طاؤس، حضرت ابن عباس ؓ سے

روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے انہیں خبر دی فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال مروہ پر تیر کے پیکان سے کاٹے یا کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ مروہ پر تیر کے پیکان سے بال کٹوا رہے ہیں۔

(16) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہادی ہونے کی دعا کرنا

سنن الترمذی (5/687):

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قال: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

[حکم الألبانی] : صحیح

(حدیث نمبر: 3842)

ترجمہ: صحابی رسول عبد الرحمٰن بن ابی عمیرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے معاویہؓ کے بارے میں فرمایا: اے اللہ! تو معاویہ کو ہدایت دے اور ہدایت یافتہ بنا دے، اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے ا ۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تخریج دار الدعوہ: تفرد بہ المؤلف (تحفۃ الأشراف: ۹۷۰۸) (صحیح)

(17) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کرنا چاہیے

سنن الترمذی (5/687):

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قال: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قال: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ حَلْبَسٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، قَالَ: لَمَّا عَزَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُمَيْرَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ حِمْصَ وَلَّى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ النَّاسُ: عَزَلَ عُمَيْرًا وَوَلَّى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ عُمَيْرٌ: لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: اللَّهُمَّ اهْدِ بِهِ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

[حکم الألبانی] : صحیح لغیرہ

(حدیث نمبر:3843)

ترجمہ: ابو ادریس خولانی کہتے ہیں کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمیر بن سعد کو حمص سے معزول کیا اور ان کی جگہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو والی بنایا تو لوگوں نے کہا: انہوں نے عمیر کو معزول کر دیا اور معاویہ کو والی بنایا، تو عمیر نے کہا: تم لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلے طریقہ سے کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اللھم اھد بہ اے اللہ! ان کے ذریعہ ہدایت دے۔

(18) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حکومت رحمت الہی تھی

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (5/189):

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: " أَوَّلُ هَذَا الْأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ إِمَارَةً وَرَحْمَةً، ------

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ معاملہ (یعنی خلافت کا) پہلے نبوت اور رحمت کے ساتھ شروع ہو گا پھر خلافت اور رحمت ہو گی پھر ملوکیت اور رحمت ہو گی پھر امارت اور رحمت ہو گی۔

اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حکومت رحمت والی ثابت ہوتی ہے۔

(19) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اعتماد

السنن الکبیر للبیہقی (12/211 ت الترکی):

11919 - أخبرَنا أبو الحُسَينِ ابنُ الفَضلِ القَطّانُ، أخبرَنا عبدُ اللَّهِ بنُ جَعفَرٍ، حدثنا يَعقوبُ بنُ سُفيانَ، حدثنا سُلَيمانُ، حدثنا عُمَرُ بنُ علِيّ بنِ مُقَدَّمٍ، عن هِشامِ بنِ عُروَةَ، عن أبيه قال: دَخَلتُ على مُعاويَةَ فقالَ لى: ما فعَلَ المَسلولُ؟ قال: قُلتُ: هو عِندِى. فقالَ: أنا واللَّهِ خَطَطتُه بيَدِى: أقطَعَ أبو بكرٍ الزُّبَيرَ أرضًا. فكُنتُ أكتُبُها. قال: فجاءَ عُمَرُ، فأخَذَ أبو بكرٍ يَعنِى الكِتابَ فأدخَلَه فى ثِنى الفِراشِ، فدَخَلَ عُمَرُ فقالَ: كأنَّكُم على حاجَةٍ. فقالَ أبو بكرٍ: نَعَم.

فخرج، فأخرج أبو بكرٍ الكتاب فأتممته.

ترجمہ: عروہ کہتے ہیں: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انھوں نے مجھ سے پوچھا خفیہ طور پر الاٹ کی ہوئی جائداد کا کیا ہوا؟ میں نے کہا: وہ میرے پاس موجود ہے۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا میں نے ہی اس زمین کو ایکوائر کیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بطور جاگیر عطا کی تھی اور میں اس کی کاغذی کارروائی مکمل کر رہا تھا کہ اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انھیں دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس زمینی دستاویز کو اپنے بستر کے نیچے دبا دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اندر آتے ہی پوچھا: تم لوگ کسی ضروری کام میں مشغول تھے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔ یہ سن کر حضرت عمر چلے گئے ان کے چلے جانے کے بعد) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تحریری دستاویز دوبارہ نکالی۔ پھر میں نے اسے مکمل کیا۔

(20) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ کو مصلح امت قرار دینا

الطبقات الكبرى - متمم الصحابة - الطبقة الرابعة (1 / 113):

37 - قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ الْأَزْرَقِيُّ، وَالْوَلِيدُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ الْأَغَرِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ، دَخَلَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَعَزَّاهُ عُمَرُ بِابْنِهِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ. قَالَ: " آجَرَكَ اللَّهُ فِي ابْنِكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ، فَقَالَ: أَيُّ بَنِيَّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: يَزِيدُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ . قَالَ: فَمَنْ بَعَثْتَ عَلَى عَمَلِهِ؟ قَالَ: مُعَاوِيَةَ أَخَاهُ. وَقَالَ عُمَرُ: إِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَنَا أَنْ نَنْزِعَ مُصْلِحًا

رواته ثقات الا انه منقطع

ترجمہ: ابوسفیان حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے عمرؓ نے یزید بن ابی سفیان کے بارے میں ابوسفیان سے تعزیت کی اور فرمایا: اے ابوسفیان، اللہ تیرے بیٹے کے صدمہ پر تجھے اجر عطا فرمائے، ابوسفیان نے کہا: امیر المومنین کس بیٹے کی بات کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یزید کی،

ابوسفیان نے کہا: پھر یزید کی جگہ نے پھر آپ نے کسے والی بنا کر بھیجا. ہے ؟ عمرؓ نے فرمایا: اس کے بھائی. معاویہ کو، اور فرمایا: ہم کسی مصلح سے منازعت کو حلال نہیں سمجھتے۔ یعنی کسی مصلح اور قابل کو ہم آگے ہی بڑھاتے ہیں پیچھے نہیں کھینچتے ہیں۔

فائدہ:

حضرت عمرؓ نے معاویہ کو مصلح امت قرار دیا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کتنا اعتماد کرتے تھے۔

(جاری)

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور